اِشراقِ نُوری

ترجمہ اردو

قدوری

مکتبہ رحمانیہ

اِقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاھور
فون: 042-7224228-7221395

1

اشراقِ نوری

ترجمہ اردو

قدوری

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ ۔ اردو بازار ۔ لاہور

نام کتاب .... اشراقِ نوری

طابع .... حاجی مقبول الرحمٰن

ناشر .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع .... لعل سٹار

قیمت .... /- روپے

ملنے کے پتے

⇦ مکتبۃ العلم نمبر ۱۸ اُردو بازار لاہور

⇦ خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

⇦ اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

اشراق نوری اردو ترجمہ قدوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطہارت

وضو کا بیان:

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ﴾

"اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے مونہوں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور دونوں ٹخنوں تک پیروں کو دھوؤ"۔

فائدہ: غسل کے معنی پانی بہانے کے ہیں اور چہرہ کی حد لمبائی میں پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی سے نیچے تک ہے اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اسی وجہ سے جو سپیدی رخسارے اور کانوں کے درمیان میں ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا دھونا واجب یعنی ضروری ہے جوہرہ اور اکثر معتبر کتابوں میں اسی طرح ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے اور آیۃ ارجلکم کا عطف زبر کی قراءت کے مطابق وجوہ اور ایدی پر ہے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے منہ اور ہاتھوں اور پیروں کو دھو ڈالو۔ بعض قاریوں نے محض کسرہ قریب ہونے کی وجہ سے اسے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور رافضیوں کا مذہب یہ ہے کہ پیروں پر بھی مسح ہی کرنا چاہیے۔ رؤس پر عطف کر کے کسرہ کی قراءت کو وہ اپنی حجت کہتے ہیں ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ کسرہ محض مجاورت اور قربت کے لحاظ سے ہے اور لحاظ لفظوں میں ہے نہ کہ معنی میں اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔ صاحب بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ ارجلکم پر کسرہ پڑھنا محض مجاورت کے لحاظ سے ہے۔

اس کے علاوہ امام باقر زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے وضو کیا اور دونوں پیر دھوئے پھر

فرمایا کہ میں تمہیں یہ دکھانا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وضو کس طرح کیا کرتے تھے آپ کا طریقہ بھی یہی تھا جس طرح اب میں نے کیا ہے اسی طرح حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں پیروں کو دھو ڈالا کرو جیسا کہ تمہیں حکم ہے۔

نقل ہے کہ رافضیوں کا ایک مجتہد کلینی پڑھا رہا تھا اس کے گرداگرد بہت سے طالب علم بیٹھے ہوئے تھے یکا یک علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث کلینی میں نکل آئی اس پر سب طالبعلم تعجب کی نگاہ سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ اہلسنت والجماعت کے مذہب کے موافق تھی پھر سب نے مجتہد سے پوچھا اس نے کہا کہ اس کی شرح اٹھالاؤ وہ شرح اٹھالائے تو اس میں یہ نکلا کہ ان دنوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر رکھا تھا اس جواب سے خود مجتہد کو اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔ اس نے سر جھکا لیا اور بہت دیر میں سوچ کر یہ کہا کہ میرے خیال میں تو اس کا جواب سوائے اس کے اور کوئی نہیں آتا کہ اس حدیث کے راویوں میں جرح و قدح کی جائے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

فرائض وضو کا بیان ✱ ترجمہ: وضو میں چار فرض ہیں:

تین اعضا کا دھونا اور سر کا مسح کرنا۔

فائدہ: تین اعضاء سے مراد منہ دھونا۔ دونوں ہاتھ' دونوں پیر ہیں حقیقت میں یہ پانچ اعضاء ہیں مگر تین ان کو اس لیے کہہ دیا ہے کہ دونوں ہاتھ دونوں پیر بمنزلہ دو اعضاء کے شمار کر لیے گئے ہیں۔

ترجمہ: دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے بھی ہمارے تینوں علماء (یعنی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد رحمۃ اللہ علیہم) کے نزدیک فرض غسل میں داخل ہیں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے اور سر کے مسح میں پیشانی کی مقدار مسح فرض ہے اور یہی مقدار چوتھائی سر کی ہے کیونکہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک ڈلاؤ پر پہنچے۔ وہاں آپ نے پیشاب کر کے چھوٹا استنجا کیا اور وضو کیا اور پیشانی کی مقدار سر کا مسح کیا اور جرابوں پر (بھی) مسح کیا۔

سنن وضو ✱ وضو میں یہ (نو) چیزیں سنت ہیں جس وقت کوئی سو کر اٹھے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھونا' ابتداء وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا'

مسواک کرنا' کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' دونوں کانوں کا مسح کرنا' داڑھی اور سب انگلیوں میں خلال کرنا' تین تین مرتبہ ہر عضو کو دھونا۔

مستحباتِ وضو ✽ وضو کرنے والے کے لیے مستحب امور یہ (چھ) ہیں۔ وضو کی نیت کرنا' سارے سر کا مسح کرنا' ترتیب وضو کا لحاظ رکھنا' یعنی جس طرح اللہ نے تعلیم دی اسی طریقہ سے کرنا۔ داہنے عضو سے شروع کرنا اور پے در پے ہر عضو کو دھونا' گردن کا مسح کرنا۔

فائدہ: داہنے عضو سے مراد یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے پہلے داہنے ہاتھ کو دھوئے اور بائیں پیر سے پہلے داہنے پیر کو دھوئے صحیح روایت کے مطابق یہی طریقہ افضل ہے۔

نواقضِ وضو ✽ ترجمہ: اور وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو دونوں راستوں (یعنی پیشاب اور پاخانہ کی جگہ) سے نکلیں۔

فائدہ: پیشاب کی جگہ سے نکلنے والی چیزیں یہ ہیں: پیشاب' منی' مذی' ودی' سنگریزہ' کیڑا' حیض اور استحاضہ کا خون جو کہ عورتوں کو بالغ ہونے کے بعد آتا ہے پیچھے سے نکلنے والی یہ چیزیں ہیں ریح' کیڑا' پاخانہ وغیرہ ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے صاحب قدوری کی عبارت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جو چیزیں ان راستوں سے نکلیں ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے آیا یہ اسی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو ریح مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے صحیح مذہب کے مطابق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہاں اگر عورت مفضاۃ ہو تو اس کو وضو کر لینا مستحب ہے واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید ریح پیچھے سے نکلی ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ پیشاب کی جگہ سے نکلی ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور وضو یقیناً تھا اور ٹوٹنے میں شک ہے فقط شک سے وضو نہیں جائے گا ہاں شک رفع کرنے کے لیے وضو کر لینا مستحب ہے۔

ترجمہ: خون اور پیپ اور کچ لو جس وقت بدن سے نکل کر اپنی جگہ سے بہہ جائیں تو اس جگہ کو بھی پاک کرنا لازم ہے اور قے جس وقت منہ بھر کر ہو اور سونا لیٹ کر ہو یا تکیہ لگا کر یا کسی ایسی چیز کے سہارے سے کہ اگر اس کو علیحدہ کر دیا جائے تو یہ گر جائے اور بے ہوشی کے باعث عقل نہ رہنی اور دیوانہ ہو جانا (یہ سب ناقض وضو ہیں) اور قہقہہ کے ساتھ ہنسنا بھی ناقض وضو

ہے لیکن اس نماز میں جس میں رکوع سجدہ ہو (چنانچہ جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت میں ہنسنے سے وضونہیں ٹوٹتا)

اقسام قے ✽ فائدہ: قے کی پانچ قسمیں ہیں فقط پانی نکلے یا کھانا یا خون یا صفرا یا بلغم۔ پہلی تینوں صورتوں میں جس وقت قے منہ بھر کے ہوگی تو وضوٹوٹ جائے گا اور اس سے کم ہوگی تو نہیں ٹوٹے گا اور بلغم کی قے ہونے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے وضونہیں جاتا اگر چہ منہ بھر کے بھی ہو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت منہ بھر کے ہوگی تو وضو جاتا رہے گا اور یہ اختلاف اسی صورت میں ہے جس وقت بلغم پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئے تو اس صورت میں کسی کے نزدیک بھی اس سے وضونہیں جاتا یہ اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ وہ تو اصل میں رینٹ ہوتا ہے باقی رہا خون سو وہ اگر غلیظ اور جما ہوا ہو تو جب تک منہ بھر کر قے نہ ہوگی وضونہیں جائے گا اور اگر نرم ہو تو خواہ تھوڑا ہو یا بہت شیخین کے نزدیک اس سے وضوٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ اسے بھی اور خلطوں جیسا حکم دیتے ہیں کہ جب تک اس کی قے منہ بھر کے نہ ہوگی تو وضو نہ جائے گا اور نہ وہ ناقض وضو ہے وجیز میں امام محمد کے قول کو صحیح کہا ہے اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ خون پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئے گا تو تھوڑا ہو یا بہت وہ بالاتفاق ناقض وضو ہے یعنی اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

ترجمہ: غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔کلی کرنا۔ناک میں پانی ڈالنا۔سارے بدن پر پانی بہانا۔

فائدہ: یہ تینوں چیزیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک ان تینوں کے علاوہ چوتھے بدن کو ملنا بھی فرض ہے امام شافعیؒ ان دونوں کے مخالف ہیں ان کے نزدیک فقط دو ہی چیزیں فرض ہیں نیت کرنا اور سب اعضاء کا دھونا۔

غسل کا مسنون طریقہ ✽ ترجمہ: غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نہانے والا اول اپنے دونوں ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے پھر اگر بدن پر کچھ نجاست کہیں لگی ہو تو اس کو پانی سے زائل کرے پھر ایسا ہی وضو کرے جیسا کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے ہاں پیروں کو نہ دھوئے پھر اپنے سر سے لے کر سارے بدن تک تین مرتبہ پانی بہائے اور اس جگہ سے علیحدہ ہو کر اب

دونوں پیروں کو دھوئے۔

فائدہ : اگر کوئی نشیب کی جگہ میں کھڑا ہو کر نہائے تو اس صورت میں بے شک پیر نہانے کے بعد دھوئے اور اگر کہیں اونچی جگہ کھڑا ہو کر نہائے تو پیروں کو بھی وضو کے ساتھ دھوئے اس کے علاوہ صحیح مذہب کے مطابق ایک دفعہ سارے بدن کا دھونا تو فرض ہے اور بعد میں دو دفعہ دھونا سنت ہے اور یہ تمام احکام غسل جنابت کے ہیں۔

ترجمہ: غسل میں عورت کے ذمہ مینڈھیوں کا کھولنا لازم اور ضروری نہیں ہے لیکن اس وقت کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔

غسل کی اقسام

فرض غسل کی اقسام ✻ **ترجمہ**: غسل لازم کرنے والی یہ چیزیں ہیں مرد و عورت سے شہوت کے ساتھ کود کر منی کا نکلنا۔ حشفہ کا اندام نہانی میں غائب ہونا اگرچہ انزال نہ ہو عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

فائدہ : یہ چاروں غسل مذکورہ فرض ہیں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ منی خواہ کسی طرح نکلے یعنی شہوت سے یا بلا شہوت غسل کرنا لازم ہے ان کی دلیل یہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''الماء من الماء'' یعنی منی نکلنے سے غسل کرنا لازم ہے اور ہماری دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے کہ ''اذالم یکن بدفق الماء فلا تغتسل'' (یعنی جس وقت منی کود کے نہ نکلے تو تم غسل نہ کیا کرو) اور یہ ظاہر ہے کہ کود کر منی کا نکلنا شہوت ہی کے وقت ہوتا ہے پھر امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونا معتبر ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منی نکلتے وقت شہوت کا ہونا معتبر ہے۔

غسل مسنون کا بیان ✻ **ترجمہ**: جمعہ، عیدین، احرام، عرفہ (چاروں) کے لیے غسل کرنا رسول اللہ ﷺ نے مسنون فرمایا ہے مذی اور ودی میں غسل کرنا لازم نہیں ہے اور ان میں وضو کرنا لازم ہے۔

فائدہ : امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ یعنی جو شخص جمعہ میں آنے کا ارادہ کرے اسے غسل کر لینا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ یہ امر وجوب نہیں ہے کیونکہ دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مَنْ تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَبِھَا وَ نِعْمَ وَ مَنِ اغْتَسَلَ فَھُوَ اَفْضَلُ یعنی جس نے جمعہ کے دن وضو کرلیا وہ بھی بہتر اور اچھا ہے اور جس نے غسل کرلیا تو وہ اور بھی افضل ہے اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے فقہاء کا قول بھی یہی ہے کہ یہ غسل مسنون ہے واجب نہیں ہے۔

اور غسل واجب مردے کو غسل دینا ہے اور جس وقت لڑکا بالغ ہو یا کافر مسلمان ہو تو اسے غسل کر لینا مستحب ہے۔

پانی کے اقسام واحکام ✻ ترجمہ: بارش اور جنگلوں اور چشموں اور کنوؤں اور دریاؤں کے پانی سے وضو وغیرہ کر لینا جائز ہے اور اس پانی سے جائز نہیں ہے جو کسی گھاس وغیرہ اور پھل سے نچوڑ لیا گیا ہو اور نہ ایسے پانی سے جائز ہے جس پر کوئی اور شے غالب آ کر پانی کی طبیعت سے اسے نکال دے جیسے سب قسم کے شرب' سرکہ' شوربہ' باقلہ اور گاجر کا پانی' گلاب۔

فائدہ: پانی کی دو قسمیں ہیں مطلق' مقید' مطلق پانی وہ ہیں جن سے وضو کر لینا جائز کہا گیا ہے۔ اور مقید وہ ہیں جن سے وضو وغیرہ صحیح نہیں کہا گیا ہاں اگر کہیں نجاسب لگ گئی ہو تو ان مقید پانیوں سے اس کو دھو لینا جائز ہے پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے جس پانی کی کسی چیز کے مل جانے سے یہ حالت باقی نہ رہے اس سے وضو وغیرہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اس پانی سے وضو وغیرہ جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اس کے ایک وصف کو بدل دے جیسے رو کا پانی اور وہ پانی جس میں اشنان' صابن زعفران ملا ہوا ہو۔

فائدہ: پانی کے تین وصف ہیں رنگ' مزہ' بُو۔ اگر پانی میں کسی چیز کے مل جانے یا ایک جگہ دیر تک ٹھہرے رہنے سے ان میں سے ایک وصف بدل جاتا ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اگر دو وصف جاتے رہیں تو اس سے جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جس وقت کسی ٹھہرے ہوئے پانی میں کچھ نجاست گر جائے خواہ تھوڑی ہو یا بہت تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے نجاست سے پانی کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا "لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ" الخ یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں نہ پیشاب کرنا چاہیے اور نہ

جنابت کا غسل کرنا چاہیے اور فرمایا: ''اِذَا ستیقظ احدکم الخ'' یعنی جس وقت تم میں سے کوئی سو کر اٹھے تو وہ اپنے ہاتھ کو تین دفعہ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے کیونکہ اسے خبر نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

فائدہ: ٹھہرے ہوئے پانی میں نجاست گر جانے سے اس سے وضو جائز نہ ہونا خاص اس صورت میں ہے کہ وہ پانی دہ در دہ نہ ہو جیسے اکثر مسجدوں میں حوض بنے ہوئے ہیں چونکہ یہ دہ در دہ ہوتے ہیں اس لیے ان میں نجاست گر جانے پر بھی وضو کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: لیکن جاری پانی میں جس وقت نجاست گر جائے تو اس سے وضو کر لینا جائز ہے جب تک کہ اس نجاست کا اثر معلوم نہ ہو کیونکہ جاری پانی میں نجاست نہیں ٹھہرا کرتی۔

فائدہ: نجاست کے اثر سے یہ مراد ہے کہ اس کا رنگ اور مزہ اور بدبو پانی میں معلوم نہ ہو اور یہ حکم رقیق نجاست کا ہے لیکن جس وقت پانی میں کوئی مرا ہوا جانور پڑا ہو تو اگر اس کا اکثر حصہ یا نصف حصہ پانی میں ہے تو اس پانی کا استعمال جائز نہیں ہے اور اگر کم حصہ پانی میں ہے اور زیادہ حصہ باہر ہے اور پانی خوب زور سے بہہ رہا ہے تو اس کو استعمال میں لانا جائز ہے جس وقت اس میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔

ترجمہ: اور غدیرِ عظیم (یعنی بڑا حوض) وہ ہے جس کے ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو، جس وقت اس میں ایک طرف نجاست گر جائے تو دوسری طرف وضو کر لینا جائز ہے کیونکہ ظاہر بھی یہی ہے کہ اس طرف نجاست نہ پہنچی ہوگی۔

فائدہ: جس میں ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو اسے آبِ کثیر کہتے ہیں فقہاء نے اس کی مقدار دہ در دہ مقرر کر دی ہے اور اگر ادھر جنبش دینے سے ادھر بھی جنبش ہو تو اس پانی میں نجاست گر جانے پر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہے مثلاً مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو ان کے پانی میں مر جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اور نہ ان کے مر جانے سے خراب ہوتا ہے جو پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی، مینڈک، کیکڑا وغیرہ۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کھانے یا پینے کی چیز میں کوئی ایسا جانور

گرے جس میں بہتا ہوا خون نہ ہو تو اس چیز کا کھانا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ ناپاک کرنے والا وہی خون ہوتا ہے کہ جس کے اجزا اس جانور کے مرتے وقت اس چیز میں مل جائیں یہاں تک کہ ذبح کیا ہوا جانور اسی لیے حلال ہوتا ہے کہ اس میں خون نہیں ہوتا۔ علیٰ ھذا القیاس ان جانوروں میں بھی خون نہیں ہے اور حرام ہونے کے لیے نجاست کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسے مٹی کہ نجس نہیں لیکن اس کا کھانا حرام ہے۔

ترجمہ: اور مستعمل پانی کا استعمال طہارت احداث میں جائز نہیں ہے اور مستعمل پانی وہ ہے جس سے کوئی ناپاکی دھوئی گئی ہو یا قربت (الٰہی) کے ارادہ سے بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

فائدہ: طہارت احداث سے یہ مراد ہے کہ وضو ٹوٹ جانے کے بعد پھر وضو کرے اور مستعمل پانی میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پانی کا حکم مثل نجاست خفیفہ کے ہے جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھانا حلال ہے کہ اگر چوتھائی کپڑے سے زیادہ بھر جائے تو اس سے نماز جائز نہ ہوگی اور اگر کم لگے تو نماز جائز ہے یہی حکم ان کے نزدیک مستعمل پانی کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرسکتا یعنی وضو اس سے جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مثل نجاست غلیظہ کے ہے یعنی جیسے خون اور شراب وغیرہ کہ اگر یہ چیزیں اور مستعمل پانی کسی کپڑے وغیرہ پر مقدار درہم سے زیادہ لگ جائیں تو بلا پاک کیے نماز نہ ہوگی اور اگر کم لگے تو نماز ہو جائے گی اور ترجمہ میں قربت الٰہی سے مراد یہ ہے کہ ثواب کے لیے وضو کرے۔

کھال اور بالوں کا حکم ✱ **ترجمہ:** اور ہر کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اس پر نماز پڑھنا اور وضو کرنا جائز ہے سوائے سور اور آدمی کی کھال کے۔

فائدہ: یعنی ان دونوں کی کھالوں پر دباغت کے بعد بھی نماز وغیرہ نہیں ہوتی' سور کی کھال پر تو بوجہ پلیدی کے اور آدمی کی کھال پر بوجہ اس کی بزرگی کے نماز کے لیے نیچے بچھانے میں اس کی اہانت ہوگی۔

ترجمہ: مردار جانور کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں۔

فائدہ: یعنی ہمارے علماء کے نزدیک جس وقت ان میں خون وغیرہ کی کوئی آلائش نہ لگی ہوئی

ہو ورنہ آلائش کی وجہ سے ناپاک ہوں گے۔

کنویں کی پاکی اور ناپاکی کا بیان ✵ ترجمہ: اور جب کنوئیں میں نجاست گر جائے تو اول اس نجاست کو نکالا جائے اور پھر کنوئیں کو پاک کرنے کے لیے اس کا سارا پانی نکالا جائے پھر اس میں چوہا یا چڑیا یا ممولا یا بھجنگا یا چھپکلی گر کر مر گئی ہے تو ڈول کے چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے بیس سے لے کر تیس ڈول نکال دیئے جائیں۔

فائدہ: بیس ڈول نکالنے ضروری ہیں اور تیس نکال دینے مستحب ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کبوتر یا بلی یا مرغی گر کر مر گئی ہے تو اس صورت میں چالیس سے لے کر پچاس تک ڈول نکالے جائیں۔

فائدہ: ایک روایت میں ساٹھ تک نکالنا بھی ہیں لیکن اس طرح چالیس نکالنے ضروری ہیں اور اس سے زیادہ نکال دینے مستحب ہیں کیونکہ ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کنویں کے بارے میں فرمایا جس میں مرغی گر کر مر گئی تھی کہ اس میں سے چالیس ڈول پانی نکال دیا جائے اور اگر کنویں میں دو چوہے گر کر مر جائیں تو اس صورت میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ بیس سے تیس ڈول تک نکالیں اور اگر تین چوہے گر کر مر جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چالیس سے لے کر ساٹھ ڈول تک نکالیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہی بیس سے تیس تک ہیں اگر چار چوہے گر کر مر جائیں تب بھی یہی حکم ہے اور پانچ چوہے گر کر مر جائیں تو بالاتفاق چالیس سے ساٹھ تک ڈول نکالیں اور اگر چھ یا سات یا آٹھ یا نو گریں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر دس گر جائیں تو ان کا حکم ایک بکری کا سا ہے یعنی اس کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہیے۔

ترجمہ: اور اگر اس میں کتا یا بکری یا آدمی گر کر مر جائے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے۔

فائدہ: کتے کا کنویں میں گر کر مر جانا شرط نہیں ہے بلکہ اگر وہ زندہ بھی نکل آئے گا تب بھی سارا ہی پانی نکالا جائے گا اور یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے اگرچہ وہ زندہ نکل آئیں اور جس جانور کا جھوٹا مکروہ ہے اس کے کنویں میں گر جانے پر کنویں کا پانی بھی مکروہ ہوگا جس وقت وہ زندہ نکل آئیں تو اس میں سے دس ڈول پانی نکال دیا جائے۔

ترجمہ: اور اگر حیوان کنویں میں گر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو اس کا سارا پانی نکالنا چاہیے خواہ حیوان چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور ڈولوں کی گنتی اس اوسط درجہ کے ڈول کے اعتبار سے کر لی جائے گی جو ان شہروں کے کنوؤں پر (روزمرہ) استعمال کیا جاتا ہو پس اگر ایک چرس سے اس قدر پانی نکالا گیا جو اوسط درجہ کے بہت سے ڈولوں سے نکلتا ہو تو اس اوسط درجہ کے ڈول سے اس کا حساب کر لیا جائے گا۔

فائدہ: ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ڈولوں کی گنتی شرط نہیں ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک شرط ہے مثلاً اگر ایک ڈول ایسا کھینچا گیا جس میں اوسط درجہ کے بیس ڈولوں کا پانی آ سکتا ہے تو اس ایک ڈول کو تینوں اماموں کے نزدیک بیس ڈول شمار کریں گے اور امام زفرؒ کے نزدیک یہ ایک ہی ڈول شمار ہوگا اور انیس ڈول اور ایسے ہی کھینچنے پر کنواں پاک ہوگا اور فتویٰ ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہے۔

ترجمہ: اور اگر کنواں جاری ہے جو صاف نہیں ہو سکتا حالانکہ اس کا صاف کرنا ضروری ہے تو اس کے پانی کا اندازہ کر کے اس میں سے اتنا ہی پانی نکال دیں۔

فائدہ: کنویں کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا سوت کھلا ہوا ہو جس قدر پانی میں سے نکالیں اتنا ہی اور آ جائے اور ترجمہ میں اتنا ہی نکال دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اعتبار صرف اسی پانی کا ہے جو نجاست کنویں میں گرنے کے وقت تھا اندازہ کرنے کے بعد جس وقت اتنا پانی نکال دیا جائے گا تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اگرچہ سوت کھلا ہونے کی وجہ سے اس کا پانی کم بھی نہ ہو۔

ترجمہ: اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایسے کنویں میں سے دو سو سے لے کر تین سو ڈول تک نکال دیے جائیں۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مختلف اقوال ہیں امام ابو حنیفہؒ سے تین اقوال مروی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ ایسے کنویں میں سے سو ڈول پانی نکال دیں۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دو سو ڈول۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سارا پانی نکالیں لیکن سارا پانی نکالنے کی کچھ تفصیل

مروی نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے بھی چند قول ہیں۔

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ جن لوگوں کو پانی کے اندازہ کرنے کا ملکہ ہو تو جتنا وہ کہیں اتنا ہی پانی نکال دیا جائے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے پانی کو ناپ کر گہرائی و چوڑائی میں اس کے برابر ایک گڑھا کھودیں اور سب پانی اس میں ڈالتے جائیں جس وقت وہ گڑھا بھر جائے اس وقت سمجھ لیں کہ اب یہ کنواں پاک ہوگیا۔

اور امام محمدؒ کے بھی دو قول ہیں۔

۱۔ ایک قول میں دوسو ڈولوں سے ڈھائی سو تک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۲۔ اور دوسرے میں ڈھائی سو سے تین سو تک ہے۔

ترجمہ: اور جس وقت کنویں میں سے مرا ہوا چوہا وغیرہ نکلے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے اور نہ وہ پھولا پھٹا ہے تو جن لوگوں نے اس سے وضو کیا وہ ایک دن رات کی نمازوں کو لوٹائیں اور ان سب چیزوں کو دھوئیں جن کو اس کا پانی لگا ہو اور اگر وہ جانور پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ قول یہ ہے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ جانور کب گرا ہے ان لوگوں کے ذمہ کسی چیز کا لوٹانا نہیں ہے۔

آدمی اور دیگر حیوانات کے جھوٹے کا حکم ✻ ترجمہ: آدمی کا اور ان جانوروں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور کتے سور، جنگلی درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے اور بلی اور کوچہ گرد مرغی اور شکاری پرندوں کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔

ترجمہ: گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے پس اگر کسی کے پاس یہی (مشکوک) پانی اور مٹی ہے اور اور پانی نہیں ہے تو وضو اور تیمم دونوں کر لے اور ان میں سے جون سے سے چاہے شروع کر لے۔

فائدہ: ائمہ ثلاثہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وضو اور تیمم کی تقدیم و تاخیر میں اس شخص کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مقدم و مؤخر کرے۔ لیکن امام زفرؒ کا قول یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر تیمم کرے۔

باب التیمّم

تیمّم کے مسائل

ترجمہ: جو شخص مسافر ہو اور (سفر میں) اسے پانی نہ ملے یا کوئی شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل کے قریب یا اس سے زائد فاصلہ ہو یا پانی مل جائے لیکن یہ مریض ہو اور اندیشہ ہو کہ اگر پانی کو استعمال کرے گا تو مرض اور بڑھ جائے گا یا جنبی کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر پانی سے غسل کیا تو سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو ایسے لوگ پاک مٹی سے تیمم کر لیں۔

فائدہ: اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا والی وارث کوئی اور ہو یا کوئی عید کی نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ وغیرہ میں گیا اور نماز تیار ہے اور یہ ڈر ہے کہ وضو کرنے تک نماز جاتی رہے گی تو جائز ہے کہ تیمم کر لے جیسا کہ آگے متن میں اس کا بیان آئے گا۔

تیمّم کا طریقہ ✻ ترجمہ: تیمّم کی دو ضربیں ہیں ایک کو منہ پر ملے اور دوسری کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَ ضَرْبَةٌ لِلذِّرَاعَیْنِ۔ یعنی تیمّم دو ضربوں کا نام ہے ایک منہ کے لیے دوسری دونوں ہاتھوں کے لیے، پیروں پر تیمّم نہیں ہوتا اور تیمم میں استیعاب ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قائم مقام ہوتا ہے اور اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ تیمّم کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کرے اور انگوٹھی نکال لے تاکہ تیمّم میں نقص نہ رہے۔

ترجمہ: جنابت اور حدث میں تیمم یکساں ہے۔

فائدہ: یعنی فعل میں بھی اور نیت میں بھی کیونکہ مروی ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم ریتی کے رہنے والے ہیں، ہمیں ایک ایک اور دو دو مہینے تک پانی نہیں ملتا اور ہم میں جنبی وغیرہ سب طرح کے آدمی ہوتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ تم

پاک مٹی سے تیمّم کرتے رہا کرو۔

متفرقات ﷺ **ترجمہ:** امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ان چیزوں سے تیمّم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہوں جیسے مٹی ریت پتھر جست قلعی چونہ سرمہ ہڑتال اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مٹی اور ریت کے سوا اور کسی چیز سے جائز نہیں ہے۔

فائدہ: زمین کی جنس سے مراد یہ ہے کہ دھات کی قسم سے نہ ہو پس جو چیز گلانے سے گل جائے اس سے تیمّم جائز نہیں ہے جیسے سونا چاندی تانبا پیتل رانگ وغیرہ۔

ترجمہ: نیت تیمّم میں فرض ہے اور وضو میں مستحب ہے۔

فائدہ: یعنی تینوں اماموں کے نزدیک امام زفرؒ کا یہ قول ہے کہ دونوں میں مستحب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں میں فرض ہے۔

ترجمہ: اور تیمّم ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے کہ جن سے وضو ٹوٹتا ہے اور تیمّم پانی کے دیکھنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے جس وقت کہ اس کے استعمال کی قدرت ہو اور تیمّم پاک ہی مٹی سے کرنا جائز ہے۔

فائدہ: پاک ہی مٹی سے تیمّم جائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "صَعِیدًا طَیِّبًا" میں طیب سے مراد پاک مٹی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ مٹی پاکی کا ذریعہ ہے پس اسے بھی فی نفسہ پاک ہونا چاہیے جیسے کہ پانی۔

ترجمہ: اور جس شخص کو پانی نہ ملے اور (نماز کے) آخر وقت تک پانی مل جانے کی امید ہو تو اس کے لیے نماز کو اخیر وقت تک مؤخر کردینا مستحب ہے۔

فائدہ: یہاں امید سے مراد یقین یا ظن غالب ہے اور اگر ایسی امید پانی مل جانے کی نہ ہو تو پھر مستحب وقت سے نماز کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر پانی مل گیا تو وضو کر کے نماز پڑھ لے ورنہ تیمّم ہی سے جس قدر فرائض و نوافل چاہے پڑھ لے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ ایک تیمّم سے کئی وقتوں کے فرض ادا کرنا جائز ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ایک تیمّم سے ایک ہی وقت کے فرض ادا کرسکتا ہے چند فرض اس سے ادا کرنے جائز نہیں ہیں ہاں نفلیں جس قدر چاہے ادا کرے۔

ترجمہ: اور جس وقت کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا ولی کوئی اور ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو جنازہ کی نماز جاتی رہے گی تو ایسی صورت میں تندرست مقیم کے لیے بھی جائز ہے کہ تیمّم کر کے (اس جنازہ کی) نماز پڑھ لے۔

فائدہ: ولی اور مولیٰ کی قید اس لیے ہے کہ اسے تیمّم سے پڑھنی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دوبارہ بھی پڑھ سکتا ہے اور اس صورت میں تیمّم سے نماز جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''اِذَا جَآءَ تْکَ جَنَازَةٌ وَ اَنْتَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَتَیَمَّمْ'' یعنی اگر تمہارے پاس کوئی جنازہ آ جائے اور تمہیں وضو نہ ہو تو (اس کی نماز کے لیے) تم تیمّم کر لیا کرو۔

ترجمہ: اور یہی حکم اس شخص کے لیے بھی ہے جو عیدگاہ وغیرہ میں نماز کے لیے گیا ہو اور یہ خوف ہو کہ اب وضو کیا تو عید کی نماز فوت ہو جائے گی (تو یہ بھی تیمّم کر کے نماز پڑھ لے) اور اگر کسی جمعہ پڑھنے والے کو یہ خوف ہو کہ وضو کرنے تک جمعہ جاتا رہے گا تو اسے وضو ہی کرنا چاہیے پھر اگر جمعہ مل جائے تو جمعہ کی نماز پڑھ لے ورنہ ظہر کے چار فرض پڑھ لے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے لیے تیمّم نہ کرے کیونکہ جمعہ نہ ملنے پر ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ: اور ایسے ہی اگر نماز کا وقت تنگ ہو گیا ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو وقت بالکل جاتا رہے گا یہ شخص بھی تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کر کے اپنی قضا نماز پڑھ لے اور جب مسافر اپنے اسباب میں پانی رکھ کر بھول گیا اور اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس وقت پانی یاد آ گیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز کو نہ پھیرے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پھیرے۔

فائدہ۔ مسافر کی قید یہاں اتفاقی ہے کیونکہ اس صورت میں مقیم کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ قاضیخان میں اس کی تصریح ہے مصنف نے یہ قید اس لیے بڑھا دی ہے کہ اکثر مسافر ہی پانی ساتھ رکھا کرتے ہیں اور اسباب رکھنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر پانی سواری کے اوپر تھا یا اس کی گردن میں لٹکا ہوا تھا یا سامنے رکھا ہوا تھا پھر اس نے بھول کر تیمّم سے نماز پڑھ لی تو یہ نماز بالاتفاق جائز نہ ہو گی کیونکہ اس بھولنے کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: جب تیمّم کرنے والے کو غالب گمان یہ نہ ہو کہ میرے قریب پانی ہے تو اس پر پانی تلاش کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر اسے یہ غالب گمان ہے کہ یہاں کہیں پانی ہے تو پانی کو تلاش

کیے بغیر اسے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ اگر پانی قریب ہونے کی کوئی علامت مثلاً سبزہ یا کھالے وغیرہ کچھ معلوم ہوں تو اسے پانی تلاش کرنا ضروری ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ خواہ کوئی علامت معلوم ہو یا نہ ہو وہ شخص اپنے چاروں طرف دائیں بائیں آگے پیچھے ایک ایک میل پانی کو تلاش کرے اگر نہ ملے تب تیمّم کر کے نماز پڑھے اور اگر کوئی کسی اور تلاش کرنے والے کو بھیج دے تو اس کا تلاش کرنا اس کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر سفر میں اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے تو چاہیے کہ تیمم کرنے سے پہلے اس سے پانی مانگے پس اگر وہ نہ دے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔

فائدہ: اور اگر وہ دے دے تو وضو کر کے نماز پڑھے پانی مانگنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ اتنا پانی دے دے گا اور اگر بلا مانگے نماز پڑھ لی پھر وہ پانی دینے لگا تو اب نماز کو نہ پھیرے اور اگر اس نے پانی مانگا اور اس نے نہ دیا اور اس نے تیمّم سے نماز پڑھ لی پھر دوسرا ساتھی پانی دینے لگا تو اب بھی نماز کو نہ پھیرے۔

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

ترجمہ: موزوں پر مسح کرنا سنت کی وجہ سے جائز ہے ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو (اور جس وقت وضو کی حالت میں موزوں کو پہن کر حدث ہوا ہے)

فائدہ: ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو اس سے مراد یہ ہے کہ جو حدث باعث غسل ہو اس میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور سنت کی وجہ سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسح کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

مسح کی مدت ✻ **ترجمہ**: پس اگر مقیم ہے تو ایک رات دن مسح کرے اور اگر مسافر ہے تو تین رات دن کرے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "یَمْسَحُ الْمُقِیْمُ یَوْمًا وَّ لَیْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ وَّ لَیَالِیْهَا۔" یعنی مقیم ایک رات دن مسح کرے اور مسافر تین رات دن۔

ترجمہ: اور مسح کا زمانہ حدث کے بعد سے شروع ہوتا ہے (یعنی حدث کے وقت سے نہ کہ پہننے کے وقت سے)۔

فائدہ: مثلاً کسی نے صبح کے وقت وضو کر کے موزوں کو پہن لیا پھر ظہر کے وقت اسے حدث ہوا تو دوسرے روز ظہر ہی کے وقت مسح باطل ہوگا کیونکہ ظہر ہی کے وقت سے مسح کا زمانہ بھی شروع ہوا تھا۔

مسح کا طریقہ ※ ترجمہ: اور موزوں کا مسح ان کے اوپر کرنا چاہیے اس طرح کہ پیروں کی انگلیوں سے لے کر پنڈلی تک ہاتھوں کی انگلیوں سے (سیدھے) خط ہو جائیں۔

فائدہ: اس مسح کا مسنون طریقہ یہی ہے جو متن میں بیان ہوا ہے اور اگر کسی نے ہتھیلی سے کر لیا تب بھی مسح ہو جائے گا مسح کی صورت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں داہنے پیر کی انگلیوں پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پیر کی انگلیوں پر رکھ کر ایک ہی دفعہ پنڈلی کی طرف کو ٹخنے سے اوپر تک کھینچ دے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے یہی مسنون ہے ہمارے نزدیک یہ مسح فقط اوپر ہی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں طرف ہے۔

ترجمہ: اور (اس مسح میں) ہاتھوں کی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار فرض ہے۔

فائدہ: یعنی اگر تین ثابت انگلیوں سے مسح نہ کیا بلکہ کم سے کیا تو وہ مسح نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور ایسے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں ہے جس میں زیادہ پھٹن ہو یعنی پیر کی تین انگلیاں نظر آتی ہوں اور اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے۔

فائدہ: اس جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً موزہ تھوڑا سا پھٹا ہوا ہوتا ہی ہے پس زیادہ تنگی نہ ہونے کے لیے یہ معاف ہے اور یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اگر چند سوراخ سوئی کی نوک کے برابر بھی ہوں تو مسح جائز نہیں ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جب تک وہ اس موزے کو پہن کر راہ چل سکتا ہے اس پر مسح جائز ہے۔

: اور ایسے شخص کا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے جس پر غسل واجب ہو۔

فائدہ: یعنی جنبی کو موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابت عادۃً ہر وقت نہیں ہوتی لہٰذا موزوں کے نکالنے میں زیادہ حرج نہیں ہے بخلاف حدث کے کہ وہ اکثر ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔

مسح کو توڑنے والی صورتیں ✻ ترجمہ: اور جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہی موزوں کے مسح کو بھی توڑتی ہیں اور اسے موزوں کا نکالنا اور مدت کا تمام ہونا بھی توڑ دیتا ہے۔

فائدہ: یعنی وضو ٹوٹنے کے بعد موزوں کے نکالنے سے بھی مسح جاتا رہتا ہے کیونکہ موزہ حدث کے اثر سے مانع ہوتا ہے اور جب موزہ نکال لیا تو مانع نہ ہونے کی وجہ سے حدث کا اثر پیر میں ہو جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے موزہ کی پھٹن کو بھی اس مسح کو توڑنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔

ترجمہ: پس جب مسح کی مدت تمام ہو جائے (اور وضو ہو) تو دونوں کو نکال کر پیروں کو دھوئے اور نماز پڑھے اور باقی وضو کو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے کہ مدت تمام ہونے کے بعد اگر وضو ہے تو فقط پیر دھوئے اور سارا وضو نہ کرے ورنہ از سر نو وضو کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ہو یا نہ ہو از سر نو وضو کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی مقیم نے مسح شروع کیا پھر ایک رات دن تمام ہونے سے پہلے وہ مسافر ہو گیا تو پورے تین دن رات مسح کرے اور اگر کسی مسافر نے مسح شروع کیا تھا پھر وہ مقیم ہو گیا (یعنی شہر میں اپنے پہنچ گیا یا اقامت کی نیت کر لی) تو اگر وہ ایک رات دن یا اس سے زیادہ مسح کر چکا ہے تو موزوں کو نکال لے (اور پیروں کو دھوئے) اور اگر اس سے کم کیا ہے تو ایک رات دن پورا مسح کرے اور جس نے موزے کے اوپر جرموق پہن لی تو وہ اسی پر مسح کر لے۔

فائدہ: جرموق ایک قسم کا جوتا ہوتا ہے جسے موزے پر پہنتے ہیں وہ سارے قدم کو مع کسی قدر پنڈلی کے ڈھک لیتا ہے اس پر مسح جائز ہے۔

موزوں کی اقسام ✻ ترجمہ: جرابوں پر مسح کرنا (امام ابوحنیفہ کے نزدیک) جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ مجلد یا منعل ہوں اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے جس وقت وہ ایسی غف

ہوں کہ ان میں سے پیر کی کھال نظر نہ آتی ہو۔

فائدہ: مجلد اس کو کہتے ہیں جس پر ہر طرف چمڑہ لگا ہوا ہو اور منعل وہ ہے کہ جس کے صرف تلے پر چمڑا لگا ہوا ہو اور اس مسئلہ کی صرف چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جراب سخت بنی ہوئی یعنی غف ہو اور مجلد یا منعل بھی ہو تو اس پر بالاتفاق مسح جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ سخت بنی ہوئی ہو اور مجلد یا منعل بھی نہ ہو تو اس پر بالاتفاق مسح جائز نہیں ہے۔ تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ صورت یہ ہے کہ سخت بنی ہوئی ہو اور مجلد اور منعل نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے چوتھے یہ کہ صرف مجلد یا منعل ہو تو اس پر بھی بالاتفاق جائز ہے۔

متفرقات ✻ ترجمہ: پگڑی، ٹوپی، برقع، دستانہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ ان چیزوں کے نکالنے اور اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور آسانی حرج رفع کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

ترجمہ: اور (زخم پر بندھی ہوئی) پٹیوں پر مسح کرنا جائز ہے اگرچہ بے وضو باندھی ہوں پس اگر کوئی پٹی بغیر زخم کے اچھے ہوئے (کھل کر) گر پڑے تو مسح باطل نہ ہوگا اور اگر زخم اچھا ہونے پر گرے تو مسح باطل ہو جائے گا۔

فائدہ: موزے اور پٹی کے مسح میں کئی فرق ہیں (۱) ایک یہ کہ موزے کی مسح کی مدت مقرر ہے اور پٹی کے مسح کی مقرر نہیں ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ اگر موزہ بے وضو پہنے تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پٹی بے وضو باندھ لی تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ (۳) تیسرے یہ کہ اگر موزہ پیر سے نکل جائے تو مسح باطل ہو جاتا ہے اور پٹی بغیر زخم کے اچھے ہونے کے کھل کر گر پڑے تو مسح باطل نہ ہوگا۔

باب الحیض

حیض کے مسائل

: حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور تین رات ہے اور جو (خون) اس سے بھی کم

آئے تو وہ حیض نہیں استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کے دس دن ہیں اور جو اس سے بھی زیادہ ہو جائے تو وہ بھی استحاضہ ہے۔

فائدہ: یہ حکم جو متن میں مذکور ہے یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کم مدت ایک روز ہے اور زیادہ مدت پندرہ روزہ اور امام مالکؒ کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہے اور زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں۔

حیض کے رنگ ✱ **ترجمہ:** اور جو عورت حیض کے دنوں میں (خون کا رنگ) سرخ یا زرد یا سیاہ دیکھے تو یہ سب حیض ہے یہاں تک کہ خالص رنگ سفید دیکھے۔

فائدہ: یعنی جب عورت خالص سفیدی دیکھے تو اس کے حیض کے دن ختم ہو گئے اور وہ پاک ہے اور حیض کے سیاہ خون میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شروع اور آخر میں سیاہی حیض ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شروع میں سیاہ خون آئے تو حیض نہیں اور آخر میں آئے تو حیض ہے۔

احکام حیض کا بیان ✱ **ترجمہ:** اور حیض حیض والی (کے ذمہ) سے نماز کو ساقط کرتا ہے اور اسے روزہ رکھنا حرام ہے اور روزہ قضا کیا جاتا ہے (یعنی بعد میں رکھ لیا جاتا ہے) اور نماز قضا نہیں کی جاتی اور نہ اس عورت کو مسجد میں جانا جائز ہے اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہے اور نہ اس کا خاوند اس کے پاس آئے (یعنی صحبت نہ کرے) اور نہ حائض اور جنبی کو قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے اور نہ بے وضو (اور حیض والی) کو بغیر غلاف کے قرآن شریف کا چھونا جائز ہے۔

فائدہ: حیض کے یہ سات احکام ہیں جو متن میں بیان ہوئے ہیں ان کے علاوہ آٹھواں حکم اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے تو تین حیض اس کی عدت میں گزارے۔ اگر قرآن شریف کی چولی اس میں سلی ہوئی ہے تو وہ بھی قرآن کے حکم میں ہے ورنہ اسے ہاتھ لگانا جائز ہے۔ متن میں غلاف سے مراد جزدان ہے۔

ترجمہ: اور جب حیض کا خون (آنا) دس روز سے پہلے موقوف ہو جائے تو اس سے صحبت جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کر لے اور اس پر ایک کامل نماز کا وقت گذر جائے اور اگر

اس کا خون دس روز میں موقوف ہوا ہے تو اس سے صحبت غسل سے پہلے بھی جائز ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت کا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر غسل کے صحبت جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جب حیض کے دنوں میں دوخونوں کے بیچ میں پاکی ہو جائے (یعنی خون آنا بند ہو جائے) تو یہ جاری خون کے حکم میں ہے۔

فائدہ: یعنی دس روز کے اندر اگر دوخونوں کے بیچ میں پاکی واقع ہو تو یہ پاکی بھی مثل خون جاری کے ہے۔

ترجمہ: اور پاکی کے کم از کم پندرہ روز ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

فائدہ: یعنی جب عورت پاک رہنے لگے تو وہ نماز روزہ سب کرے اگرچہ ساری عمر اسی طرح گذر جائے۔

استحاضہ کا بیان ❋ ترجمہ: اور استحاضہ کا خون وہ ہے جو تین روز سے کم یا دس روز سے زیادہ تک آئے۔

فائدہ: اصل میں استحاضہ کے پانچ خون ہیں۔ دو یہ جو متن میں بیان ہوئے اور تیسرا وہ جو نو برس کی عمر سے پہلے آئے چوتھا وہ کہ جو حمل کی حالت میں آئے پانچواں وہ کہ جو ولادت کے بعد چالیس روز سے زیادہ تک آئے۔

مستحاضہ اور دیگر معذورین کے احکام ❋ ترجمہ: دم استحاضہ کا حکم مثل نکسیر کے حکم کے ہے کہ نماز اور روزہ اور صحبت کو منع نہیں کرتا اور جب خون دس روز سے زیادہ آئے اور اس عورت کی عادت مقرر ہے تو عادت کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: اس رجوع کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ عادت کے ایام کے بعد اس نے جو نمازیں ترک کی ہیں ان کی قضا کرے اور اگر کسی کی عادت مقرر نہیں ہے تو اس کے دس روز حیض کے ہوں گے اور باقی استحاضہ کے۔

: اور اگر عورت استحاضہ ہی کی حالت میں بالغ ہوئی تو ہر مہینے کے دس روز حیض میں

شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ میں اور مستحاضہ عورت اور جسے سلس البول ہو یا ہر وقت نکسیر جاری رہتی ہو یا ناسور ہو تو یہ لوگ ہر وقت کی نماز کے لیے نیا وضو کیا کریں اور وقت کے اندر اس وضو سے جس قدر فرض اور نفلیں چاہے پڑھ سکتے ہیں اور جب وقت نکل جائے گا تو ان کا وضو باطل ہو جائے گا اور ان کو ہر نماز کے لیے جدید وضو کرنا لازم ہے۔

فائدہ: فقہاء کی اصطلاح میں سلس البول وغیرہ مرض والوں کو صاحب عذر کہتے ہیں ہمارے علماء کے نزدیک وقت رہنے تک یہ جس قدر چاہیں ایک وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک فرض اور نفلیں جس قدر چاہیں پڑھ سکتے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک فقط ایک فرض اور ایک ہی نفل پڑھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ فقہاء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ صاحب عذر کا وضو وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے یا کہ دوسرا وقت شروع ہو جانے سے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ فقط وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے۔ اور امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک وقت نکلنے اور دوسرا وقت شروع ہونے دونوں سے باطل ہوتا ہے۔

امام زفرؒ کے نزدیک دوسرے وقت کے شروع ہو جانے سے باطل ہوتا ہے اس اختلاف کا فائدہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا۔

مثلاً اگر کسی صاحب عذر نے صبح کی نماز وضو کر کے پڑھی تو ہمارے علماء کے نزدیک اس وضو سے چاشت کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ صبح کا وقت نکل جانے سے اس کا وضو باطل ہو چکا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک چاشت کی نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک دوسرا وقت شروع ہونے سے وضو باطل ہوگا اور اسی طرح اگر کسی نے چاشت کی نماز کے لیے وضو کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک نہیں پڑھ سکتا اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے۔

نفاس ✽ **ترجمہ:** اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آئے اور جو خون حاملہ عورت کو آئے یا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ولادت کے وقت آئے وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: اگرچہ یہ خون حیض کے نصاب کو پہنچ جائے تب بھی یہ استحاضہ ہی شمار ہوگا کیونکہ حاملہ کو

حیض نہیں آیا کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ رحم کا منہ بچہ اندر ہونے کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے اور حیض ونفاس کا خون رحم ہی سے آتا ہے بخلاف استحاضہ کے وہ فرج سے آتا ہے نہ کہ رحم سے۔

ترجمہ: نفاس کی کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور جو اس سے زیادہ دنوں تک آئے وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی کم مدت کی تو کوئی حد نہیں ہے لیکن زیادہ مدت ان کے نزدیک ساٹھ دن ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ستر دن ہے۔

ترجمہ: اور جب چالیس دن سے زیادہ تک خون آئے اور نفاس میں اس عورت کی پہلے سے کوئی عادت مقرر ہو تو اس کی عادت ہی کے ایام کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس کی کوئی عادت مقرر نہ تھی تو چالیس دن اس کے نفاس کے ہوں گے (اور باقی استحاضہ کے)۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے جس کا لحاظ کیا جائے گا تو نفاس کی زیادہ مدت کو لے لیں گے کیونکہ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی عورت کے دو بچے جڑواں پیدا ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آیا ہے وہی نفاس مانا جائے گا۔ اور امام محمدؒ اور امام زفر رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ دوسرے بچے کے بعد سے (شمار) ہوگا۔

باب الانجاس

باب نجاستوں کے بیان میں

ترجمہ: نماز پڑھنے والے کو اپنا بدن اور اپنا کپڑا اور جس جگہ نماز پڑھتا ہے تینوں کو نجاست سے پاک کرنا واجب ہے۔

فائدہ: یہاں جگہ سے اپنے کھڑے ہونے اور سجدہ کرنے اور بیٹھنے کی جگہ مراد ہے۔

ترجمہ: اور نجاست کو پانی سے اور ہر ایسی بہنے والی چیز سے دھونا جائز ہے کہ جس سے وہ نجاست دور ہو جائے جیسے سرکہ اور گلاب۔

فائدہ : پانی سے مطلق پانی مراد ہے اور گلاب وغیرہ سے مقید پانی مقصود ہے نجاست کو مطلق پانی سے تو بالاتفاق دھونا جائز ہے لیکن مقید پانی سے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جب کوئی جسم دار نجاست موزے کو لگ کر خشک ہو جائے تو اسے زمین سے مل کر اس سے نماز پڑھ لینی جائز ہے۔

فائدہ : جسم دار نجاست سے یہ مراد ہے کہ خشک ہو جانے کے بعد اس کا رنگ اور اثر باقی رہے۔ جیسے لید، پاخانہ، خون، منی ہوتی ہیں۔ ان کا حکم نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے یہ ہے کہ اگر تر ہے تو موزے کو دھو لینا چاہیے اور اگر خشک ہو گیا ہے تو فقط زمین سے مل دینا کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خشک ہو یا تر دھونے ہی سے پاک ہوگا۔

ترجمہ: منی ناپاک ہے تر کو دھونا واجب ہے اور جب کپڑے پر لگ کر خشک ہو جائے تو پھر اسے ہاتھوں سے مل دینا کافی ہے۔

فائدہ : یہ حکم امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک کپڑا ابلا دھوئے پاک نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور جس وقت نجاست آئینہ کو یا تلوار کو لگ جائے تو ان دونوں کو مل دینا ہی کافی ہے۔

فائدہ : یہ حکم بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان کو بھی دھونا لازم ہے۔

ترجمہ: اور اگر نجاست زمین کو لگ کر خشک ہو جائے اور اس کا نشان (بالکل) جاتا رہے تو اس جگہ نماز پڑھنی جائز ہے اور اس سے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ : یہ حکم امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی جائز نہیں ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک دونوں جائز ہیں۔

نجاست کی قسمیں ✽ ترجمہ: اور جس (کپڑے وغیرہ) کو ایک درم کے برابر یا اس سے کم نجاست غلیظہ جیسے خون۔ پیشاب، پاخانہ، شراب (وغیرہ) لگ جائے تو اس سے نماز پڑھنی جائز ہے اور اگر زیادہ لگ جائے تو جائز نہیں ہے۔

فائدہ: درہم سے کم ہونے سے مراد یہ ہے کہ سوئی کی نوک کے برابر مہین مہین چھینٹے پڑ جائیں چونکہ ان سے بچنا مشکل ہے اس لیے یہ معاف ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان سے بھی کپڑا وغیرہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کپڑے وغیرہ کو نجاست خفیفہ لگ جائے جیسے ان جانوروں کا پیشاب وغیرہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو جب تک چوتھائی کپڑا نہ بھرے اس سے نماز ہو جاتی ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں اختلاف ہے یہ حکم جو متن میں مذکور ہوا امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ایسا سارا کپڑا بھی تر ہو جائے تب بھی اس کپڑے سے نماز جائز ہے۔

نجاست سے پاکی کا طریقہ ٭ **ترجمہ**: اور جس نجاست کو دھونا واجب ہے اس کا پاک کرنا دو طرح پر ہے پس جو نجاست آنکھوں سے معلوم ہوتی ہو (یعنی رنگدار ہو) تو اس کا پاک ہونا یہی ہے کہ اس کا اثر (اور رنگ) جاتا رہے ہاں اگر ایسا داغ ہے کہ اس کا جانا مشکل ہے تو وہ معاف ہے اور جو نجاست آنکھوں سے نظر نہ آتی ہو تو اس کا پاک ہونا یہ ہے کہ اس قدر دھوئے کہ دھونے والے کو غالب گمان یہ ہو جائے کہ اب کپڑا پاک ہو گیا ہے۔

فائدہ: داغ دھونے میں مشکل ہونے سے یہ مراد ہے کہ پانی کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت پڑے جیسے صابن وغیرہ تو ایسا کرنا واجب نہیں ہے اور اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ عین نجاست زائل ہونے کے بعد دھونا ضروری نہیں ہے۔

استنجے کا بیان ٭ **ترجمہ**: استنجا کرنا سنت (مؤکدہ) ہے پتھر اور ڈھیلے وغیرہ (پاک چیزیں) اس کے لیے کافی ہیں۔ مخرج کو یہاں تک پونچھے کہ صاف ہو جائے اور اس میں کوئی عدد مسنون (معین) نہیں ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اور اگر نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر جائے تو اس کو پانی سے یا (ہر) بہنے والی چیز سے دھونا لازم ہے۔

فائدہ: امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں فقط پانی ہی سے دھونے سے پاک ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ پانی کے علاوہ اور تمام بہنے والی چیزوں سے بھی دھونا جائز ہے جیسے گلاب وغیرہ کہ جن سے نجاست زائل ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: ہڈی اور لید اور کھانے کی چیز (جیسے نمک وغیرہ) اور داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: بعض علماء نے استنجے کی چھ قسمیں لکھی ہیں یعنی (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) مکروہ (۶) بدعت۔

۱۔ فرض وہ ہے کہ نجاست مخرج کے علاوہ ایک درہم سے زیادہ بدن کو لگ گئی ہو۔

۲۔ واجب وہ ہے کہ ایک درہم کے برابر ہو۔

۳۔ سنت وہ ہے کہ ایک درہم سے کم ہو۔

۴۔ مستحب وہ ہے کہ ناپاکی نے مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو۔

۵۔ مکروہ وہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرلے۔

۶۔ بدعت وہ ہے کہ کوئی چیز لگی نہ ہو اور استنجاء کرلے۔

کتاب الصلوٰۃ

اوقاتِ نماز کا بیان

جب صبح صادق ہو تو وہ فجر کی نماز کا اول وقت ہے۔ صبح صادق ایک سپیدی ہے جو آسمانوں کے کناروں میں پھیلتی ہے فجر کی نماز کا آخر وقت وہ ہے کہ جب تک آفتاب طلوع نہ ہو اور جب آفتاب ڈھل جائے تو ظہر کا اول وقت ہو جاتا ہے اور اس کا آخر وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے سوا دو مثل ہو جائے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ڈھل جائے تو ظہر کا آخر وقت ہو جاتا ہے اور جب دونوں قولوں کے مطابق ظہر کا وقت نکل جائے تو وہ عصر کا اول وقت ہے اور آخر وقت عصر کا وہ ہے کہ جب تک آفتاب غروب نہ ہو اور جب آفتاب غروب ہو جائے تو وہ مغرب کا اول وقت ہے اور آخر وقت اس کا وہ ہے کہ جب تک شفق نہ چھپے اور شفق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ سپیدی ہے جو سرخی کے بعد آسمان کے کناروں میں معلوم ہوا کرتی ہے اور امام

ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس سرخی ہی کو شفق فرماتے ہیں اور جب یہ شفق چھپ جائے تو عشاء کا اول وقت ہو جاتا ہے اور آخر وقت عشاء کا اس وقت تک ہے کہ جب تک صبح صادق نہ ہو اور وتر نماز کا اوّل وقت عشاء (کی نماز) کے بعد ہے اور ان کا آخر وقت وہ ہے کہ جب تک صبح صادق نہ ہو۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وتر اور عشاء کی نماز کا وقت ایک ہی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ فرض پہلے پڑھے پھر سنتیں پھر وتر اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وتر نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہی ہوتا ہے اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا۔ مثلاً کسی شخص نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر وتر نماز کو آخر شب میں پڑھا بعد میں اسے یاد آیا کہ میں نے عشاء کی نماز بے وضو پڑھی ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فقط عشاء کی نماز کو پھیر لینا چاہیے وتر نماز کو پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وتر اور عشاء کی نماز دونوں کو پھیرے۔

ترجمہ: اور صبح کی نماز روشنی میں پڑھنا اور ظہر کی نماز گرمی کے موسم میں تاخیر کر کے پڑھنا اور جاڑوں میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے علیٰ ہذا القیاس عصر کو اس قدر مؤخر کرے کہ دھوپ میں زردی نہ آئے اور مغرب کو اول وقت پڑھنا اور عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنا (بھی) مستحب ہے اور جس شخص کو تہجد پڑھنے کا شوق ہو تو اس کے لیے وتر نماز کو آخر شب تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور اگر (تہجد کے وقت) آنکھ کھلنے پر اعتماد نہ ہو تو وتر نماز کو سونے سے پہلے ہی پڑھ لے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ خَافَ اَنْ لَا یَقُوْمَ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهٗ. (الحدیث)

''یعنی جسے یہ اندیشہ ہو کہ میں آخری شب میں نہ اٹھ سکوں گا تو اسے اول ہی شب میں وتر پڑھ لینا چاہیے۔''

باب الاذان

اذان کے مسائل

: پانچوں وقت کی نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان پڑھنا سنت ہے نہ کہ [illegible] روں کیلئے۔

فائدہ: نہ کہ اوروں کے لیے جیسے وتر' تراویح' جنازہ اور عید کی نماز خسوف اور کسوف کی نماز ان کے لیے اذان مسنون نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اذان میں ترجیع نہیں ہے۔

فائدہ: ترجیع کے معنی یہ ہیں کہ اول شہادتین کو آہستہ کہے اور پھر پکار کر کہے۔ امام شافعیؒ اذان میں ترجیع ہونے کے قائل ہیں۔

ترجمہ: اور فجر کی اذان میں (حی علی الفلاح کے بعد) الصلوٰۃ خیر من النوم دوبار کہے اور تکبیر (بھی) مثل اذان کے ہے مگر تکبیر میں حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دوبار کہے اور اذان ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور تکبیر کو برابر پڑھتا جائے اور دونوں کو قبلہ رخ ہو کر پڑھے پس جس وقت (حی علی الصلوٰۃ) اور (حی علی الفلاح) پر پہنچے تو اپنے منہ کو داہنی اور بائیں طرف پھیرے۔

فائدہ: یعنی (حی علی الصلوٰۃ) کو داہنی طرف منہ کر کے کہے اور (حی علی الفلاح) کو بائیں طرف منہ کر کے اور پیروں کو پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر کوئی اونچی جگہ مثل منارہ کے ہو۔ اور وہاں فقط منہ پھیرنا کافی نہ ہو تو ایسی جگہ پیروں سے اِدھر اُدھر پھر جائے۔

ترجمہ: اور فوت شدہ نماز کے لیے (بھی اذان اور تکبیر پڑھے) اور کسی کی بہت سی نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو پہلی نماز کے لیے اذان اور تکبیر پڑھے اور باقی نمازوں میں اسے اختیار ہے چاہے اذان اور تکبیر دونوں پڑھے اور چاہے فقط تکبیر پر اکتفا کرے۔ اور اذان اور تکبیر وضو سے پڑھنی چاہیے اگر کسی نے بغیر وضو اذان کہہ دی تب بھی جائز ہے (یعنی بلا کراہت) اور تکبیر بے وضو کہنی مکروہ ہے علیٰ ہذا القیاس جنبی کو اذان کہنی بھی مکروہ ہے۔

فائدہ: یعنی جنبی کو اذان کہنی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تکبیر کہنی جائز ہی نہیں ہے اور وقت ہونے سے پہلے اذان کہنی جائز نہیں ہے لیکن فجر میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقت سے پہلے بھی جائز ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بھی امام ابو یوسف کے موافق ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے جب تک کہ صبح کی نماز کا وقت نہ ہو جائے۔

باب شروط الصلوٰة التی تتقدمها

نماز کی ان شرطوں کا بیان جو نماز پر مقدم ہیں

ترجمہ: نمازی پر واجب ہے کہ ناپاکیوں اور پلیدیوں سے اول اپنے بدن وغیرہ کو پاک کر لے جیسا کہ ہم (نجاستوں کے بیان میں) پہلے بیان کر چکے ہیں اور اپنی تمام عورت کو چھپائے۔

فائدہ: بعض فقہاء نے نماز کی چھ شرطیں لکھی ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ بے وضو ہو تو وضو کر لے۔

۲۔ دوسرے نجاست کو دھوئے۔

۳۔ تیسرے ستر عورت کو چھپائے۔

۴۔ چوتھے قبلہ کی طرف منہ کرے۔

۵۔ پانچویں نماز کا وقت ہو جائے۔

۶۔ چھٹے نیت ہو جنہیں آگے مصنف بھی بیان کریں گے۔

ترجمہ: مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنہ ستر ہے ناف ستر نہیں ہے اور آزاد عورت کا ستر سوائے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سارا بدن ستر ہے۔

فائدہ: صحیح مذہب یہ ہے کہ جیسے آزاد عورت کی دونوں ہتھیلیاں ستر نہیں ہیں اسی طرح دونوں قدم بھی ستر نہیں ہیں۔

ترجمہ: اور جو مرد کا ستر ہے وہی لونڈی کا بھی ستر ہے اور دو چیزیں اس کے ستر میں زیادہ ہیں یعنی اس کی پیٹھ اور پیٹ بھی ستر ہے اور اس کے سوا اور اس کا بدن ستر نہیں ہے اور جسے پلیدی دھونے کے لیے پانی وغیرہ نہ ملے تو وہ اس پلیدی کے ساتھ نماز پڑھ لے اور پھر نماز کو نہ پھیرے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے چاہے اس کپڑے کو اتار کر بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور چاہے اسی کپڑے سے کھڑے ہو کر پڑھ لے۔ اور افضل یہی ہے کہ اس کپڑے سے کھڑے ہو کر پڑھے۔ اور امام محمدؒ کے

نزدیک کھڑے ہوکراسی کپڑے سے پڑھنی جائز ہے ننگے ہوکے بیٹھ کے پڑھنی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جس کے پاس کپڑا نہ ہو وہ بیٹھ کر ننگا ہی نماز پڑھ لے اور رکوع وسجدہ اشارے سے کرے۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے کپڑا نہ ہونے کے وقت اسی طرح کیا ہے اور اس طرح بیٹھے کہ اپنے دونوں پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلائے تاکہ حتی الوسع پردہ زیادہ ہوجائے۔

ترجمہ: اگر کسی نے کپڑا نہ ہونے کی صورت میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ لی تب بھی نماز ہو جائے گی اور افضل بیٹھ کر ہی پڑھنی ہے۔ اور جس نماز کو پڑھنا شروع کرنا ہے اس کی نیت کرے۔ نیت اور تکبیر کے درمیان میں کوئی کام نہ کرے اور قبلہ کو منہ کرے ہاں اگر کوئی اندیشہ ہوتو اس سے جس طرف ہوسکے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

فائدہ: قبلہ رُو ہونے کی فرضیت اللہ کے حکم سے ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا: **فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ** "یعنی اپنے مونہوں کو قبلہ رخ کرلو" پھر جو شخص مکہ ہی میں ہوتو اس پر فرض ہے کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے رہے اور جو مکہ میں نہ ہو اس پر قبلہ رخ ہونا فرض ہے یہی مذہب صحیح ہے۔

ترجمہ: اگر کسی کو قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ وہاں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس سے قبلہ دریافت کرے تو وہ اپنے دل میں غور کرے اور (جس طرف غالب گمان ہو اسی طرف منہ کر کے) نماز پڑھ لے پھر اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ (جس طرف نماز پڑھی ہے) اس طرف قبلہ نہیں ہے تو اس پر نماز کو پھیرنا لازم نہیں ہے اور اگر نماز ہی میں معلوم ہوگیا تو قبلہ کی طرف پھر جائے اور باقی نماز کو پورا کرے۔

فائدہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ قبا والوں نے جس وقت نماز میں قبلہ کے بدل جانے کو سنا تو وہ نماز ہی میں قبلہ رخ ہو گئے اور نبی ﷺ نے اس فعل پر ان کی تعریف کی۔

باب صفة الصلوٰة

نماز کا بیان

: نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراءت (۴) رکوع (۵) سجود (۶) اخیر کا قعدہ تشہد کی مقدار اور جو اس سے زیادہ ہو وہ سنت ہے۔

فائدہ: بعض فقہاء نے رکوع و سجود کو ایک چیز شمار کیا ہے اور سلام وغیرہ کے ساتھ نماز سے نکلنے کو چھٹی چیز شمار کیا ہے۔ لیکن یہ امام ابوحنیفہ ہی کے نزدیک فرض ہے اسی پر فتویٰ ہے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اور ایسے ہی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا اور سجدوں کے درمیان بیٹھنا امام ابویوسفؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

نماز پڑھنے کی ترکیب کا بیان

ترجمہ: اور جب آدمی نماز شروع کرے تو اللہ اکبر کہے اور اس کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابلہ میں ہو جائیں۔ پھر اگر کسی نے اللہ اکبر کے بدلے میں اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمٰن اکبر کہہ لیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (جائز اور) کافی ہے اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ سوائے اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ سوائے اللہ اکبر کے یا اللہ الاکبر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک فقط اللہ اکبر ہی کہنا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور (اللہ اکبر کہہ کر) اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں کو پکڑ کر ناف سے نیچے باندھے پھر یہ پڑھے "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَا اِلٰـهَ غَیْرُکَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ پھر بسم اللہ پڑھے اور ان دونوں کو آہستہ سے پڑھے اس کے بعد الحمد للہ پڑھے اور اس کے بعد کوئی سورت یا جس سورت کی چاہے تین آیتیں پڑھے اور جب امام "ولا الضآلین" کہے تو آمین بھی کہے اور آہستہ سے مقتدی بھی آمین کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے اور پیٹھ کو برابر رکھے نہ سر کو اونچا کرے اور نہ زیادہ نیچا کرے (بلکہ برابر رکھے) اور رکوع میں تین دفعہ یہ کہے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" اور یہ (تین دفعہ کہنا) ادنیٰ درجہ

ہے (اگر زیادہ کہے تو بہتر ہے) پھر سر اٹھائے اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے اور مقتدی "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہیں پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتا ہوا سجدے میں جائے اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں کرے اور ناک اور پیشانی سے سجدہ کرے اور اگر (کسی نے) فقط ناک یا پیشانی ہی سے کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے فقط ناک سے (سجدہ کرنا) جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر کسی نے پگڑی کے پیچ پر یا زائد کپڑے پر سجدہ کر لیا تو جائز ہے (لیکن مع الکراہت) اور بغلوں کو کشادہ رکھے اور پیٹ کو دونوں رانوں سے علیحدہ رکھے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور سجدہ میں تین مرتبہ یہ کہے "سبحان ربی الاعلی" اور یہ ادنیٰ درجہ ہے (اگر پانچ یا سات مرتبہ کہہ لے تو اور اچھا ہے) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھائے اور جب اچھی طرح سے بیٹھ جائے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر (دوسرا) سجدہ کرے اور جب اطمینان سے سجدہ کر چکے تو اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں پیروں پر سینہ کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے (یعنی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر) اور بیٹھے نہیں اور نہ ہاتھوں کے ساتھ زمین پر سہارا لے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے جیسے پہلی رکعت میں کیا ہے مگر "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" اور اَعُوْذُ بِااللّٰہِ نہ پڑھے اور نہ ہاتھوں کو اٹھائے مگر تکبیر اُولیٰ کے لیے پس جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور ساری انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور انگلیوں کو (قبلہ رخ) پھیلائے رکھے پھر تشہد پڑھے اور تشہد یہ ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

اور پہلے قعدہ میں اس سے زیادہ نہ پڑھے۔

فائدہ: پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھنے کی دلیل یہ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کا

درمیانی اور اخیر کا تشہد مجھے نبی ﷺ نے اس طرح سکھلایا کہ جب پہلا تشہد پڑھ چکو تو کھڑے ہو جاؤ اور اخیر کا تشہد پڑھ کر اپنے لیے جس قدر چاہو دعا کرو۔

ترجمہ: اور اخیر کی دونوں رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے۔

فائدہ : افضل یہی ہے کہ الحمد پڑھے اور کسی نے اگر سبحان اللہ وغیرہ پڑھا یا خاموش کھڑا رہا تب بھی نماز ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اخیر قعدہ میں اسی طرح بیٹھے کہ جیسے پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھ کر درود پڑھے پھر اگر چاہے تو ایسی دعا بھی پڑھ لے جو قرآن شریف اور ماثورہ دعاؤں کے الفاظ کے مشابہ ہو ایسی دعا نہ پڑھے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو۔ پھر داہنی طرف سلام پھیرے یعنی کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ" اور اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے۔

فائدہ : اور سلام پھیرنے میں منہ اس قدر پھیرے کہ دونوں سلاموں میں دونوں طرف کے مقتدی اس کے رخساروں کو دیکھ لیں۔ اور جب داہنی طرف سلام پھیرے تو یہ نیت کرے کہ میں ان مسلمانوں اور فرشتوں کو سلام کرتا ہوں جو اس طرف ہیں اسی طرح بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پہلے فرشتوں کی نیت کرے اور پھر مسلمانوں کی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر مقتدی امام کے داہنی طرف ہے تو پہلے سلام میں اول مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر امام کی بائیں طرف ہے تو پہلے سلام میں اول امام کی نیت کرے پھر مسلمانوں کی پھر فرشتوں کی اور دوسرے سلام میں فقط مسلمانوں اور فرشتوں کی کرے اور اگر امام کے پیچھے ہی کھڑا ہے تو دونوں سلاموں میں امام اور مسلمانوں اور فرشتوں سب کی نیت کرے۔

مسائل متفرقہ کا بیان * ترجمہ: اور اگر یہ امام ہے تو فجر میں اور اسی طرح جمعہ اور عیدین میں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت آواز سے کرے اور آخر کی دو رکعتوں میں آہستہ سے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے آواز سے کرے اور اپنے نفس کو سنائے اور چاہے آہستہ کرے اور ظہر و عصر میں امام قراءت آہستہ کرے اور وتر تین رکعت ہیں ان کے درمیان میں سلام نہ پھیرے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت۔ اور ہمارے علماء کے نزدیک وتر ایک سلام سے تین رکعت ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک پڑھنے والے کو اختیار ہے چاہے ایک سلام سے پڑھے چاہے دو سلام سے پڑھے۔

ترجمہ: اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے سارے سال (دعاء) قنوت پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رمضان شریف کی پندرہویں تاریخ سے آخر ماہ تک پڑھے۔

ترجمہ: اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھے اور جس وقت دعائے قنوت پڑھنی چاہے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھائے پھر قنوت پڑھے اور وتر کے سوا اور کسی نماز میں (دعائے) قنوت نہ پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صبح کی نماز کی آخر رکعت میں رکوع کے بعد پڑھے۔

ترجمہ: اور ایسی کوئی نماز نہیں ہے جس میں کسی خاص سورت کا پڑھنا کہ اس کے سوا اور کوئی سورت جائز نہ ہو بلکہ کسی نماز کے لیے کوئی سورت اس طرح معین کر کے پڑھنا مکروہ ہے کہ اس کے سوا اس نماز میں اور سورت نہ پڑھے۔

فائدہ: اس حکم سے وہ شخص مستثنٰی ہے کہ جس کو ایک ہی سورت یاد ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ہمیشہ وہی ایک سورت پڑھتا رہے۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں کم از کم اس قدر قراءت کافی ہے کہ جسے قرآن (شریف کی آیت) کہہ سکیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹی تین آیتوں یا ایک بڑی آیت سے کم کے ساتھ نماز نہیں ہو سکتی۔

فائدہ: بڑی آیت سے مراد یہ ہے کہ جیسے آیت الکرسی اور آیت دین۔

ترجمہ: اور مقتدی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک الحمد کا پڑھنا فرض ہے۔

جماعت کے مسائل کا بیان ❋

: اور جو شخص کسی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہے تو

اسے دو نیتیں کرنی ضروری ہیں ایک نماز کی اور دوسری مقتدی بننے کی (کہ میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں) اور جماعت سنت مؤکدہ ہے یعنی قریب واجب کے ہے اور سب سے بہتر امامت کے لیے وہ ہے جو سب سے زیادہ مسئلے جانتا ہو اور اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

فائدہ: بعض فقہاء کا قول ہے کہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہیں تو جو سب سے خوبصورت ہو۔

ترجمہ: اور غلام، گنوار، فاسق، نابینا، حرامی بچہ کو امام بنانا مکروہ ہے اور اگر یہ امام ہو جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ اور امام کو چاہیے کہ لوگوں کو زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے۔ اور عورت کو نماز پڑھانی مکروہ ہے لیکن اگر وہ جماعت کریں تو جو ان میں سے نماز پڑھائے تو وہ (اول صف کے) بیچ میں کھڑی ہو (مرد امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو) جیسے برہنہ لوگوں کا حکم ہے (کہ ان کا امام بھی بیچ میں کھڑا ہوتا ہے)۔

صفوں کی ترتیب کا بیان ✻ **ترجمہ:** اور جس کا ایک ہی مقتدی ہو تو امام کو چاہیے کہ اسے اپنی داہنی طرف رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو امام آگے ہو جائے اور مردوں کو جائز نہیں ہے کہ عورت یا لڑکے کو امام بنائیں۔

فائدہ: عورت کو امام نہ بنانے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ" یعنی عورتوں کو پیچھے کیا کرو کیونکہ اللہ نے بھی ان کو پیچھے کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو امام بنانا جائز نہیں ہے اور لڑکے سے مراد نابالغ لڑکا ہے چونکہ اس کے ذمہ نماز فرض نہیں ہوتی اس لیے اس کے فرض بھی نفل ہوتے ہیں اور مفترض کو متنفل کی اقتدا کرنی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اول مردوں کی صف ہو پھر لڑکوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اگر عورت مرد کے پاس کھڑی ہو جائے اور یہ دونوں ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فائدہ: اصل میں اس حکم کا دارومدار امام کی نیت پر ہے اگر امام نے عورت کے مقتدی ہونے کی نیت کی تھی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر صرف مرد کی نیت کی تھی تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

: عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر، مغرب،

عشاء میں بڑھیا کے آنے میں کوئی حرج نہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ بڑھیا کو سب نمازوں میں آنا جائز ہے۔

فائدہ: جوان عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا اس لیے مکروہ ہے کہ ان کی وجہ سے فساد ہو جانے کا اندیشہ ہے اور چونکہ بوڑھیوں کی طرف لوگوں کی رغبت کم ہوتی ہے اس لیے ان کے لیے جائز ہے۔ اور فتویٰ اب اس پر ہے کہ عورتوں کو سب نمازوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ آج کل فتنہ و فساد زیادہ ہے۔

معذور کے احکام ✻ **ترجمہ:** پاک آدمی ایسے کے پیچھے نماز نہ پڑھے جسے سلس البول وغیرہ ہو (یعنی صاحب عذر ہو) اور نہ پاک عورت مستحاضہ کے پیچھے اور نہ پڑھا ہوا ان پڑھ کے پیچھے اور نہ کپڑے پہنے ہوئے ننگے کے پیچھے اور جائز ہے تیمّم والا وضو والے کو اور موزوں پر مسح کرنے والا پیر دھونے والے کو نماز پڑھائے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ لے تو جائز ہے۔ (اسی پر فتویٰ ہے)

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے آخری نماز بیٹھ کر ہی پڑھی اور آپ کے پیچھے سب لوگ کھڑے ہوئے تھے۔

ترجمہ: اور جو شخص رکوع سجدہ کرتا ہو وہ اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور (اسی طرح) فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہ پڑھے اور جو فرض پڑھتا ہو وہ ایسے کے پیچھے نماز نہ پڑھے جو دوسرے فرض پڑھ رہا ہو اور نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے اور جس نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ امام وضو سے نہ تھا تو یہ شخص نماز پھیرے۔

فائدہ: نماز پھیرنے کا حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ پھیرے۔

مکروہات نماز کا بیان ✻ **ترجمہ:** نمازی کو اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے اور نہ وہ (نماز کی جگہ سے نماز میں) کنکریوں کو ہٹائے ہاں اگر ان پر سجدہ نہ ہو سکے تو فقط ایک دفعہ انہیں ہموار کر لے اور نہ اپنی انگلیوں کو چٹخائے اور نہ کولھے پر ہاتھ رکھے اور نہ اپنا کپڑا لٹکائے اور نہ اسے سمیٹے اور نہ بالوں کو گوندھے اور نہ دائیں بائیں دیکھے اور نہ کتے کی طرح بیٹھے اور نہ

زبان سے یا ہاتھ سے سلام کا جواب دے اور نہ پالتی مار کر بیٹھے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو جائز ہے۔

متفرقات کے بیان میں:

اگر وضو ٹوٹ جائے اور یہ امام نہیں ہے تو اسی وقت نماز سے پھر جائے اور اپنی نماز پر بنا کرے (یعنی جہاں سے چھوڑی تھی اب وہیں سے پڑھے) اور اگر یہ امام ہے تو (نماز پڑھانے کے لیے) کسی کو (اپنا) خلیفہ کر دے تا کہ وہ مقتدیوں کو نماز پڑھائے اور یہ وضو کر کے جب تک کہ کسی سے بات چیت نہ کی ہو اپنی نماز پر بنا کرے اور نماز کو نئے سرے سے پڑھ لینا افضل ہے اور اگر کوئی نماز میں سو گیا تھا اور اسے احتلام ہو گیا یا دیوانہ ہو گیا یا بے ہوش ہو گیا یا قہقہہ کے ساتھ ہنسا تو وضو بھی نئے سرے سے کرے اور نماز بھی پھر سے پڑھے اور اگر کسی نے بھول کر یا جان کر نماز میں بات کر لی تو اس کی نماز باطل ہو گئی۔ اور اگر تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد کسی کا وضو ٹوٹ گیا تو وہ وضو کر کے (پھر سے بیٹھ کر) سلام پھیرے اور کوئی اس حالت میں (یعنی تشہد کے بعد) بے وضو ہوا یا اس نے کوئی بات کر لی یا کوئی ایسا عمل کر لیا جو نماز کے منافی تھا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ لیکن (ایسا کرنا) مکروہ ہے اور اگر تیمّم والا نماز میں پانی کو دیکھ لے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مسائل اثنا عشر کا بیان ✽ ترجمہ: اگر اس نے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی دیکھا یا موزوں پر مسح کرتا تھا اور اس کی مدت ختم ہو گئی یا اس نے ذرا سے اشارے سے اپنے موزوں کو نکال لیا یا ان پڑھ تھا پھر اس کو کوئی سورت یاد ہو گئی یا اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا پھر اس میں رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آ گئی یا اسے یہ یاد آ گیا کہ میرے ذمہ اس سے پہلی ایک نماز ہے (اگرچہ وہ وتر ہی ہو) یا ننگا تھا پھر کسی سے کپڑا مل گیا یا خواندہ امام کا وضو ٹوٹ گیا تھا تو اس نے ان پڑھ کو (اپنا) خلیفہ کر دیا یا صبح کی نماز پڑھ رہا تھا کہ آفتاب نکل آیا یا جمعہ (کی نماز) میں (تاخیر ہو کر) عصر کا وقت شروع ہو گیا یا پٹی پر مسح کیا کرتا تھا کہ زخم اچھا ہو کر وہ پٹی کھل کر گر پڑی یا عورت مستحاضہ تھی پھر اس کا یہ مرض جاتا رہا تو ان (سب صورتوں میں ان) لوگوں کی نمازیں امام ابوحنیفہؒ کے قول کے موافق باطل ہو جائیں گی (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں ان کی نمازیں پوری ہو جائیں گی۔

باب قضاء الفوائت

فوت شدہ نمازوں کا بیان

ترجمہ: اور جس شخص کی کوئی نماز فوت ہو جائے تو جب اسے یاد آئے پڑھ لے اور اس وقت کی نماز سے اسے پہلے پڑھے ہاں اگر اس وقتی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے اسے پڑھ لے اور بعد میں اسے پڑھے۔

اور جس کی پانچ نمازیں فوت ہو جائیں تو انہیں اسی ترتیب سے پڑھے کہ جس ترتیب سے وہ فرض ہوئی ہیں لیکن اگر پانچ نمازوں سے زیادہ فوت ہو گئیں تو ان (کے ادا کرنے) میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

فائدہ: ترتیب تین وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے اول بھول جانے سے مثلاً کسی نے عصر کی نماز پڑھی پھر اسے یاد آیا کہ میں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تو چاہیے کہ ظہر کی نماز پڑھ لے اور عصر کی نماز کو نہ پھیرے۔ دوسرے تنگ وقت ہو جانے سے مثلاً کسی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور صبح کی نماز میں اسے یاد آ گیا کہ میں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور نہ اتنا وقت ہے کہ آفتاب نکلنے سے پہلے دونوں وقت کی نمازیں پڑھ لے تو ایسی صورت میں صبح کی نماز پڑھ لے اور آفتاب نکلنے کے بعد عشاء کی پڑھے۔ تیسرے یہ کہ نمازیں زیادہ فوت ہو جائیں اگر پانچ نمازیں فوت ہوئی ہیں تو ان کو اسی ترتیب سے ادا کرے جس ترتیب سے فوت ہوئی ہیں اور اگر چھ نمازیں فوت ہوئی ہیں تو ترتیب ساقط ہو جائے گی (انہیں جس طرح چاہے پڑھ لے) اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک پانچ ہی نمازیں فوت ہوں تو زیادہ کے حکم میں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ترتیب بالکل شرط نہیں ہے۔

باب الاوقات التی تکرہ فیها الصلوٰة

ان وقتوں کا بیان جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

: آفتاب نکلنے کے وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہے اور نہ غروب کے وقت ہاں اسی روز

کی عصر کی نماز ہو جاتی ہے اور نہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنی جائز ہے اور (ان وقتوں میں) نہ جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور نہ سجدۂ تلاوت کیا جائے۔

فائدہ: یہ تین وقت جو بیان ہوئے ہیں ان میں نماز پڑھنی ممنوع ہے اور چھ وقت ایسے ہیں کہ ان میں نماز پڑھنی مکروہ ہے جن کا بیان آگے آتا ہے۔

ترجمہ: صبح کی نماز کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور ان دونوں وقتوں میں قضا نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور صبح صادق ہونے کے بعد صبح کی دو سنتوں سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں اور نہ مغرب سے پہلے نفلیں پڑھے۔

فائدہ: مغرب سے پہلے نفلیں پڑھنے میں مغرب کی نماز میں تاخیر ہونی لازم آتی ہے اور جمعہ کے روز خطبہ کے درمیان بھی نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور عید کے روز عید کی نماز سے پہلے بھی۔

باب النوافل والسنة

نفلوں اور سنتوں کا بیان

ترجمہ: سنتیں نماز میں یہ ہیں کہ صبح صادق ہونے کے بعد دو رکعت پڑھے اور چار ظہر (کے فرضوں) سے پہلے اور دو اس کے بعد اور چار عصر سے پہلے اور اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھ لے (یہ سنتیں مستحب ہیں)۔ اور دو مغرب (کی نماز) کے بعد اور چار عشاء (کی نماز) سے پہلے اور چار اس کے بعد اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھ لے (یہ بھی مستحب ہیں)۔

دن کی نفلیں چاہے دو دو کر کے پڑھے اور چاہے چار چار (ایک سلام کے ساتھ) اس سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں۔ ہاں رات کی نفلوں کی بابت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر آٹھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھ لے تو جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اس سے زیادہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ رات کو بھی دو دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے۔ اور پہلی دو رکعتوں میں قراءت (یعنی قرآن پڑھنا) فرض ہے اور اخیر کی دو رکعتوں

میں اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے چاہے چپکا کھڑا رہے اور چاہے (سبحان اللہ وغیرہ کوئی) تسبیح پڑھے (یہ حکم فرضوں کا ہے) اور نفلوں کی اور وتروں کی سب رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

جس نے نفل نماز شروع کر کے پھر اسے فاسد کر دیا (یعنی کسی وجہ سے نیت توڑ دی) تو اس کی قضا کرے۔ اگر چار رکعتوں کی نیت کی تھی اور پہلی دو رکعتوں میں بیٹھ چکا تھا پھر اخیر کی دو رکعتوں کو فاسد کر دیا تو انہی دو ہی رکعتوں کی قضا کرے اور باوجود کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت ہونے کے نفلوں کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے (امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے) اور اگر کسی نے کھڑے ہو کر نفلیں پڑھنی شروع کیں پھر بیٹھ گیا (یعنی بیٹھ کر پڑھنے لگا) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے (یہ نفلیں ادا ہو جائیں گی) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جو شخص شہر سے باہر (یعنی مسافر) ہو تو وہ اشاروں سے اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے نفلیں پڑھ سکتا ہے خواہ سواری کسی طرف جائے (لیکن سواری پر فرضوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے)۔

باب سجود السهو

سجدۂ سہو کا بیان

ترجمہ: (نماز میں) زیادتی اور کمی ہونے (کی صورت) میں سجدۂ سہو واجب ہے (ایک طرف) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور سجدہ سہو نمازی پر اس وقت لازم ہوتا ہے کہ نماز میں ایسا فعل کرے جو جنس نماز سے ہو اور نماز میں داخل نہ ہو یا کوئی مسنون فعل چھوڑ دے یا الحمد (دعاء) قنوت، التحیات، عیدین کی تکبیریں چھوڑ دے یا جس نماز میں امام کو آہستہ پڑھنا تھا آواز سے پڑھ دیا جہاں آواز سے پڑھنا تھا آہستہ پڑھ دیا ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے اور امام کو سہو ہونا مقتدیوں پر بھی سجدہ واجب کر دیتا ہے پس اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہ کریں اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو امام پر سجدہ لازم نہیں ہوتا اور نہ مقتدی پر اور اگر کوئی قعدۂ اولیٰ کو بھول گیا پھر (اسے نماز

ہی میں) ایسے وقت یاد آیا کہ وہ بیٹھنے کے زیادہ قریب ہے (یعنی تھوڑا ہی اٹھا ہے) تو وہ بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے (اور بعد میں سجدۂ سہو نہ کرے) اور اگر کھڑے ہونے کے زیادہ قریب ہے تو (اس وقت) کھڑا ہو جائے اور بعد میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر کوئی آخر کا قعدہ بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا ہے تو جب تک (اس پانچویں رکعت کا) سجدہ اس نے نہ کیا ہو لوٹ کر بیٹھ جائے اور اس پانچویں رکعت کو چھوڑ دے اور سجدۂ سہو کر لے (کیونکہ اس نے ایک واجب یعنی اخیر کے قعدہ میں تاخیر کی ہے) اور اگر یہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تو اس کے فرض باطل ہو گئے اور یہ نماز نفل ہو گئی اور اس پر لازم ہے کہ ان نفلوں میں چھٹی رکعت اور ملا دے اور اگر کوئی چوتھی رکعت میں بیٹھ چکا تھا اور سلام اس خیال سے نہیں پھیرا (یعنی یہ سمجھا) کہ یہ قعدۂ اولیٰ ہے تو جب تک اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو ان میں ایک رکعت اور ملا دے اس صورت میں اس کی نماز پوری ہو جائے گی (یعنی چار فرض ہو جائیں گے) اور یہ دو رکعت نفل ہوں گی اور جس شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور یہ یاد نہ رہے کہ تین (رکعت) پڑھی ہیں یا چار اور یہ بھول اسے پہلی ہی دفعہ ہوئی ہے تو نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر اس سے اکثر بھول ہوتی ہے تو اگر کچھ ظن غالب ہے تو اس پر بنا کر لے اور اگر ظن غالب کچھ نہیں ہے تو یقین پر بنا کرے (یعنی کم کو اختیار کر کے نماز پوری کر لے)۔

باب صلوٰۃ المریض

بیمار کی نماز کا بیان

ترجمہ: جس وقت بیمار پر کھڑا ہونا دشوار ہو جائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے (اور بیٹھے ہی) رکوع سجدہ کرے اور اگر رکوع سجدہ (بھی) نہ کر سکے تو (بیٹھے ہی ہوئے) اشارے سے پڑھے اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکے اور کسی چیز کو اس پر سجدہ کرنے کے لیے چہرہ کی طرف نہ اٹھائے۔ پھر اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ جائے اور دونوں پیر قبلہ کی طرف کر لے اور رکوع

سجود کو سر کے اشارے سے کرے اور اگر کروٹ سے لیٹ جائے اور منہ قبلہ رخ کر لے اور اشاروں سے پڑھے تب بھی نماز ہو جائے گی اور اگر سر سے بھی اشارہ نہ کر سکے تو نماز کو موقوف رکھے (یعنی پھر تندرست ہو کر پڑھے) اور آنکھوں اور ابروؤں اور دل کے اشارہ سے نہ پڑھے (ان اعضاء کے اشاروں سے نماز نہیں ہوتی) اور اگر کوئی کھڑا ہو سکتا ہے اور رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو اس پر کھڑا ہونا (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا) لازم نہیں ہے اور جائز ہے کہ وہ اشاروں سے بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر کھڑا ہونا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس پر کھڑا ہونا لازم نہیں ہے اس کی نماز بیٹھ کر ہو جائے گی (اسی پر فتویٰ ہے)

ترجمہ: اگر تندرست آدمی نے کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی تھی پھر (نماز ہی میں) اسے کوئی بیماری ہو گئی تو وہ بیٹھ کر نماز پوری کر لے اور رکوع سجدہ کر لے اور اگر رکوع سجدہ نہ کر سکے تو اشاروں سے پڑھے اور اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ کر پڑھے اور جو شخص کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز ہی میں وہ اچھا ہو گیا تو وہ اپنی (بقیہ نماز کو) اسی نماز پر بنا کرے (یعنی جتنی رہ گئی ہے) اسے کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر کچھ نماز اشاروں سے پڑھی تھی پھر (اسی نماز ہی میں) رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آ گئی تو یہ (اس نماز پر بنا نہ کرے بلکہ) نماز پھر سے پڑھے اور جس شخص پر پانچ نمازوں تک یا پانچ سے کم تک بے ہوشی طاری رہی تو وہ تندرست ہونے کے بعد ان کی قضا کرے اور بے ہوشی کی وجہ سے پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو ان کو قضا نہ کرے۔

باب سجود التلاوة

فوت شدہ نمازوں کا بیان

ترجمہ: قرآن (شریف) میں چودہ سجدے ہیں۔

ا۔ یعنی سورہ اعراف کے آخر میں ۲۔ سورۂ رعد میں

۳۔سورۂ نحل میں	۴۔سورۂ بنی اسرائیل میں
۵۔سورۂ مریم میں	۶۔سورۂ حج میں
۷۔سورۂ فرقان میں	۸۔سورۂ نمل میں
۹۔سورۂ الم تنزیل میں	۱۰۔سورۂ ص میں
۱۱۔سورۂ حم سجدہ میں	۱۲۔سورۂ نجم میں
۱۳۔سورۂ انشقاق میں	۱۴۔سورۂ علق میں

اوران سب جگہوں میں پڑھنے والے اور سننے والے (دونوں) پر سجدہ کرنا واجب ہے خواہ سننے والے نے قرآن (شریف) کے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

فائدہ: اور برابر ہے کہ پڑھنے والا وضو سے ہو یا بے وضو ہو یا جنبی ہو۔ اور عورت ہے تو اسے حیض آتا ہو یا نفاس آتا ہو۔

ترجمہ: پس جس وقت امام نے سجدہ کی آیت پڑھی تو وہ سجدہ کرے اور اس کے مقتدی بھی سجدہ کریں (کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے) اور اگر مقتدی نے (سجدہ کی آیت) پڑھی تو اس صورت میں نہ امام پر سجدہ کرنا لازم ہے اور نہ مقتدی پر اور اگر لوگوں نے نماز میں ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنی جو ان کے ساتھ نماز میں نہ تھا تو اس سجدہ کو یہ نماز میں نہ کریں (کیونکہ وہ سجدہ نماز سے متعلق نہیں ہے) اور نماز کے بعد کریں اور اگر یہ سجدہ نماز ہی میں کر لیا تو کافی نہ ہوگا اور نہ ان کی نماز فاسد ہوگی۔

فائدہ: نماز فاسد نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ سجدہ افعال نماز میں سے ہے اور نوادر میں لکھا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور یہ قول امام محمدؒ کا تھا اور پہلا قول شیخین کا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ترجمہ: اور جس نے نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہاں تک کہ نماز شروع کر کے نماز میں پھر اسی آیت کو پڑھا اور سجدہ (بھی) کر لیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں (یعنی دونوں دفعہ پڑھنے) کو بھی کافی ہے۔ اور اگر کسی نے اس آیت کو نماز سے باہر پڑھا اور سجدہ کر لیا پھر نماز میں اسی آیت کو پڑھا تو چاہیے کہ دوسری دفعہ سجدہ کرے اور پہلا سجدہ کافی نہ ہوگا۔

فائدہ: اس کے کافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کا سجدہ زیادہ قوی ہوتا ہے پس یہ سجدہ اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ: اور جس نے ایک مجلس میں (یعنی ایک جگہ بیٹھے ہوئے) سجدہ کی آیت کو بار بار پڑھا تو اسے (آخر میں) فقط ایک سجدہ کرلینا کافی ہے۔

فائدہ: اصل یہ ہے کہ دفع حرج کے لیے سجدہ کا دارومدار تداخل پر ہے اور تداخل کی شرط یہ ہے کہ آیت بھی ایک ہو اور مجلس بھی ایک ہو جب آیت اور مجلس دونوں ایک ہوں گی تو اس وقت ایک ہی سجدہ واجب ہوگا تو اگر یہ دونوں مختلف ہو جائیں گی تو پھر حکم اصل کی طرف لوٹ جائے گا اور فقط کھڑے ہونے سے مجلس نہیں بدلتی۔

ترجمہ: جو شخص سجدہ (تلاوت) کرنا چاہے تو وہ بغیر دونوں ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے نہ تشہد پڑھے اور نہ سلام پھیرے۔

باب صلٰوۃ المسافر

مسافر کی نماز کا بیان

ترجمہ: جس سفر کے سبب سے احکام شریعت بدل جاتے ہیں وہ سفر یہ ہے کہ آدمی ایسی جگہ (جانے) کا قصد کرے کہ اس کے اور اس جگہ کے درمیان میں اونٹ یا پیدل کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہو اور دریا کے سفر میں اس رفتار کا اعتبار نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی خشکی کے سفر میں دریائی رفتار کا اعتبار نہیں ہے اور دریا کے سفر میں خشکی کی رفتار کا اعتبار نہیں بلکہ ہر ایک میں اس کی مناسب رفتار کا اعتبار ہوگا چنانچہ اس دریائی سفر میں ایسے تین دن کی رفتار کا اعتبار ہوگا کہ نہ ہوا ان میں بند ہو اور نہ تیز آندھی ہو مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کہیں جانا چاہتا ہے اور اس کے دو راستے ہیں ایک خشکی کا دوسرا تری کا اور پہلے راستے سے تین دن کا سفر ہے تو اس راستے سے جانے میں اس کے لیے مسافر کا حکم ہوگا یعنی نماز کو قصر کرے گا اور دوسرے راستے سے تین دن سے کم میں پہنچ جاتا ہے تو اس طرف سے جانے میں

اس کے لیے یہ حکم نہ ہوگا اور اگر معتاد رفتار سے تین دن کا سفر ہو اور گھوڑے سوار دو دن میں یا اس سے کم میں وہاں پہنچ جائے تو اسے قصر نماز پڑھنی چاہیے اور یہی حکم ریل کا ہے یعنی جب معتاد سفر ہو تو قصر نماز پڑھے اگرچہ ریل میں بیٹھ کر وہاں ایک ہی دن میں پہنچ جائے۔

ترجمہ: اور ہر چار رکعت فرض میں ہمارے نزدیک مسافر پر دو رکعت فرض ہیں۔

فائدہ: چار رکعت کی قید لگانے سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ فجر اور مغرب کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں قصر نماز نہیں ہوا کرتی۔

ترجمہ: اور دو رکعت (فرض) سے زیادہ پڑھنی مسافر کو جائز نہیں ہے (اگر پڑھے گا تو گنہگار ہوگا) پس اگر کسی نے چار رکعت پڑھ لیں (اور نیت دو ہی کی کی تھی) اور دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تو اس کے ذمہ سے فرض ادا ہونے کے لیے دو رکعت کافی ہو جائیں گی۔ اور آخر کی دو رکعت نفل ہوں گی (اور سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا) اور اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نہ بیٹھا تھا تو اس کی یہ نماز باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ یہ نماز ہی باطل ہو جائے گی کیونکہ فرضوں کے ارکان پورے ہونے سے پہلے ہی اس میں نفلیں مل گئی ہیں۔

ترجمہ: اور جو شخص سفر کے ارادہ سے چلا تو جس وقت وہ شہر کی آبادی سے نکل جائے تو وہ وہیں سے دو رکعتیں پڑھنی شروع کر دے اور جب تک یہ کسی شہر میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے گا مسافر ہی رہے گا یہ نیت کرنے کے بعد اس پر پوری نماز لازم ہوگی اور اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہے تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر کوئی شخص شہر میں پہنچا اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں کی بلکہ یہ کہتا رہا کہ کل جاؤں گا پرسوں جاؤں گا یہاں تک کہ دو برس اسی طرح گذر گئے تو یہ (فرضوں کی) دو ہی رکعت پڑھتا رہے اور جب کوئی لشکر دارالحرب میں پہنچ کر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس لشکر کے لوگ پوری نماز نہ پڑھیں۔

فائدہ: یعنی پندرہ روز کی نیت کرنے سے یہ لوگ مقیم نہ ہوں گے کیونکہ اگر یہ غالب آ گئے تو یہاں ٹھہر جائیں گے اور اگر مغلوب ہو گئے تو پھر بھاگنا پڑے گا لہٰذا ان کا ٹھہرنا کچھ قابل اعتبار

نہیں ہے اوران کا مقیم نہ ہونا امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک ہے اورامام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ اگر یہ لوگ خیموں میں رہتے ہیں تو یہ اس نیت سے مقیم نہ ہوں گے اوراگر شہر میں قیام کر لیا ہےتو اس نیت سے مقیم ہو جائیں گے۔

ترجمہ: اور جب مسافر باوجود وقت باقی رہنے کے مقیم کا مقتدی ہو جائے تو (اس کی متابعت کی وجہ سے) پوری نماز پڑھے اوراگر اس کے ساتھ قضا نماز میں ملا ہےتو اس کی نماز اس کے پیچھے جائز نہ ہوگی اور جب مسافر مقیم لوگوں کو نماز پڑھائے تو یہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے پھر مقیم لوگ اپنی نماز پوری کرلیں۔

فائدہ: یعنی اکیلے پڑھ لیں اوران رکعتوں میں قراءت نہ پڑھیں کیونکہ یہ لاحق ہیں۔

ترجمہ: اوراس کے لیے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ان سے یہ کہہ دے کہ تم اپنی نماز پوری کرلو کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں (یعنی ہم نے مسافر ہونے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا ہے) اور جب مسافر اپنے شہر میں پہنچے تو وہاں پوری نماز پڑھے اگرچہ وہاں ٹھہرنے کی نیت نہ کرے اور جس کا کوئی وطن تھا پھر یہ کہیں اور جارہا اوراس وطن کو چھوڑ دیا تو یہ جب سفر کر کے اپنے پہلے وطن میں جائے پوری نماز نہ پڑھے (یعنی قصر کرلے)۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کا وطن نہیں رہا اور مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کرنے کے بعد اپنے آپ کو مکہ میں مسافر ہی لوگوں میں شمار کیا تھا باوجودیکہ مکہ آپ کا مولد تھا ہدایہ میں اسی طرح ہے اوراصل اس بارہ میں یہ ہے کہ وطن تین قسم کے ہیں۔ وطن اہلی۔ وطن اقامت۔ وطن سکنیٰ۔ وطن اہلی وہ ہے کہ جہاں اس کے بال بچے ہوں یہ وطن اپنے ہی جیسے وطن سے باطل ہوا کرتا ہے اور وطن اقامت وہ ہے کہ جہاں آدمی پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے یہ وطن تین چیزوں سے باطل ہو جاتا ہے یعنی وطن اہلی سے اور اپنے جیسے وطن سے اور تین دن کے سفر کا ارادہ کرنے سے اور وطن سکنیٰ وہ ہے کہ جہاں آدمی پندرہ روز سے بھی کم ٹھہرنے کی نیت کرے اور یہ سب سے ادنیٰ درجہ میں ہے کیونکہ یہ سب سے باطل ہو جاتا ہے۔

: اور جب مسافر مکہ اور منیٰ میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ پوری نماز نہ

پڑھے۔

فائدہ: یہاں پوری نماز نہ پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مکہ اور منیٰ دو جگہ ہیں اور مقیم بننے میں پندرہ روز کی نیت ایک ہی جگہ رہنے کی ہونی چاہیے۔

ترجمہ: اور مسافر کے لیے دو نمازوں کو جمع کرنا فعلاً جائز ہے اور وقتاً جائز نہیں۔

فائدہ: فعلاً جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ ظہر کو مؤخر کر کے پڑھے اور عصر کو اول وقت میں پڑھ کر دونوں کو ایک جگہ اکٹھی کر لے اور وقتاً جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ لے یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور کشتی کے اندر ہر حالت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ: ہر حالت سے یہ مراد ہے کہ خواہ کھڑا ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جس کی نماز سفر میں فوت ہو جائے تو وہ حضر میں اس کے عوض دو ہی رکعت پڑھے (کیونکہ قضا مثل ادا کے ہوتی ہے) اور اگر کسی کی نماز حضر میں فوت ہو گئی تھی تو سفر میں اس کے عوض چار ہی رکعت پڑھے اور گنہگار اور مطیع سفر کی رخصت میں برابر ہیں۔

ترجمہ: یعنی دونوں قصر نمازیں پڑھیں اور گنہگار سے مراد وہ ہے کہ کوئی چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لیے کہیں کا سفر کرے۔

باب صلوٰة الجمعة

جمعہ کی نماز کا بیان

ترجمہ: جمعہ سوائے شہر جامع یا عیدگاہ کے اور جگہ درست نہیں ہے (شہر جامع اسے کہتے ہیں جہاں رہنے والوں کو ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی میسر آتی ہوں)

فائدہ: صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک متعدد جگہوں میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے۔

: گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور جمعہ قائم کرنا سوائے بادشاہ کے اور کسی کے لیے

جائز نہیں ہے یا جسے بادشاہ حکم دے دے (یہ دونوں جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں ہیں) اور منجملہ اس کی شرطوں کے ایک شرط وقت ہے کہ ظہر کے وقت صحیح ہوتا ہے اور بعد ظہر کے (وقت کے) صحیح نہیں ہوتا اور ایک شرط خطبہ ہے کہ نماز سے پہلے امام دو خطبے پڑھے یعنی دونوں کے درمیان میں تھوڑی دیر بیٹھ جائے۔

فائدہ: خطبہ شرط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ساری عمر میں جمعہ کی نماز بغیر خطبہ کے نہیں پڑھی۔

ترجمہ: اور امام کھڑا ہو کر باوضو خطبہ پڑھے اگر فقط ذکر الٰہی پر اکتفا کر لے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر اللہ کی کچھ تفصیل نہیں کی اور یہ نماز بھی اسی وقت ہے کہ جب خطبے کے قصد سے ذکر الٰہی کرے۔

ترجمہ: اور صاحبین کا یہ قول ہے کہ ذکر ایسا طویل ہونا چاہیے جسے خطبہ کہہ سکیں۔

فائدہ: کیونکہ خطبہ واجب ہے اور فقط سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو کوئی خطبہ نہیں کہتا۔

ترجمہ: اور اگر امام بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ پڑھ لے تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور ایک شرط جمعہ کی جماعت (کا ہونا) ہے۔

فائدہ: جمعہ کی چھ شرطیں ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں جو مصنف نے بیان کی ہیں اور چھٹی شرط اذن عام ہے جو کہ فقہ کی اور کتابوں میں مذکور ہے۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کے سوا کم از کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں۔ (اسی پر فتویٰ ہے) اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کے سوا دو آدمی (بھی کافی) ہیں اور امام (جمعہ کی) دونوں رکعتوں میں قراءت جہر سے کرے اور ان دونوں رکعتوں میں کوئی سورۃ معین نہیں ہے (قرآن شریف میں سے جہاں سے چاہے پڑھ لے) اور مسافر، عورت، بیمار، لڑکے، غلام نابینا پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ لوگ آ جائیں اور لوگوں کے ساتھ (جمعہ کی) نماز پڑھ لیں تو اس وقت کے فرض ان کے ذمہ سے ادا ہو جائیں گے (یعنی ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی)

اور غلام اور مسافر اور بیمار کو جمعہ کی امامت کرنی جائز ہے۔

فائدہ: ان کی امامت جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذمہ سے جمعہ ساقط فقط ان کی آسانی کے لیے تھا اور جب یہ جمعہ میں آ گئے تو اب ان کی طرف سے فرض ہی ادا ہوگا۔

ترجمہ: اگر جمعہ کے دن امام کے نماز پڑھنے سے پہلے کسی نے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لی اور کوئی عذر اسے نہ تھا تو یہ اس کے لیے مکروہ ہے اور اس کی نماز ہو جائے گی اگر اس کے بعد اس نے جمعہ پڑھنا چاہا اور (جمعہ کے ارادے سے) اس طرف چلا آیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس طرف چلنے ہی سے ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک (نماز میں) امام کے ساتھ نہ ملے گا وہ نماز باطل نہ ہوگی اور معذور لوگوں کو جمعہ کے دن جماعت سے ظہر کی نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اسی طرح قیدیوں کے لئے بھی مکروہ ہے۔

فائدہ: کیونکہ جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنے سے جمعہ میں خلل آتا ہے اس لیے چاہیے کہ یہ لوگ اپنی اپنی پڑھ لیا کریں۔

ترجمہ: اور جمعہ کے دن جو شخص امام کو نماز پڑھتے ہوئے پائے تو جتنی نماز اسے ملے اس کے ساتھ پڑھ لے اور جمعہ کو اس پر بنا کرے۔ اور اگر امام کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پائے تب بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر جمعہ ہی کو بنا کرے۔ (یعنی تنہا دو رکعت پڑھ لے اور اسی پر فتویٰ ہے) اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ اسے دوسری رکعت کا زیادہ حصہ ملے تو اس پر جمعہ کو بنا کرے۔ اور اگر امام کے ساتھ کم حصہ ملا ہے تو اس پر ظہر کو بنا کرے۔ (یعنی ظہر کے چار فرض پورے کرے) اور جمعہ کے دن جس وقت امام (خطبہ پڑھنے کیلئے) آئے تو جب تک وہ خطبہ سے فارغ نہ ہو لوگوں کو چاہیے کہ نماز پڑھیں اور نہ باتیں کریں۔

فائدہ: اس نماز سے نفل مراد ہیں اور قضا نماز پڑھنی جائز ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب مؤذن جمعہ کے روز پہلی اذان پڑھے تو لوگ خرید و فروخت اور دنیا کے کاروبار کو چھوڑ دیں اور جمعہ (پڑھنے) کے لیے چل پڑیں پھر امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن

منبر کے سامنے کھڑے ہو کر (دوسری) اذان پڑھے پھر امام خطبہ پڑھے اور خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دے۔

باب صلٰوۃ العیدین

عیدین کی نماز کا بیان

ترجمہ: عید الفطر کے دن مستحب ہے کہ آدمی عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھا لے اور غسل کرے اور خوشبو لگائے اور (حتی المقدور) بہت اچھے کپڑے پہنے پھر عید گاہ جائے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عید گاہ کے راستے میں (جہر سے) تکبیر نہ پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل ذکر الٰہی میں آہستہ ہی پڑھنا ہے اور عید الاضحیٰ پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس بارے میں حکم شریعت آ چکا ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک (آواز سے) تکبیر کہتا ہوا جائے اور عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل نہ پڑھے اور جب آفتاب بلند ہو نماز پڑھنی جائز ہے اور عید کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک اس کا وقت رہتا ہے پھر جس وقت زوال جائے تو اس کا وقت نکل جاتا ہے۔

فائدہ: زوال تک وقت ہونے سے یہ مراد ہے کہ زوال سے پہلے پہلے عید کی نماز پڑھ لی جائے کیونکہ نبی ﷺ نے عید کی نماز ایسے وقت پڑھی تھی کہ آفتاب ایک دو نیزے کی مقدار اونچا تھا۔

نماز عید کا طریقہ ✻ ترجمہ: اور امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین بار اور تکبیر کہے۔

فائدہ: اور ان تین تکبیروں کے درمیان میں تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے اور ہاتھ نہ باندھے ہاں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کے تین تکبیریں کہے پھر تعوذ و تسمیہ آہستہ پڑھ کے الحمد شروع کر دے دونوں رکعتوں کی تکبیریں مل کر نو ہو جائیں گی۔ یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: پھر امام الحمد اور اس کے ساتھ کوئی سورت (جہر سے) پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے پھر دوسری رکعت میں قراءت شروع کرے اور جب قراءت سے فارغ ہو تو تین تکبیریں (یعنی تین بار اللہ اکبر) کہے اور چوتھی بار اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور دونوں دفعہ عیدوں کی تکبیروں میں دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔

فائدہ: عیدوں کی تکبیر کہنے سے یہ مراد ہے کہ رکوع کی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سوائے سات موقعوں کے اور کہیں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں اور منجملہ ان سات موقعوں کے عیدین کی تکبیروں کو بھی حضور نے بیان فرمایا۔

ترجمہ: پھر نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور ان میں صدقہ فطر اور اس کے احکام لوگوں کو سمجھائے اور جس شخص کو امام کے ساتھ عید کی نماز نہ ملے تو پھر اس کی قضا نہ کرے۔

فائدہ: امام کے ساتھ نماز نہ ملنے سے یہ مراد ہے کہ عیدگاہ میں ایسے وقت پہنچے کہ امام نماز پڑھ چکا ہو تو پھر اس نماز کی قضا نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قضا واجب ہے۔

ترجمہ: اگر (ابر وغیرہ کی وجہ سے) لوگوں کو چاند نظر نہ آئے اور اگلے روز آفتاب ڈھلنے کے بعد امام کے روبرو چاند دیکھنے کی شہادتیں دیں تو امام دوسرے روز نماز پڑھائے اور اگر کوئی (بارش وغیرہ کا) ایسا عذر پیش آ جائے کہ لوگ دوسرے روز بھی نہ پڑھ سکیں تو اس کے بعد (یعنی تیسرے روز) نماز نہ پڑھیں۔

عیدالاضحیٰ کے مستحبات کا بیان ✻ عیدالاضحیٰ میں مستحب ہے کہ اول غسل کرے اور خوشبو لگائے۔ اور کھانے میں تاخیر کرے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو اور (جہر سے) تکبیر کہتا ہوا عیدگاہ جائے اور مثل عیدالفطر کے عیدالاضحیٰ کی دو رکعت پڑھے اور اس کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور ان میں قربانی (کے احکام) اور (ایام) تشریق کی تکبیریں لوگوں کو سکھائے اور اگر کوئی عذر پیش آ جائے کہ عیدالاضحیٰ کے روز لوگ نماز نہ پڑھ سکیں تو دوسرے یا تیسرے روز پڑھ لیں اور اس کے بعد (یعنی چوتھے روز) نہ پڑھیں اور ایام تشریق کی تکبیریں عرفہ کے روز صبح کی نماز کے بعد سے شروع ہوتی ہیں (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے

آخری دن عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ ایام تشریق کے آخر دن یعنی تیرہویں تاریخ عصر کے بعد ختم ہوتی ہیں (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور یہ تکبیریں فرض نمازوں کے بعد ہیں اس طرح کہے ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ''۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان تکبیروں کے واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ آدمی مقیم ہو۔

۲۔ دوسرے شہر ہو۔

۳۔ تیسرے جماعت ہو۔

۴۔ چوتھے جماعت مستحب یعنی مردوں کی جماعت ہو عورتوں کی نہ ہو۔

۵۔ پانچویں نماز فرض ہو۔

اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فرض ہونی شرط نہیں ہے۔

باب صلوٰۃ الکسوف

سورج گرہن کی نماز کا بیان

ترجمہ: جب سورج گرہن ہو امام لوگوں کو نفلوں کی طرح دو رکعت پڑھائے اور ہر رکعت میں ایک رکوع کرے۔

فائدہ: نفلوں کی طرح سے یہ مراد ہے کہ نہ اذان ہو نہ تکبیر ہو اور نہ رکوع متعدد ہوں اسی پر فتویٰ ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں دو رکوع ہیں کہ امام ایک رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اور کچھ آیتیں پڑھ کر پھر رکوع کرے۔

ترجمہ: اور دونوں رکعتوں میں قراءت طویل پڑھے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آہستہ سے پڑھے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جہر سے پڑھے (یہی قول امام شافعیؒ کا ہے) پھر اس کے بعد اتنی دیر تک دعا کرے کہ سورج کھل جائے اور یہ نماز وہی امام پڑھائے جو ان لوگوں کو جمعہ پڑھاتا ہے۔ اگر وہ امام نہ ہو تو لوگ اکیلے پڑھ لیں اور چاند گرہن میں جماعت

(مسنون) نہیں ہے بلکہ ہر ایک اپنی اپنی پڑھ لے اور گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز میں خطبہ نہیں ہے۔

باب صلٰوۃ الاستسقاء

بارش کے لئے نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ بارش کے لیے نماز با جماعت مسنون نہیں ہے اگر لوگ اکیلے اکیلے پڑھ لیں تو جائز ہے اور بارش مانگنے کے لیے فقط دعا اور استغفار ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ امام دو رکعت پڑھائے دونوں میں قراءت جہر سے پڑھے پھر خطبہ پڑھے اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرے اور اپنی چادر کو پھیرے اور لوگ (یعنی مقتدی) اپنی چادروں کو نہ پھیریں اور ذمی لوگ اس نماز میں شامل نہ ہوں۔

فائدہ: چادر پھیرنا امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ پھیرے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نماز بمنزلہ دعا کے ہے اس لیے اس کا حکم بھی اور دعاؤں جیسا ہوگا۔

اور چادر پھیرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر وہ چوگوشی ہے تو اوپر کا کنارہ نیچے کر لے اور نیچے کا اوپر کر لے اور اگر گول ہے تو دائیں جانب کو بائیں جانب کرے اور بائیں کو دائیں طرف اور ذمی وہ کافر ہیں جو اسلامی سلطنت میں سلطان سے اجازت لے کر رہنے لگیں۔

باب قیام شہر رمضان

رمضان میں تراویح کا بیان

ترجمہ: مستحب ہے کہ ماہِ رمضان میں عشاء کے بعد لوگ جمع ہوں اور ان کا امام انہیں پانچ ترویحے پڑھائے۔

فائدہ: ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے اس حساب سے پانچ ترویحوں کی بیس رکعتیں ہوں گی اور مصنف نے اسے استحباب کے لفظ سے ذکر کیا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے

پس مصنفؒ کا مقصود اس سے یہ ہے کہ تراویح کو جماعت سے پڑھنا مستحب ہے نہ یہ کہ تراویح مستحب ہے۔

ترجمہ: ہر ترویحہ میں دو سلام ہیں (یعنی دو دو رکعت میں سلام پھیرے) اور دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھے پھر لوگوں کو وتر پڑھائے اور سوائے ماہِ رمضان کے اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھیں۔

باب صلوٰة الخوف

نمازِ خوف کا بیان

ترجمہ: جب (دشمن وغیرہ کا) خوف زیادہ ہو (اور نماز کا وقت ہو جائے)۔

فائدہ: ہمارے علماء کے نزدیک خوف زیادہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ فقط دشمن وغیرہ کا نزدیک ہونا کافی ہے۔

ترجمہ: تو امام لوگوں کی دو جماعت کر دے ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی کر دے اور دوسری کو اپنے پیچھے کھڑی کر لے پھر اسی جماعت کو دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے اور جب امام دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی ہو جائے اور وہ جماعت (امام کے پیچھے) آ جائے پھر امام ان لوگوں کو دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے اور التحیات وغیرہ پڑھ کے سلام پھیر دے اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑے ہوں اور وہ پہلی جماعت (جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لی تھی) آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے ایک ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ بغیر قراءت کے پڑھ لیں (کیونکہ یہ لاحق ہیں) اور التحیات پڑھ کے سلام پھیر کے دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑے ہوں پھر دوسری جماعت آئے اور یہ لوگ ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ قراءت سے پڑھیں (کیونکہ یہ مسبوق ہیں اور مسبوق پر قراءت لازم ہے) اور التحیات وغیرہ پڑھ کے سلام پھیر دیں۔

فائدہ: اصل اس بارے میں وہ روایت ہے جو ابوداوٗد نے ابن مسعودؓ سے نقل کی ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے خوف کی نماز اس صورت سے پڑھائی جو مصنف نے بیان کی ہے اور اسی صورت کو اشہب اور اوزاعی نے پسند کیا ہے اور اسی کو ہمارے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین نے لیا تھا۔

ترجمہ: پھر اگر امام مقیم ہے تو دونوں جماعتوں کو دو دو رکعت پڑھائے اور مغرب کی نماز میں پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے اور دوسری کو ایک رکعت۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں تنصیف نہیں ہوسکتی بس سبقت کے لحاظ سے اسے پہلی جماعت میں رکھنا بہتر ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور نماز کی حالت میں نہ لڑیں۔

فائدہ: کیونکہ لڑنا عمل کثیر ہے اعمال نماز سے نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی نماز باطل ہوگئی اور اگر خوف بہت ہی زیادہ ہو تو اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں رکوع و سجود اشاروں سے کریں اور جب قبلہ رخ نہ ہوسکیں تو جس طرف چاہیں پڑھ لیں۔

باب الجنائز

جنازہ کا بیان

ترجمہ: جس وقت کوئی آدمی مرنے لگے تو اسے داہنی کروٹ سے لٹا کر قبلہ رخ کر دیں اور اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھیں۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یعنی اپنے مردوں سے مراد وہ ہیں جو مرنے کے قریب ہوں ہدایہ میں اسی طرح ہے اور تلقین کی صورت یہ ہے کہ نزع کی حالت میں اس کے پاس کھڑے ہو کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنا چاہیے تاکہ وہ سن لے اور اس سے یہ نہ کہیں کہ تو کلمہ پڑھ کیونکہ وہ وقت بہت دشواری کا ہوتا ہے شاید وہ کہنے سے اس کا انکار نہ کر دے۔

ترجمہ: اور جب مر جائے تو (ایک کپڑے کی دھجی لے کر) اس کے دونوں جبڑوں کو باندھ دیں اور آنکھوں کو بند کر دیں۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ رضی اللہ عنہ صحابی کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے مرنے کے بعد ان کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں حضورؐ نے ان کو بند کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب روح قبض ہو جاتی ہے تو بینائی اس کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور آنکھوں ہی سے آدمی کی خوبصورتی ہے کیونکہ جب آنکھیں بند نہ کی جائیں اور نہ جبڑے باندھے جائیں تو آدمی کی صورت بہت ڈراونی ہو جاتی ہے اور آنکھیں بند کرتے وقت یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَ سَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاسْعِدْهُ بِلِقَآئِكَ وَ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ.

ترجمہ: پھر میت کو جب غسل دینا چاہیں تو اسے تختے پر لٹائیں اور اس کی ستر عورت پر (پردہ کی غرض سے) کچھ کپڑا ڈال دیں اور اس کے سب کپڑے نکال دیں اور وضو کرائیں لیکن نہ کلی کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں پھر اس کے اوپر پانی بہا دیں اور تختے کو (لوبان وغیرہ سے) طاق مرتبہ دھونی دیں۔

فائدہ: دھونی دینے کی صورت یہ ہے کہ دھونی کی رکابی وغیرہ کو لے کر تختہ کے چاروں طرف پھیر دیں ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اس سے زیادہ نہ کریں۔

ترجمہ: اور بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر پانی گرم کیا جائے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے اور اس کے سر اور ڈاڑھی کو گل خیرو سے دھوئیں پھر بائیں کروٹ پر لٹائیں (تاکہ غسل داہنی طرف سے شروع ہو) پھر بیری کے پتوں دار پانی سے غسل دیں یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پانی نیچے تک پہنچ جائے پھر (اس کی کمر کے نیچے) کوئی چیز رکھ کر اس کے سہارے بٹھائیں اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ (نیچے کو) سونتیں۔ اگر کچھ نکلے تو اسے دھو دیں اور دوبارہ غسل نہ دیں (نہ پھر وضو کرائیں) پھر کسی کپڑے سے اس (کے جسم) کو خشک کر کے کفنائیں اور سر اور داڑھی پر حنوط (خوشبو) مل دیں اور سجدہ کے اعضاء پر کافور ملیں۔

فائدہ: سجدہ کے اعضاء سے وہ اعضاء مراد ہیں جو سجدہ کرتے وقت زمین پر ٹکتے ہیں یعنی

ناک پیشانی دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں قدم۔اسی پر فتویٰ ہے اور حنوط ایک قسم کا عطر ہے جو چند خوشبودار چیزیں ملا کر بنایا جاتا ہے۔

مرد و عورت کے کفن کا بیان ❋ ترجمہ: اور سنت ہے کہ مرد کو ازار' کفنی' لفافہ تین کپڑوں میں کفنایا جائے۔

فائدہ : کیونکہ آنحضرت ﷺ کو بھی تین ہی سفید کپڑوں میں کفنایا گیا تھا اور اگر دو ہی کپڑوں پر (یعنی ازار اور کفنی پر) اکتفا کریں تب بھی جائز ہے۔

فائدہ : ان دو کپڑوں کو کفن کفایہ کہتے ہیں میت کے دو کپڑے کافی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا کہ میرے انہی دو کپڑوں کو دھلوالو اور مجھے انہی میں کفنانا۔

ترجمہ: اور جب میت پر لفافہ لپیٹنا چاہیں تو پہلے بائیں طرف سے لپیٹیں یعنی بائیں طرف سے اس پر ڈال دیں پھر داہنی طرف سے اور اگر (ہوا وغیرہ کی وجہ سے) کفن کے کھلنے کا اندیشہ ہو تو اسے باندھ دیں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنائیں یعنی ازار' کفنی دامنی' سینہ بند لفافہ اور اگر (ازار' لفافہ' دامنی) تین کپڑوں پر اکتفا کریں تب بھی جائز ہے اور عورت کے لیے یہ کفن کفایہ ہے۔

فائدہ : ان کی لمبائی اس قدر ہونی چاہیے کہ ازار سر سے پیروں تک ہو اور کفنی مونڈھوں سے گھٹنوں کے نیچے تک اور لفافہ ازار سے بھی لمبا ہو۔

ترجمہ: اور دامنی کفنی سے اوپر اور لفافہ کے نیچے رہے اور عورت کے بال اس کے سینہ پر کر دیئے جائیں اور میت کے (سر کے) بالوں اور داڑھی میں کنگھا نہ کیا جائے اور نہ ناخن کترے جائیں اور نہ بال کترے جائیں اور کفنانے سے پہلے سارے کفن کو طاق مرتبہ خوشبو میں بسا لیں پھر جب اس سے فارغ ہوں تو اس پر نماز پڑھیں۔

میت کی نماز جنازہ کون پڑھائے ❋ جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے سب سے بہتر سلطان ہے اگر موجود ہو اور اگر سلطان نہ ہو تو مستحب ہے کہ اس محلّہ کی مسجد کا امام نماز پڑھائے پھر اس کے بعد (میت کے) ولی کا درجہ ہے پس اگر ولی اور سلطان کے علاوہ کسی اور کسی شخص نے نماز پڑھا دی تو ولی (اگر چاہے) دوبارہ نماز پڑھ لے۔

فائدہ: کیونکہ ولی میت کا حق دار ہوتا ہے لہٰذا اسے اختیار ہے کہ وہ دوبارہ بھی پڑھ لے۔

ترجمہ: اور اگر ولی (اپنی میت کے) جنازہ کی نماز پڑھ چکا ہے تو پھر جائز نہیں ہے کہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھے اور اگر کوئی جنازہ بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا جائے تو تین روز تک اس کی قبر پر نماز پڑھ لی جائے اور اس کے بعد نہ پڑھی جائے اور نماز پڑھانے والا میت کے سینہ کے مقابلہ میں کھڑا ہو۔

فائدہ: کیونکہ یہ دل کی جگہ ہے اور دل ہی میں نور ایمان ہوتا ہے پس اس جگہ کھڑے ہونے سے (اس طرف اشارہ ہے کہ) امام اس کے ایمان کی سفارش کرتا ہے۔

نماز جنازہ کی ترکیب ⁕ **ترجمہ:** اور نماز (جنازہ کی) یہ ہے کہ اول اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی حمد وثنا پڑھے پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے پھر تیسری دفعہ اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میت اور سب مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

فائدہ: یعنی یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَآئِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ.

اور اگر لڑکے کا جنازہ ہے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا اور اگر لڑکی[1] ہو تو ہٗ کی جگہ ھا پڑھے۔

ترجمہ: اور جنازہ کی نماز اس مسجد میں نہ پڑھی جائے کہ جس میں جماعت ہوتی ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَهٗ.

''جو جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھے اسے ثواب نہیں ملتا۔''

---

[1] اور شَافِعًا اور مُشَفَّعًا کی جگہ شَافِعَةً اور مُشَفَّعَةً کہے۔

<u>میت لے جانے اور دفن کرنے کے احکام و آداب</u> ٭ ترجمہ: پھر جب میت کو چارپائی وغیرہ پر (رکھ کر) اٹھائیں تو اس (چارپائی) کے چاروں پائے پکڑلیں اور جلدی جلدی چلیں۔ دوڑ کے نہ چلیں (اور آہستہ آہستہ بھی چلنا جائز ہے) پھر جب جنازہ قبر پر پہنچے تو جنازہ رکھا جانے سے پہلے لوگوں کو بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کھود کر اس میں لحد بنادی جائے اور میت کو قبلہ رخ کرکے اس میں اتارا جائے اور جس وقت لحد میں اتارا جائے تو اتارنے والے یہ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور لحد میں رکھ کے اس کا منہ قبلہ کی طرف کریں۔

فائدہ: قبلہ کی طرف منہ کردینا واجب ہے۔ عبدالمطلب کے خاندان کا ایک شخص مرگیا تھا تو اس کو قبر میں رکھتے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی حکم دیا تھا کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف کردو۔

ترجمہ: اور کفن کے بند کھول دیں (کیونکہ اب کفن کھلنے کا اندیشہ نہیں ہے) اور لحد پر کچی اینٹیں لگائیں۔ پکی اینٹیں اور تختے لگانے مکروہ ہیں اور بانس وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے پھر اس پر مٹی دے دی جائے اور قبر کوہان جیسی بنادی جائے اور چوگوشی نہ بنائی جائے اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد رویا (اور پھر مرگیا) تو اس کا نام رکھا جائے اور غسل دے کر اس کی نماز پڑھی جائے اور اگر رویا نہیں (بلکہ مرا ہی پیدا ہوا ہے) تو اسے ایک مختصر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے اور اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فائدہ: اس کے غسل دینے میں دو روایتیں ہیں صحیح یہی ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے۔

باب الشهيد

شہید کا بیان

ترجمہ: شہید وہ ہے جسے مشرک (اور کافر) لوگوں نے مارا ہو (اور ڈاکو وغیرہ بھی اسی حکم میں ہیں) یا میدان جنگ میں سے مرا ہوا ملے اور اس (کے بدن) پر کاری زخم ہوں یا کسی کو مسلمانوں نے ظلماً ماردیا ہو اور اس کے مارنے پر خون بہا واجب نہ ہوا ہو تو اس کو کفن دیا جائے اور اس کی نماز پڑھی جائے اور غسل نہ دیا جائے اور جب کوئی جنبی شہید ہو جائے تو امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کے نزدیک اسے غسل دیا جائے (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور یہی حکم لڑکے (اور دیوانے) کا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو بھی غسل نہ دیا جائے اور شہید (کے بدن) سے اس کا خون نہ دھویا جائے اور نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں اور پوستین وغیرہ جو کفن کی قسم سے نہیں ہے اور موزے اور ہتھیار اتار لیے جائیں اور مرتث کو غسل دیا جائے اور مرتث وہ شخص ہے جو زخمی ہونے کے بعد کچھ کھائے یا پیے یا اس کا علاج کیا جائے یا وہ اتنی دیر زندہ رہے کہ اس کے ہوش میں ایک نماز کا وقت گذر جائے یا وہ میدان جنگ سے زندہ (اپنے گھر) آجائے اور جو شخص کسی حد یا قصاص میں مارا جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس کی نماز بھی پڑھی جائے (کیونکہ وہ ظلماً نہیں مارا گیا) اور جو شخص بغاوت یا رہزنی میں مارا گیا ہو تو اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فائدہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں پر نماز نہیں پڑھی تھی۔

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ: (خانہ) کعبہ میں نماز پڑھی جائے فرض بھی اور نفل بھی۔ پس اگر خانہ کعبہ میں کوئی امام نماز پڑھائے اور مقتدیوں میں سے کوئی اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کرے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور جو ان میں سے اپنا منہ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز بھی ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز نہ ہوگی (کیونکہ وہ امام سے آگے ہے اور یہ جائز نہیں) اور جب امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو لوگ خانہ کعبہ کے گرداگرد حلقہ باندھ لیں اور امام کی نماز کے ساتھ (ساتھ) نماز پڑھیں پھر ان میں جو شخص امام کی نسبت کعبہ سے زیادہ نزدیک ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی (لیکن) جبکہ امام کی طرف نہ ہو اور جو شخص (خانہ کعبہ کی) چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔

فائدہ: امام شافعیؒ کے نزدیک کعبہ کی چھت پر نماز نہیں ہوتی کیونکہ ان کے نزدیک قبلہ وہ عمارت ہے اور ہمارے نزدیک کعبہ کے اندر کا میدان اور ہوا آسمان تک قبلہ ہے نہ کہ یہ عمارت۔

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: زکوٰۃ ایسے شخص پر واجب (یعنی فرض) ہے جو آزاد مسلمان بالغ ہو عاقل ہو جس وقت وہ پورے نصاب کا پورا مالک ہو جائے اور اس پر پورا ایک سال گذر جائے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لَا زَکٰوۃَ عَلٰی مَالٍ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ.

"یعنی کسی مال میں زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ اس پر پورا سال نہ گذر جائے۔"

ترجمہ: لڑکے اور دیوانے اور مکاتب پر زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

فائدہ: یہ قول ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک لڑکے اور دیوانے پر بھی واجب ہے۔

ترجمہ: اگر اس کے ذمہ اس کے مال کے برابر ہی قرض بھی ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جس کے پاس قرض سے زیادہ مال ہو تو اگر یہ زیادہ مال نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکوٰۃ دینی واجب ہے اور رہنے کے گھروں میں اور پہننے کے کپڑوں میں اور گھر کے اسباب میں اور سواری کے جانوروں میں اور خدمت کے غلاموں میں اور استعمالی ہتھیاروں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور بغیر نیت کے زکوٰۃ ادا کرنی جائز نہیں ہے یا تو دینے کے وقت نیت ہو (کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں اور) یا جس قدر مال اسے زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اس واجب کی مقدار مال سے نکالتے وقت نیت ہو کہ یہ میں زکوٰۃ نکالتا ہوں اور جس شخص نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو زکوٰۃ کی فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔

باب زکوٰۃ الابل

اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

: پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور جب پانچ ہو جائیں اور وہ

جنگل میں چرتے ہوں اور پورا سال ان پر گذر جائے تو ان میں نو تک ایک بکری ہے پھر جب دس ہو جائیں تو ان میں چودہ تک دو بکریاں ہیں اور جب پندرہ ہو جائیں تو ان میں انیس تک تین بکریاں ہیں اور جب بیس ہو جائیں تو ان میں چوبیس تک چار بکریاں ہیں اور جب پچیس ہو جائیں تو ان میں سے پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے۔

فائدہ: بنت مخاض اونٹنی کے اس بوتہ (بچہ) کو کہتے ہیں جسے ایک سال ختم ہو کر دوسرا سال لگ گیا ہو۔

ترجمہ: اور جب چھتیس ہو جائیں تو ان میں پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے۔

فائدہ: بنت لبون وہ بوتہ ہے جسے تیسرا سال لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چھیالیس ہو جائیں تو ان میں ساٹھ تک ایک حقہ ہے۔

فائدہ: حقہ اس بوتہ کو کہتے ہیں جو تین سال پورے کر کے چوتھے میں لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب اکسٹھ ہو جائیں تو ان میں پچہتر تک ایک جذعہ ہے۔

فائدہ: جذعہ اس بوتہ کو کہتے ہیں جو چار سال پورے کر کے پانچویں میں لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چھہتر ہو جائیں تو ان میں نوے تک دو بنت لبون ہیں اور جب اکیانوے ہو جائیں تو ان میں ایک سو بیس تک دو حقے ہیں (اور جب اس سے بھی زیادہ ہو جائیں) تو پھر زکوٰۃ کا حساب نئے سرے سے شروع کیا جائے پس پانچ میں (یعنی ایک سو پچیس میں) دو حقے اور ایک بکری ہے اور (اسی طرح) دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں (یعنی ایک سو پچیس میں) ایک سو پچاس تک (دو حقے اور) ایک بنت مخاض ہوگا اور پورے ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے (اس کے بعد) پھر نئے سرے سے حساب کیا جائے گا پس پانچ میں ایک بکری اور دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک بنت لبون اور جب یہ ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو ان میں سے دو سو تک چار حقے ہوں گے اور پھر جیسا کہ ان پچاس میں نئے سرے سے حساب کیا جاتا ہے جو ڈیڑھ سو کے بعد ہوں گے اسی طرح ہمیشہ نئے سرے سے حساب ہوتا رہے گا اور بختی اور عربی اونٹ برابر ہیں (یعنی ان میں زکوٰۃ

کی بابت کوئی فرق نہیں ہے)۔

باب صدقة البقر

گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: انتیس گائے یا بیلوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب وہ تیس ہو جائیں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایک سال (پورا) ان پر گذر جائے تو ان میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ ہے۔

فائدہ: تبیع اور تبیعہ اس بچھڑے بچھڑی کو کہتے ہیں جنہیں ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال لگ جائے اور دونوں کے ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس بارے میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں اور یہی حکم بکریوں میں ہے۔

ترجمہ: اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ ہے۔

فائدہ: مسن اور مسنہ اس بچھڑے بچھیا کو کہتے ہیں جنہیں دو سال پورے ہو کر تیسرا سال لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چالیس سے زیادہ ہو جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس زیادتی میں ساٹھ تک اسی مقدار سے واجب ہے پس ایک میں مسنہ کا چالیسواں حصہ ہے اور دو میں بیسواں حصہ اور تین میں مسنہ کی چالیس حصوں میں سے تین حصے۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ اس زیادتی میں کچھ زکوٰۃ نہیں یہاں تک کہ یہ ساٹھ ہو جائیں پھر ساٹھ میں دو تبیعے ہوں گے اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تبیعہ اور اسی میں دو مسنے اور نوے میں تین تبیعے اور سو میں دو تبیعے اور ایک مسنہ اور اس طریقہ پر ہر دس میں تبیعہ سے مسنہ کی طرف یہ فرض (زکوٰۃ) بدلتا رہے گا اور بھینس اور گائے زکوٰۃ میں برابر ہیں۔

باب صدقة الغنم

بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

: چالیس بکریوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب پوری چالیس ہو جائیں اور وہ

جنگل میں چرتی ہوں اور ان پر ایک سال پورا گذر جائے تو ان میں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے اور جب ایک سو بیس سے ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں دو سو تک دو بکریاں ہیں پھر جب (دو سو سے بھی ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں تین بکریاں ہیں اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں ہر سینکڑے میں ایک بکری ہے۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کتاب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے اور اسی پر اجماع ہے اور بھیڑ بکریاں (زکوٰۃ کے) حکم میں برابر ہیں۔

باب زکٰوۃ الخیل

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: اور جب گھوڑے گھوڑیاں ملے ہوئے ہوں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایک سال پورا ان پر گذر جائے تو ان کے مالک کو اختیار ہے چاہے ہر گھوڑی کی زکوٰۃ میں ایک دینار دے دے (یعنی دو روپے آٹھ آنے) اور چاہے ان کی قیمت کر کے دو سو درم میں سے پانچ درہم دے دے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فقط گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں (خواہ نر و مادہ دونوں ہوں) بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور خچر اور گدھوں میں (بالاتفاق) کچھ زکوٰۃ نہیں ہے ہاں اگر وہ سوداگری کے لیے ہوں۔

فائدہ: خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لَمْ يُنَزَّلْ عَلَيَّ فِيهِمَا شَيْءٌ" یعنی ان دونوں کی بابت مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا اور یہ احکام آنحضرت ﷺ کے فرمانے ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔

متفرق مسائل ✱ **ترجمہ:** اونٹ اور گائے اور بکری کے بچوں میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے (اور یہی صحیح ہے اسی طرح تحفہ میں ہے) ہاں اگر ان میں بڑے بھی شامل ہوں اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک دے دینا واجب ہے اور جس شخص پر (زکوٰۃ میں) مسنہ (دینا) واجب ہو اور اس کے پاس مسنہ نہ ہو تو مصدق اس سے اعلیٰ درجہ کا جانور (یعنی تبیعہ) لے لے (اس کی قیمت ٹھہرا کے مسنہ کی قیمت رکھ لے) اور باقی دام

اسے واپس دے دے یا اس سے کم درجہ کا لے لے۔ اور باقی دام اس سے وصول کرے اور زکوٰۃ میں قیمتوں کا دے دینا بھی واجب ہے۔

فائدہ: مصدق اس آدمی کو کہتے ہیں جو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور سب سے وصول کر کے امام کے حوالے کر دے۔

ترجمہ: اور عوامل، حوامل اور علوفہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

فائدہ: عوامل اور حوامل ان چوپایوں کو کہتے ہیں جو مالک کے گھر کے کام میں رہتے ہوں۔ اور علوفہ وہ جانور ہیں جنہیں گھاس دانا دیا جاتا ہو۔

ترجمہ: مصدق سب سے اچھا مال (چھانٹ کر) نہ لے اور نہ سب سے ردی لے بلکہ اوسط درجہ کا لے۔

فائدہ: اوسط درجہ کا مال لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں جانبین کی رعایت ہے یعنی زکوٰۃ دینے والے کی بھی اور شریعت کی بھی۔

ترجمہ: ایک شخص (شروع سال میں) مالک نصاب تھا پھر درمیان سال میں اس نے اور مال کما لیا تو یہ اسے اپنے مال میں ملا کر سارے کی زکوٰۃ دے اور سائمہ (یعنی جنگل میں چرنے والے) سے وہ چوپایہ مراد ہے جو چھ مہینے سے زیادہ فقط چرنے ہی پر اکتفا کرے (یعنی گھر آ کے نہ کھائے) اور اگر اس نے چھ مہینے یا اس سے کچھ کم جنگل میں چرا تو ایسے چوپایوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ نصاب میں ہے عضو میں نہیں ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک دونوں میں واجب ہے۔

فائدہ: نصاب اور عضو کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس اسّی بکریاں تھیں اور ان پر ایک سال گذر گیا لیکن اس کے زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے ان میں سے چالیس بکریاں مر گئیں تو چالیس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ایک بکری دینی واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نصف بکری واجب ہے۔

ترجمہ: اور جب زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مال ہلاک ہو جائے تو (اس صورت میں) زکوٰۃ بھی (اس کے ذمہ سے) ساقط ہو جائے گی اور اگر کوئی مالک نصاب تھا اور سال پورا

ہونے سے پہلے ہی اس نے زکوٰۃ دے دی تو یہ بھی جائز ہے۔

باب زکوٰۃ الفضۃ
چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: دوسو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے پس جب دوسو درہم ہوں اور ایک سال ان پر گذر جائے تو ان میں (زکوٰۃ کے) پانچ درہم ہیں اور دوسو سے زیادہ میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ چالیس ہو جائیں (یعنی دوسو کے بعد انتالیس میں زکوٰۃ نہیں ہے) اور پورے چالیس میں ایک درہم ہے پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسو سے زیادہ میں بھی اسی حساب سے زکوٰۃ ہے اور اگر کسی چیز میں چاندی ہو تو وہ چاندی ہی کے حکم میں ہے اور اگر اس میں (چاندی سے) ملونی زیادہ ہو تو وہ اسباب کے حکم میں ہے اور ایسی چیزوں میں معتبر یہ ہے کہ ان کی قیمت نصاب (کی مقدار) کو پہنچ جائے۔

باب زکوٰۃ الذھب
سونے کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: سونے کے بیس مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے پس جب پورے بیس مثقال ہوں اور ان پر پورا سال گذر جائے تو ان میں نصف مثقال ہے پھر ہر چار مثقالوں میں دو قیراط ہیں۔

فائدہ: چار مثقال میں دو قیراط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہے اور چار مثقال اسّی قیراط کے ہوتے ہیں اور چالیسواں حصہ دو قیراط ہوئے اور شریعت نے ایک دینار دس درہم کا معتبر رکھا ہے پس چار مثقال مثل چالیس درہموں کے ہیں۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ بیس سے جس قدر زیادہ ہوں ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے ہے اور سونے اور چاندی کی پتری اور ان کے زیور اور برتنوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

فائدہ: یہ ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سونے یا چاندی کی پتری میں واجب ہے اور اگر اس کے زیور یا برتن بنا لیے جائیں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

باب زکوٰۃ العروض

اسباب کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: تجارتی مال میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ کسی قسم کا ہو جس وقت اس کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی ایسی چیز سے قیمت کریں جس میں فقیروں اور مسکینوں کو زیادہ فائدہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اسی سے اس کی قیمت کریں جس سے اسے خریدا ہو۔ اگر روپیہ پیسہ سے نہیں خریدا تو ایسی چیز سے قیمت کریں جس کا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ ہر حال میں اسی سے قیمت کریں جس کا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور جب سال کے اول و آخر میں نصاب پورا ہو (اور درمیان میں کمی آ گئی ہو) تو (یہ) درمیانی کمی زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نصاب پورا کرنے کے لیے (تجارتی) اسباب کی قیمت سونے چاندی میں ملا دی جائے اور اسی طرح سونے کی قیمت چاندی میں ملا دی جائے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کچھ تجارتی اسباب تھا اور کچھ سونا چاندی تھا لیکن پورا نصاب دونوں میں کسی میں بھی نہ تھا ہاں اگر ان دونوں میں سے کسی کی قیمت کر کے دوسری چیز میں ملا دیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں ایک کی قیمت معین کر کے دوسرے میں ملا دیں گے تاکہ نصاب پورا ہو جائے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ سونے کی قیمت کر کے چاندی میں نہ ملایا جائے اور اجزا ملا دیے جائیں۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے مثلاً کسی کے پاس دینار پچاس درہموں کی قیمت کے تھے اور اس کے پاس سو درہم بھی تھے تو ایسے شخص پر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ اجزاء کے اعتبار سے نصاب پورا ہے یعنی اس صورت میں نصف نصاب سونے کا ہے اور

نصف چاندی کا پس دونوں نصفوں کو ملا کے پورا نصاب سمجھ لیا جائے گا۔

باب زکوٰۃ الزروع والثمار

غلہ اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار میں خواہ تھوڑی ہو یا بہت دسواں حصہ واجب ہے اور برابر ہے کہ نہر کے پانی سے ہو یا بارش کے پانی سے سوائے لکڑی اور بانس اور گھاس کے۔

فائدہ: ان تینوں میں عشر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں عادۃً بوئی نہیں جاتیں۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ انہی میں واجب ہے جن کا پھل باقی رہتا ہے (یعنی بلا تکلف سال بھر تک رہتا ہو) جب وہ پھل پانچ وسق کو پہنچ جائے اور وسق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

فائدہ: صاع بعض محققین کے نزدیک دوسو چونتیس تولہ کا ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں (ترکاریوں) میں دسواں حصہ نہیں ہے اور جن کھیتوں میں ڈول یا رہٹ یا چرس سے پانی دیا گیا ہو ان میں دونوں قول پر بیسواں حصہ ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں پیمانے سے نپتی ہیں جیسے زعفران اور روئی (وغیرہ) ان میں دسواں حصہ اس وقت واجب ہے کہ جب ان کی قیمت ایسے ادنیٰ درجہ کے غلہ کے پانچ وسق کو پہنچ جائے جو وسق سے ناپا جاتا ہو (جیسے باجرہ وغیرہ) اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ اس وقت واجب ہے کہ جب پانچ عدد اعلیٰ اس مقدار کو پہنچ جائے جس کے ساتھ اس قسم کی چیزوں کا اندازہ کیا جاتا ہے پس روئی میں پانچ گون معتبر ہیں (ایک گون کا وزن تین سو سیر ہوتا ہے) اور زعفران میں پانچ سیر معتبر ہیں۔

فائدہ: یہاں سیر سے چھبیس اوقیہ کا وزن مراد ہے۔

: اور شہد میں دسواں حصہ ہے جس وقت وہ عشری زمین سے حاصل ہو خواہ تھوڑا ہو یا

بہت ہو۔

فائدہ: یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور عشری زمین اس کو کہتے ہیں جس کی پیداوار میں سے دسواں حصہ بادشاہ کو دیا جائے۔

ترجمہ: اور اس بارے میں امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ اس وقت واجب ہے کہ شہد دس مشکیں ہوں اور امام محمدؒ پانچ فرق فرماتے ہیں اور فرق چھتیس رطل عراقی کا ہوتا ہے۔

فائدہ: رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے چھتیس رطل اٹھارہ سیر کے ہوئے۔ اس حساب سے کل نوے سیر ہوں گے۔

ترجمہ: اور خراجی زمین کی پیداوار میں سے دسواں حصہ دینا واجب نہیں ہے۔

بابٌ من یجوز رفع الصدقة الیه ومن لا یجوز

مستحقین زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ.

پس یہ آٹھ قسم کے آدمی ہیں اور مؤلفۃ القلوب ان میں سے ساقط ہو گئے ہیں۔

فائدہ: مؤلفۃ القلوب ان کافروں کو کہتے ہیں جو شروع اسلام میں رسول مقبول ﷺ کی لڑائیوں میں مدد کرتے تھے ان کے دل پرچانے کے لیے زکوٰۃ کا مال ان کو دیا جاتا تھا اس لیے وہ لوگ مؤلفۃ القلوب کہلاتے تھے۔

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کو اللہ نے قوت دے دی ہے اور ان سے بے پرواہ کر دیا ہے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو (یعنی نصاب کی مقدار نہ ہو) اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

فائدہ: بعض فقہاء نے اس کے برعکس معنی کہے ہیں یعنی یہ کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ

ہو اور مسکین وہ ہے جس کا مال نصاب سے کم ہو اور صحیح پہلے ہی معنی ہیں۔

ترجمہ: اور عامل وہ ہے کہ بادشاہ اس کے کام کا اندازہ کر کے کچھ اسے دے دے۔

فائدہ: عامل میں یہ شرط ہے کہ وہ بادشاہ کا مقرر کیا ہوا ہو اس کام پر کہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے بادشاہ کے سپرد کیا کرے۔

ترجمہ: اور فی الرقاب سے یہ مراد ہے کہ مکاتب غلاموں کے چھڑانے میں ان کی مدد کی جائے۔

فائدہ: مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے آقا سے خرید لیا ہو یعنی اپنی قیمت اپنے ذمہ لے لی ہو۔

ترجمہ: غارم وہ ہے جس کے ذمہ قرض ہو (اور اس کے پاس دینے کو نہ ہو) اور فی سبیل اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو (راہ خدا میں) لڑنے سے عاجز ہوں (یعنی ان کے پاس ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ نہ ہوں) اور ابن السبیل سے وہ (مسافر) لوگ مراد ہیں جن کا مال ان کے وطن میں ہو اور وہ دوسری جگہ ہوں کہ وہاں ان کے پاس کچھ نہ ہو پس یہ (سات) مصارف زکوٰۃ ہیں اور مالک کو (یعنی زکوٰۃ ادا کرنے والے کو) اختیار ہے کہ چاہے ان میں سے ہر ایک کو دے اور چاہے ایک ہی قسم کے لوگوں کو دے دے۔

فائدہ: یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعیؒ کے اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول ہمارے ائمہ کے موافق ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے ہر قسم میں سے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "خُذْهَا مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَ رَدَّهَا فِیْ فُقَرَآئِهِمْ" یعنی زکوٰۃ مسلمان دولت مندوں سے لے کر مسلمان فقیروں کو دے دیا کرو اور زکوٰۃ کے سوا اور صدقہ ذمی کو دینا جائز ہے اور ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جو باجگذار ہو اور مسلمانوں سے امان لے کر دار السلام میں رہنے لگا ہو۔

: اور زکوٰۃ کے مال سے نہ مسجد بنائی جائے اور نہ اس سے (خرید کر) میت کو کفن دیا

جائے اور نہ آزاد کرنے کے لیے اس سے کوئی غلام خریدا جائے اور نہ زکوٰۃ دولت مندوں کو دی جائے اور نہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ اپنے باپ دادا اور پردادا وغیرہ کو دے اور نہ بیٹے پوتوں وغیرہ کو دے اور نہ ماں نانی اور دادی کو دے اور نہ اپنی بیوی کو دے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ عورت اپنے خاوند کو دے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو دے سکتی ہے۔

فائدہ: ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا تھا کہ اگر تم اپنے خاوند کو دے دو تو تمہارے لیے دونا اجر ہے ایک اجر صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ اسی حدیث کی وجہ سے صاحبینؒ اس کے قائل ہیں کہ عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے دے تو جائز ہے یعنی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حدیث نفلی صدقہ پر محمول ہے فرض زکوٰۃ خاوند کو دینا ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور نہ زکوٰۃ اپنے (غلام) مکاتب کو دے اور نہ اپنے غلام کو اور نہ کسی امیر کے غلام اور نہ امیر کے بچے کو دے جب کہ وہ چھوٹا ہو۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹا بچہ اپنے باپ کے مال کی وجہ سے امیر ہی شمار کیا جاتا ہے بخلاف بڑے کے کہ وہ باپ کے مال کی وجہ سے امیر شمار نہیں ہوتا اگرچہ اس کا خرچ باپ ہی کے ذمہ ہو۔

ترجمہ: اور نہ زکوٰۃ بنی ہاشم کو دی جائے اور بنی ہاشم وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، جعفرؓ، عقیلؓ، حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں اور نہ ان کے غلاموں کو زکوٰۃ دی جائے۔

فائدہ: کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غلام انہی لوگوں میں شمار ہوتا ہے کہ جن کا وہ غلام ہو۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ امیر آدمی ہے یا ہاشمی ہے یا کافر ہے یا اندھیرے میں کسی فقیر کو زکوٰۃ دے دی تھی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہے تو اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اسے دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور کسی کو زکوٰۃ دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کا غلام یا مکاتب تھا تو ان سب ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ جائز نہ ہوگی۔

فائدہ: اس زکوٰۃ کے ناجائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو زکوٰۃ کا مالک بنا دینا زکوٰۃ کا رکن ہے اور چونکہ غلام اور مکاتب میں مالک بننے کی قابلیت نہیں ہے لہٰذا وہ مالک نہ ہوں گے کیونکہ ان کا مال آقا کا مال ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جو (مقدار) نصاب کا مالک ہے خواہ وہ مال کسی قسم کا ہو اور ایسے شخص کو دینا جائز ہے جو نصاب سے کم کا مالک ہو اگرچہ وہ تندرست کمانے والا ہو (یعنی پیشہ ور) ہو اور ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں لے جانا مکروہ ہے بلکہ ہر قوم کی زکوٰۃ وہیں کے لوگوں میں تقسیم کر دی جائے ہاں اگر کسی کو اپنے قرابت داروں یا ایسے لوگوں کے لیے لے جانے کی ضرورت ہو جو اس شہر والوں میں سے زیادہ حاجت مند ہوں۔

باب صدقة الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

فائدہ: صدقۂ فطر کو ہماری زبان میں فطرہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: فطرہ آزاد مسلمان پر واجب ہے جب کہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو اور یہ نصاب رہنے کے گھر اور پہننے کے کپڑوں اور اسباب اور سواری کے گھوڑے اور ہتھیار اور خدمت کے غلاموں سے زیادہ ہو اس کو ہر مسلمان (آزاد) اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد اور خدمت کے غلاموں کی طرف سے ادا کرے اور اپنی بیوی کی طرف سے ادا نہ کرے اور نہ اپنی بڑی اولاد کی طرف سے اگرچہ ان کا خرچ کھانے پینے کا اسی کے ذمہ ہو اور نہ کوئی اپنے مکاتب کی طرف سے دے اور نہ سوداگری کے غلاموں کی طرف سے اور جو غلام دو آدمیوں کی شراکت میں ہو تو (اس کا) فطرہ ان میں سے کسی پر واجب نہیں ہے اور مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے فطرہ ادا کرے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافر غلام کا فطرہ آقا کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

ترجمہ: اور فطرہ گیہوں کا نصف صاع ہے اور جو اور چھوہارے اور منقیٰ کا ایک صاع اور صاع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عراقی رطل سے آٹھ رطل کا معتبر ہے۔

فائدہ: اور رطل وزن میں چہرہ شاہی روپیہ سے چالیس روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ (صاع) پانچ رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے اور فطرہ عید کے روز صبح صادق ہونے کے بعد واجب ہو جاتا ہے پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس پر فطرہ واجب نہیں ہے اور جو شخص صبح صادق ہونے کے بعد مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا تو اس پر واجب نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ لوگ عیدگاہ جانے سے پہلے فطرہ نکال دیں اور اگر عید کے روز سے پہلے دے دیں تب بھی جائز ہے اور اگر عید کے روز سے مؤخر کر دیں تو وہ ادا نہ ہوگا پھر ادا کرنا ان کے ذمہ لازم ہے۔

کتاب الصوم

روزے کا بیان

ترجمہ: روزے کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل۔ پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو کسی خاص زمانہ سے تعلق رکھے جیسے رمضان شریف اور نذر معین کے روزے پس یہ روزے رات سے نیت کر لینے سے ہوتے ہیں اگر کسی نے صبح تک نیت نہیں کی تو اسے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینی کافی ہے۔

فائدہ: جامع صغیر میں دوپہر سے پہلے نیت کرنی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔

ترجمہ: اور دوسری قسم وہ ہے جو ذمہ ثابت ہوتی ہے جیسے رمضان شریف کی قضا اور نذر مطلق اور کفارے کے روزے پس اس قسم کا روزہ رات سے نیت کیے بغیر نہیں ہوتا اور یہی حکم ظہار کے روزے کا ہے اور نفلی سب روزے زوال سے پہلے نیت کر لینے سے ہو جاتے ہیں۔

چاند دیکھنے کا بیان ☀ اور لوگوں کو چاہیے کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو خوب غور سے چاند دیکھیں اگر چاند نظر آ جائے تو روزے رکھنے شروع کر دیں اور اگر ابر ہو تو شعبان کے پورے

تیس روزے کر کے پھر روزے رکھے۔ اگر کسی اکیلے شخص نے رمضان شریف کا چاند دیکھ لیا تو (اگلے روز) وہ روزہ رکھے اگر چہ امام (یعنی مسلمانوں کا حاکم) اس کی گواہی کو نہ سنے اور جب آسمان میں کوئی علت (یعنی غبار یا ابر) ہو تو چاند دیکھنے کے بارے میں امام ایک ہی عادل آدمی کی گواہی کو مان لے مرد ہو یا عورت ہو۔ آزاد ہو یا غلام ہو۔

فائدہ: کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے رمضان شریف کے چاند کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی مان لی تھی اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے نقل کیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر آسمان میں کوئی علت (ابر وغیرہ کی) نہیں ہے تو یہ گواہی مانی نہ جائے یہاں تک کہ اتنے لوگ چاند دیکھ لیں کہ جن کے بیان کرنے پر یقین آجائے۔

روزہ کا وقت ✲ اور روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر آفتاب غروب ہونے تک ہے اور روزہ اسے کہتے ہیں کہ آدمی (روزہ کی) نیت کے ساتھ دن کو کھانے اور پینے اور صحبت کرنے سے رکا رہے اور اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے یا صحبت کرلے تو اس کا روزہ نہیں جاتا۔ اور اگر روزہ دار سو گیا تھا اور اسے احتلام ہو گیا یا اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا تھا اور دیکھتے ہی اسے انزال ہو گیا یا کسی نے (سر میں) تیل لگایا یا پچھنے لگوائے یا سرمہ ڈال لیا یا (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا (اور اسے انزال نہیں ہوا) تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں جاتا۔

روزہ ٹوٹنے کے مسائل ✲ اور اگر بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے سے انزال ہو گیا تو اس کے ذمہ (اس روزہ کی) قضا لازم ہے اور کفارہ لازم نہیں ہے اور جب کسی کو اپنے اوپر اطمینان ہو (یعنی شہوت بڑھ جانے اور انزال ہونے کا شبہ نہ ہو) تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اطمینان نہیں تو بوسہ لینا مکروہ ہے اور اگر کسی کو خود بخود قے ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور اگر کسی نے جان بوجھ کر منہ بھر کے قے کی تو اس پر (اس روزہ کی) قضا لازم ہے اور کسی شخص نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا گٹھلی نگل لی تو اس کا روزہ جاتا رہا وہ قضا رکھے (اس پر کفارہ نہیں ہے) اور جو شخص جان بوجھ کر قبل یا دبر میں جماع کرلے یا کھالے یا ایسی چیز پی لے جو غذا ہو سکے یا دوا ہو سکے تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

فائدہ: یعنی قضا تو روزہ توڑ دینے کی وجہ سے اور کفارہ پوری خطا کرنے کی وجہ سے۔

ترجمہ: اور (روزہ کا) کفارہ مثل کفارۂ ظہار کے ہے۔

فائدہ: کیونکہ مروی ہے کہ ایک گنوار رسول ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں تو مرمٹا۔ حضرت نے پوچھا کیوں کیا کیا' کہنے لگا کہ میں نے رمضان شریف میں جان بوجھ کر دن میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو۔ عرض کیا کہ میں سوائے اپنی اس گردن کے اور کسی گردن کا مالک نہیں ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو۔ عرض کیا یہ بلا مجھ پر روزے ہی رکھنے سے آئی ہے یعنی اس تباہی میں میں روزہ ہی کے سبب پھنسا ہوں پھر دو مہینے کے روزے پے در پے کس طرح رکھ سکتا ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ الیٰ آخر الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفارہ اس طریقہ پر واجب ہے پس یہ مثل کفارۂ ظہار کے ہے۔

ترجمہ: اور جس شخص نے فرج کے سوا اور کہیں جماع کیا اور اسے انزال ہو گیا تو اس پر قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے اور رمضان شریف کے روزے کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے میں کفارہ نہیں ہے۔

روزہ کے متفرق مسائل ✲ اور جس نے حقنہ کیا (یعنی عمل لیا) یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں دوا ڈالی یا پیٹ یا سر کے زخم میں تر دوا لگائی اور وہ دوا پیٹ کے اندر یا دماغ میں پہنچ گئی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فائدہ: یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ترجمہ: اور کوئی اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا ڈالے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے روزہ نہیں جاتا (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ جاتا رہتا ہے۔

فائدہ: اس اختلاف کا دارومدار اس پر ہے کہ مثانہ اور پیٹ کے درمیان میں کوئی منفذ ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہیں ہے کیونکہ مثانہ اس

کے درمیان میں حائل ہے۔ اور یہ اختلاف اسی صورت میں ہے کہ وہ دوا مثانہ تک پہنچ جائے لیکن اگر دوا ذکر ہی میں رہے تو پھر بالا جماع روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر عورت اپنی فرج میں دوا ڈالے تو اس سے بالا جماع روزہ جاتا رہتا ہے جوہرہ اور خلاصہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی شخص نے اپنی زبان سے کوئی چیز چکھی تو اس سے روزہ نہیں جاتا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے کہ وہ بلاضرورت اپنے بچہ کو روٹی وغیرہ چبا کر دے۔

فائدہ: بلاضرورت سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی اور چھوٹا بچہ ہو جس کا روزہ نہ ہو اور وہ اس کے بچہ کو کھلا دے یا کوئی حائضہ عورت ہو یا کھانا ایسا ہو کہ اس کے چبانے کی ضرورت نہ ہو تو ان صورتوں میں اسے چبا کر دینا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔

ترجمہ: اور گوند کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ مکروہ ہے۔

فائدہ: اس سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ وجہ ہے کہ گوند پیٹ تک نہیں پہنچتا بلکہ دانتوں میں چپک جاتا ہے یہ اس گوند کا حکم ہے جو سفید اور جما ہوا ہو۔ ریزہ ریزہ نہ ہو اور اگر سیاہ گوند ہے تو اس کے چبانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر چہ وہ جما ہی ہوا ہو۔ کیونکہ وہ باریک ہو کر پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ ہدایہ۔

ترجمہ: اور جو شخص رمضان شریف میں بیمار ہوا اور یہ ڈر ہو کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جائے گی تو وہ روزہ نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھے اور اگر کوئی مسافر ہے کہ اسے روزہ رکھنے میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی تو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے تو اگر اس وقت نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھے تو تب بھی جائز ہے اور اگر بیمار یا مسافر اپنی اسی حالت (بیماری اور سفر) میں مر جائیں تو ان کے ذمہ روزوں کی قضاء لازم نہیں ہے اور اگر بیمار تندرست ہو گیا تھا یا مسافر مقیم ہو گیا تھا پھر یہ دونوں مر گئے تو ان دونوں کے ذمہ تندرست اور مقیم ہونے کی مقدار کے روزوں کی قضا لازم ہے۔

فائدہ: ان پر لازم ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنے روزوں کے عوض میں کھانا کھلانے کی وصیت کر دیں۔

: اور رمضان کو قضا کے روزے چاہے کوئی متفرق طور پر رکھے اور چاہے پے در پے

رکھ لے اور اگر کسی نے (قضا روزے رکھنے میں) اتنی تاخیر کر دی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دوسرے ہی رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کی بعد میں قضا رکھے اور اس پر فدیہ نہیں ہے۔

فائدہ: یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاخیر کی صورت میں فدیہ دینا لازم ہے۔

ترجمہ: اور حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو جب یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے سے ہمارے بچوں کو بھوک وغیرہ کی تکلیف ہوگی تو یہ روزہ نہ رکھیں۔ اور (بعد میں) قضا رکھ لیں اور ان پر فدیہ نہیں ہے۔

فائدہ: اور نہ ان دونوں قسم کی عورتوں پر کفارہ ہے۔ کیونکہ انھوں نے ایک عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اور کفارہ اس پر لازم ہوتا ہے جو بلا عذر اور بلا ضرورت کے روزہ نہ رکھے۔

ترجمہ: اور جو آدمی بہت بوڑھا ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ افطار کر لے اور (رمضان میں) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلاتا رہے جیسا کہ کفاروں میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔

اگر کسی کے ذمہ رمضان کی قضا تھی اور اس نے (اپنے روزوں کی بابت) وصیت کر دی تو اس کا ولی اس کی طرف سے ہر روز ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جو دے اور اگر کسی نے نفلی روزہ شروع کر کے پھر اسے توڑ دیا تو وہ اس کی قضا رکھے اور اگر کوئی لڑکا رمضان میں بالغ ہو گیا یا کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو انہیں چاہیے کہ جتنا دن باقی ہے اس میں کھانے پینے سے رُکے رہیں اور اس روزے کے بعد اور سب روزے رکھیں اور جو دن پہلے گذر چکے ہیں ان کی قضا نہ رکھیں۔

اگر کوئی شخص رمضان میں بے ہوش ہو گیا تو جس روز بے ہوش ہوا ہے اس روز کا قضا روزہ نہ رکھے اور اس کے بعد کے روزے قضا رکھے۔

فائدہ: اس روز کی قضا نہ رکھنی بھی اس صورت میں ہے کہ اس کے حلق میں کوئی چیز نہ گئی ہو یعنی دوا وغیرہ نہ دی گئی ہو۔ اور اگر دوا وغیرہ دی گئی ہے تو اس روزہ کی قضا بھی واجب ہوگی۔

: اور جب رمضان کے بعض دنوں میں کسی دوانے کو افاقہ ہو جائے تو باقی دنوں کے

روزے رکھے اور گذشتہ دنوں کی قضا کر لے اور اگر (رمضان شریف میں) عورت کو حیض آ جائے یا نفاس آ جائے تو وہ روزہ افطار کر لے۔ اور پاک ہونے کے بعد قضا روزے رکھ لے اور اگر رمضان کے اندر دن میں سفر سے (اپنے گھر) آ گیا یا عورت حائضہ تھی پاک ہوگئی تو یہ دونوں باقی دن میں کھانے پینے وغیرہ سے رکے رہیں۔

اگر کسی نے سحری کھائی اور وہ سمجھتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی یا کسی نے اس خیال سے روزہ افطار کرلیا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہو چکی ہے یا آفتاب غروب نہیں ہوا تو یہ شخص اس روزے کے عوض قضا روزہ رکھے اور اس پر کفارہ نہیں۔

اگر کسی نے تنہا عید کا چاند دیکھا تو وہ (احتیاطاً) روزہ افطار نہ کرے اور جب آسمان میں کچھ ابر وغیرہ ہو تو عید کے چاند میں امام دو مردوں کی ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی نہ سنے اور اگر آسمان میں کچھ ابر وغیرہ نہیں ہے تو امام کسی کی گواہی نہ سنے جب تک کہ اتنے لوگ گواہی نہ دیں کہ جن کے بیان کرنے پر یقین آ جائے۔

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

ترجمہ: اعتکاف مستحب ہے (صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے) اور اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ روزے اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں رہے تو معتکف (یعنی اعتکاف کرنے والے) پر صحبت کرنا اور عورت کو چھونا اور بوسہ لینا حرام ہے اور اگر بوسہ لینے سے انزال ہوگیا یا (عورت کو) چھولیا تو اس کا اعتکاف باطل ہوگیا اور اس پر قضا لازم ہے اور معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر حاجت انسانی یا جمعہ کے لئے۔

فائدہ: کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنے معتکف (یعنی اعتکاف کی جگہ) سے نہ نکلتے تھے مگر حاجت انسانی کے لیے اور حاجت انسانی سے مراد پیشاب و پاخانہ کی ضرورت ہے۔

ترجمہ: اور مسجد کے اندر بغیر اسباب لائے خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (اور اگر کوئی اسباب لے آیا تو یہ فعل مکروہ ہے) اور معتکف کو چاہیے کہ اچھی ہی باتیں کرے اور چپ رہنا بھی مکروہ ہے۔

اگر معتکف نے رات کو یا دن کو بھول کر یا جان کر جماع کرلیا تو اس کا اعتکاف باطل ہوگیا۔

اگر کوئی معتکف بغیر عذر کے ایک گھڑی مسجد سے باہر رہا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوگیا۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ نصف دن سے زیادہ باہر رہے اگر کسی نے چند خاص دنوں کا اعتکاف کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا تو اس پر ان دنوں کی راتوں کا اعتکاف کرنا بھی لازم ہوگا اور اعتکاف کے دن پے در پے ہوں گے۔ اگرچہ اس نے پے در پے کرنے کی نیت نہ کی ہو۔

کتاب الحج

حج کا بیان

حج ایسے لوگوں پر واجب ہے جو آزاد مسلمان بالغ عاقل تندرست ہوں اور رہنے کے گھر اور ضروریات اور واپس آنے تک اپنے بال بچوں کے خرچ سے بچ کر اتنا مال اور ان کے پاس ہو کہ راستہ اور سواری کا خرچ اٹھا سکیں اور راستہ بھی امن کا ہو۔

عورت کے حق میں یہ معتبر ہے کہ اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم یا اس کا خاوند ہو جس کے ساتھ (جاکر) وہ حج کرے۔ اور جس وقت اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو ان دونوں کے سوا اور کسی کے ساتھ (جاکر) اسے حج کرنا جائز نہیں ہے۔

میقات احرام ☼ وہ مواقیت جن سے آدمی کو احرام باندھے بغیر گذر جانا جائز نہیں ہے یہ ہیں۔ اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ۔

فائدہ: ذوالحلیفہ ایک چشمہ کا نام ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان میں چھ میل کا فاصلہ

ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سات میل اور آنحضرت ﷺ جب مدینے سے چلے تھے تو آپؐ نے بھی یہیں پڑاؤ کیا تھا۔ آپؐ اس درخت کے نیچے ٹھہرے تھے جہاں ذوالحلیفہ میں آج کل مسجد بنی ہوئی ہے۔

ترجمہ: اور اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے۔ اہل شام کے لئے جحفہ ہے۔ اہل نجد کے لئے قرن ہے۔ اہل یمن کے لئے یلملم ہے۔

فائدہ: مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہی مواقیت معین فرمائی تھیں اور اہل ہندو پاکستان کی میقات بھی یلملم ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی ان مواقیت سے ورے ہی احرام باندھ لے تب بھی جائز ہے اور جو شخص ان مواقیت سے پرے رہتا ہو تو اس کی میقات (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) حل ہے۔

فائدہ: حل سے مراد وہ ہے جو مواقیت اور حرم کے درمیان میں ہے اور حج اور عمرہ دونوں کے احرام کے لئے کافی ہے۔

احرام کے احکام ✻ **ترجمہ:** اور جو شخص مکہ میں ہو اس کی میقات حج (کا احرام باندھنے) کے لئے حرم ہے اور عمرہ کے لئے حل ہے۔

جب کوئی احرام باندھنا چاہے (خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا) تو (اوّل) غسل کرے یا وضو کرے۔ اور غسل کرنا افضل ہے۔ اور دو کپڑے یعنی تہمد اور چادر نئے یا دھلے ہوئے پہنے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی احرام باندھتے وقت یہی دو کپڑے پہنے تھے جسے امام بخاری نے نقل کیا ہے اور یہ دونوں کپڑے سلے ہوئے نہ ہوں۔

ترجمہ: اور خوشبو لگائے اگر اس کے پاس ہو اور دو رکعت پڑھے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے وقت دو رکعت پڑھی تھیں۔

اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ.

"یعنی الٰہی میں حج کرنا چاہتا ہوں تو اسے میرے لئے آسان کر دے۔ اور قبول فرما

لے۔"

پھر اس نماز کے بعد تلبیہ (یعنی لبیک کہے) پھر اگر فقط حج ہی کا ارادہ کیا ہے تو اپنے تلبیہ میں حج ہی کی نیت کر لے اور تلبیہ یہ ہے۔ اس طرح کہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.

ان کلمات میں سے کچھ کم کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کچھ زیادہ کر دے تو جائز ہے اور جب کسی نے تلبیہ کہہ لیا تو وہ محرم ہو گیا۔ اب اسے چاہیے کہ جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے بچے یعنی جماع کرنے اور جھوٹ بولنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بہت ہی پرہیز کرے اور شکار نہ کرے اور نہ شکار کی طرف اشارہ کرے اور نہ شکار کسی کو بتلائے۔

فائدہ: یعنی زبان سے یہ نہ کہے کہ شکار فلاں جگہ ہے۔

ترجمہ: اور نہ کرتا پہنے اور نہ پائجامہ اور نہ عمامہ باندھے اور نہ ٹوپی اوڑھے اور نہ قبا پہنے اور نہ موزے، ہاں اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور اپنے سر اور منہ کو نہ ڈھکے اور نہ (سر اور چہرہ کو) کوئی خوشبو لگائے۔

فائدہ: اور نہ تیل لگائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے شخص کے حق میں فرمایا تھا جو احرام کی حالت میں مر گیا تھا کہ:

و لا تخمروا وجهه و لا راسه فانه يبعث يوم القيمة مُلَبِّيًا.

"یعنی اس کے چہرہ اور سر کو نہ ڈھانپو کیونکہ قیامت کے دن یہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔"

ترجمہ: اور نہ سر منڈوائے اور نہ بدن کے بال منڈوائے اور نہ داڑھی کترے اور نہ ناخن تراشے اور نہ گلاب اور زعفران اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے۔ ہاں اگر وہ دُھلا ہوا ہو اور رنگ نہ چڑھتا ہو کیونکہ ممانعت خوشبو کی ہے نہ کہ رنگ کی۔

ترجمہ: اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ محرم غسل کرے اور حمام میں داخل ہو اور بیت اللہ اور ہودہ کے سایہ میں بیٹھے اور ہمیانی کو کمر سے باندھ لے اور اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ خطمی میں ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے سر کی جوئیں مرجاتی ہیں اور احرام کی حالت میں جوؤں کا مارنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور سب نمازوں کے بعد تلبیہ بکثرت کہے اور اس وقت بھی تلبیہ کہے کہ جب کہیں بلندی پر چڑھے یا نیچان میں اترے یا سواروں سے ملے اور جب صبح کو اٹھے۔

طواف قدوم کا بیان ٭ جب مکہ پہنچے تو اول مسجد حرام میں جائے۔ پھر جس وقت بیت اللہ کو دیکھے تو (اس کی تعظیم کے لئے) تکبیر اور تہلیل (یعنی اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کر کے تکبیر اور تہلیل کہے اور تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو (مونڈھوں تک) اٹھائے اور اسے استلام کرے۔

فائدہ: استلام کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھے اور اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھے اور اسے بوسہ دے یعنی منہ سے چومے۔ اگر ہو سکے اور اگر نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف کر کے ہاتھوں ہی کو چوم لے۔

نہایہ میں کہا ہے کہ طواف کے لئے حجر اسود کو استلام کرنا ایسا ہے جیسے نماز کے لئے تکبیر ہے۔ یعنی نماز تکبیر سے شروع ہوجاتی ہے اور طواف استلام سے شروع ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حجر اسود اس کیفیت سے اٹھایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور ایک زبان ہوگی جس سے یہ ان لوگوں کی گواہی دے گا جنھوں نے اسے استلام کیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر بلا کسی مسلمان کو تکلیف دیئے ہو سکے تو حجر اسود کو بوسہ دے۔ پھر حجر اسود کی داہنی طرف سے یعنی جو جانب دروازے کی طرف ہے طواف شروع کرے۔

فائدہ: اگر کسی نے بائیں طرف سے شروع کیا تب بھی جائز ہے اور اس پر دم لازم ہے یعنی اس کی سزا میں اللہ کے نام پر ایک جانور ذبح کرے اور اس طواف کو الٹا طواف کہتے ہیں۔

ترجمہ: اور طواف کرنے سے پہلے اپنی چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لے پھر بیت اللہ کے چوطرف سات مرتبہ پھرے (اسے طواف کہتے ہیں) اور طواف میں حطیم (کعبہ) کو بھی شامل رکھے اور پہلے تین پھیروں میں اکڑتا ہوا چلے اور باقی چار پھیروں

میں اپنی چال سے چلے۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس اکڑ کے چلنے کا سبب یہ تھا کہ جب حضور انور رسول مقبول ﷺ مع اپنے اصحاب کے حج کرنے تشریف لے گئے تو مشرکین مکہ نے طعنہ کے طور پر کہا کہ مدینہ کے بخار نے انہیں کم طاقت کر رکھا ہے۔ اس وقت حضورؐ نے یہ حکم دیا کہ تم اکڑتے ہوئے چلو تا کہ تمہاری توانائی اُن پر ظاہر ہو کر انہیں صدمہ ہو۔ پھر یہ سبب زائل ہونے کے بعد بھی یہ حکم اسی طرح رہا۔

ترجمہ: اور اگر ہو سکے تو جب حجر اسود کے پاس سے گذرے اسے استلام کرے۔

فائدہ: کیونکہ طواف کے پھیرے مثل نماز کی رکعتوں کے ہیں۔ پس جیسا کہ ہر رکعت تکبیر سے شروع کی جاتی ہے اسی طرح ہر پھیرا بھی حجر اسود کے استلام سے شروع کیا جائے۔ اور اگر اژدہام کی وجہ سے استلام نہ ہو سکے تو اس کی طرف منہ کر کے تکبیر اور تہلیل کر لے۔

رکن یمانی کا استلام کرے ظاہر الروایۃ میں یہی مستحب ہے اور امام محمدؒ نے اسے مسنون فرمایا ہے اور ان دونوں رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا اور کسی رکن کو استلام نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے انہی دونوں کا استلام کیا ہے اور رکن یمانی کو بوسہ دینا مسنون نہیں ہے اس وجہ سے کہ حضورؐ نے اسے بوسہ نہیں دیا فقط استلام ہی کیا ہے اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ترجمہ: اور طواف کو استلام پر ختم کرے۔ پھر (اس سے فارغ ہونے کے بعد) مقام (ابراہیم) میں آئے اور اس کے پاس (کھڑا ہو کر) دو رکعت پڑھے (یہ دونوں رکعتیں ہمارے نزدیک واجب ہیں) یا مسجد حرام (یعنی حرم) میں جہاں آسانی سے پڑھ سکے وہیں پڑھ لے اور یہ طواف قدوم ہے اور یہ سنت ہے واجب نہیں ہے اور اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے۔

سعی کا بیان ✵ پھر صفا کی (پہاڑی کی) طرف جائے (یعنی باب الصفا سے حرم کے باہر آئے) اور صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرے۔

فائدہ: یعنی صفا کی پہاڑی پر اتنا اونچا چڑھ جائے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگے کیونکہ اوپر چڑھنے سے مقصود اس کی طرف منہ کرنا اور اسے دیکھنا ہی ہے۔

ترجمہ: اور تکبیر وتہلیل کہے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے اور اپنی حاجت (جو کچھ ہو اس کے پورا ہونے) کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے۔ پھر وہاں سے اتر کر مروہ (کی پہاڑی) کی طرف جائے اور اپنی چال سے چلے اور جب بطن وادی میں پہنچے تو میلین اخضرین کے درمیان میں خوب دوڑے جب مروہ پر پہنچے تو اس سے اوپر چڑھ جائے اور اسی طرح کرے جس طرح صفا پر کیا تھا۔

فائدہ: یعنی تکبیر اور تہلیل کہے اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجے اور اپنی ضرورت کے لئے دعا کرے۔

ترجمہ: اور یہ ایک پھیرا ہے (اور یہی صحیح ہے) پھر (اسی طرح) سات پھیرے کرے۔ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ پھر احرام باندھے ہوئے مکہ میں رہے اور جب جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرلیا کرے۔

قیامِ عرفات ٭ یوم ترویہ سے ایک روز پہلے امام خطبہ پڑھے۔

فائدہ: یوم ترویہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو کہتے ہیں اور واضح رہے کہ حج میں تین خطبے ہیں۔

پہلا خطبہ تو یہی ہے اور یہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کے درمیان میں بیٹھنا نہیں ہے اور یہ خطبہ ظہر کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔

دوسرا خطبہ عرفہ کا ہے۔ یہ دو خطبے ہوتے ہیں ان میں بیٹھنا بھی ہے اور یہ بھی ظہر کی نماز سے پہلے ہوتا ہے۔

تیسرا خطبہ منیٰ کا ہے جو گیارہویں تاریخ کو ہوتا ہے یہ بھی ظہر کی نماز کے بعد ہے اس میں بیٹھنا نہیں ہے۔

ترجمہ: اس خطبے میں امام لوگوں کو منیٰ جانا اور عرفات میں نماز پڑھنا اور وقوف کرنا اور (طواف) افاضہ کرنا (وغیرہ) سکھلائے۔ منیٰ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے اس میں تین محلے ہیں۔

ترجمہ: پھر ترویہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ جائے اور وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ عرفہ کے روز صبح کی نماز وہیں پڑھے۔ پھر عرفات جائے اور وہیں ٹھہرا رہے۔ جب آفتاب ڈھل

جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے۔ لیکن نماز سے پہلے اوّل امام دو خطبے پڑھے دونوں میں نماز پڑھنا اور عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا اور رمی جمار اور قربانی (کرنے کے احکام) اور سر منڈوانا اور طواف زیارت کرنا سکھلائے اور ظہر ہی کے وقت ایک اذان اور دو تکبیروں سے لوگوں کو ظہر و عصر دونوں نمازیں پڑھائے۔

فائدہ: کیونکہ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں نمازیں آنحضرت ﷺ نے ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھائی تھیں۔

ترجمہ: اور جو شخص اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر اکیلا ظہر کی نماز پڑھے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک کو اس کے وقت پر پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اکیلا پڑھنے والا بھی دونوں کو جمع کرلے۔

پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد موقف کی طرف (یعنی کھڑے ہونے کی جگہ جائے) اور پہاڑ کے قریب کھڑا ہو۔

فائدہ: یہ پہاڑ عرفات کے میدان میں ہے اس پہاڑ کا نام کوہِ رحمت ہے اور اس کو کوہِ دعاء بھی کہتے ہیں۔

ترجمہ: عرفات سارا موقف ہے (یعنی عرفات میں ہر جگہ قیام جائز ہے) سوائے بطن عرنہ کے (اور یہ ایک جگہ کا نام ہے) اور امام کو چاہیے کہ عرفہ میں اپنی سواری پر سوار رہے۔ اور دعاء کرے۔

فائدہ: یعنی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ کیونکہ عرفہ کے دن نبی ﷺ نے اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی جیسے کوئی مسکین فقیر کھانا مانگا کرتا ہے۔

ترجمہ: اور امام لوگوں کو حج کے احکام سکھلائے اور مستحب ہے کہ عرفات میں کھڑے ہونے سے پہلے امام غسل کرے۔

فائدہ: اور ہدایہ میں کہا ہے کہ یہ غسل سنت ہے۔

ترجمہ: اور خوب دعاء کرے۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے اپنی امت کے لئے اس موقف میں بہت کوشش سے دعاء کی تھی اور

ناحق خونریزیاں اور ظلم نہ ہونے میں آپ کی دعاء قبول بھی ہوگئی۔

قیام مزدلفہ ٭ ترجمہ: جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام اور اُس کے ساتھ سب لوگ میانہ چال سے مزدلفہ آئیں اور وہیں اُتر جائیں۔ اور مستحب یہ ہے کہ اس پہاڑ کے پاس اتریں جس پر میقدہ ہے اسے قزح کہتے ہیں۔

فائدہ: میقدہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں آگ جلائی جائے یہاں بھی اس لفظ سے ایک جگہ مراد ہے زمانہ جاہلیت کے لوگ اس پر آگ جلایا کرتے تھے اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: پھر امام عشاء کے وقت ایک اذان اور ایک تکبیر سے لوگوں کو مغرب اور عشاء دونوں کی اکٹھی نماز پڑھائے۔

فائدہ: ان دونوں نمازوں کے درمیان میں نفلیں نہ پڑھے۔ کیونکہ اس سے نمازوں کے جمع کرنے میں خلل واقع ہوتا ہے اور اگر کسی نے نفلیں پڑھیں اور کوئی کام کیا تو چاہیے کہ تکبیر دوبارہ کہے اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی مغرب کی نماز (مزدلفہ کے) راستہ میں پڑھنی چاہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: اگر کسی نے پڑھ لی تو اس پر لازم ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ نماز ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس کے وقت پر پڑھی ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔

ترجمہ: اور جب صبح صادق ہو تو امام لوگوں کو اندھیرے میں نماز پڑھائے۔

فائدہ: یعنی اوّل وقت نماز پڑھائے کیونکہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس روز اندھیرے میں نماز پڑھائی تھی۔

ترجمہ: پھر امام کھڑا ہو اور اُس کے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہوں۔

فائدہ: یہ کھڑا ہونا ہمارے نزدیک واجب ہے اور رکن نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کوئی بغیر عذر کے اس کو چھوڑے گا تو اس پر دم لازم آئے گا۔

: اور امام دعاء کرے۔

فائدہ: کیونکہ اس جگہ کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے بھی دعا کی تھی اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور سوائے بطن محسر کے مزدلفہ سارا موقف ہے۔

رمی اور قربانی کا بیان ✻ **ترجمہ:** آفتاب نکلنے سے پہلے امام اور اس کے ساتھ سب لوگ لوٹ آئیں۔ جب منیٰ پہنچیں تو اوّل جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کریں پس بطن وادی سے مثل خذف کی کنکریوں کے سات کنکریاں اس پر مارے۔

فائدہ: افضل یہی ہے کہ بطن وادی سے مارے۔ اگر کسی نے عقبہ کے اوپر سے ماریں تب بھی جائز ہے۔

ترجمہ: اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے۔ اور جمرہ کے پاس کھڑا نہ ہو۔ اور پہلی کنکری مارنے سے لبیک کہنا موقوف کر دے۔

فائدہ: مروی ہے کہ نبی ﷺ کبھی جمرہ کے پاس کھڑے نہیں ہوئے تھے اور جب آپؐ نے جمرہ پر پہلی کنکری ماری تو لبیک کہنا موقوف کر دیا تھا۔

ترجمہ: پھر اگر چاہے تو قربانی کرے پھر سر منڈائے یا بال کتروالیا اور سر منڈوانا افضل ہے۔ اور اس وقت سوائے عورتوں سے صحبت کرنے کے اور سب چیزیں اس کے لئے حلال ہو جائیں گی۔

پھر اُسی روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز (یعنی دسویں تاریخ یا گیارھویں تاریخ یا بارھویں تاریخ) مکہ میں آئے اور سات پھیروں سے بیت اللہ کا طواف کرے اسے طواف زیارت کہتے ہیں۔

فائدہ: اور یہ طواف حج میں فرض ہے اسی طواف کا نام طواف افاضہ اور طواف النحر اور طواف رکن بھی ہے۔

ترجمہ: اگر کوئی طواف قدوم کے بعد صفا و مروہ کے درمیان میں سعی کر چکا تو وہ اس طواف میں رمل نہ کرے (یعنی اکڑتا ہوا نہ چلے) اور نہ سعی کرے۔

فائدہ: کیونکہ سعی کرنا یعنی دوڑنا ایک ہی دفعہ مشروع ہے۔ پس اگر کوئی پہلے کر چکا ہے تو اب دوبارہ نہ کرے اور اگر نہیں کی تھی تو اب کر لے جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے۔

: اور اگر پہلے سعی نہیں کی تھی تو اب اس طواف میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی

کرے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس وقت اس کے لئے عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی اور حج میں یہی طواف فرض ہے اور ان ایام (یعنی قربانی کے دنوں) سے اسے مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ پس ان سے اگر کسی نے اسے مؤخر کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دم لازم ہے۔

فائدہ: کیونکہ اس نے واجب کو ترک کر دیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

پھر منیٰ کو لوٹ جائے اور وہیں رہے۔ اور عید کے دوسرے روز جب آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں پر (سات سات) کنکریاں مارے اور اس جمرہ سے شروع کرے جو (خیف کی) مسجد کے پاس ہے۔ اس پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے۔ پھر اس جمرہ کے پاس کھڑا رہے اور دعا مانگے۔ پھر اسی طرح جمرہ پر کنکریاں مارے جو اس کے پاس ہے اور اس کے پاس بھی تھوڑی دیر کھڑا ہو۔ پھر اسی طرح جمرۂ عقبہ پر مارے اور اس کے پاس کھڑا نہ ہو۔

فائدہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال حج کی تفصیل بیان کی ہے تو اس میں اسی طرح ہے اور یہی ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور جب اگلا روز ہو تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے اور جب کوئی جلدی چلا جانا چاہے (تو تیرھویں تاریخ کی صبح صادق ہونے سے پہلے) مکہ چلا جائے اور اگر رہنا چاہے تو عید کے چوتھے روز بھی آفتاب ڈھلنے کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے پس اگر اس روز کسی نے صبح صادق ہونے کے بعد اور آفتاب ڈھلنے سے پہلے کنکریاں مار دیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اسباب وغیرہ کو پہلے ہی مکہ روانہ کر دے اور کنکریاں مارنے تک خود وہیں رہے۔

طوافِ صدر: جب مکہ میں آئے تو اول محصب میں اترے پھر بیت اللہ کا

طواف سات پھیرے کرے ان (پھیروں) میں رمل نہ کرے (کیونکہ اس کے بعد سعی نہیں ہے) اور یہ طواف صدر ہے۔ (اس کو طواف وداع بھی کہتے ہیں) اور یہ طواف واجب ہے مگر اہل مکہ پر واجب نہیں ہے پھر (حاجی) اپنے گھر کو روانہ ہو جائے۔

اگر کوئی محرم مکہ میں نہیں گیا۔ اور (بالا بالا) عرفات چلا گیا اور وہاں وقوف کیا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں تو طواف قدوم اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور اس کے ترک کرنے سے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ طواف قدوم مکہ میں جانے کی وجہ سے لازم آتا ہے اور یہ مکہ میں نہیں گیا۔

متفرقات ✻ ترجمہ: اور اگر کسی شخص کو عرفہ کے دن آفتاب ڈھلنے سے لے کر عید کے دن صبح صادق تک وقوف عرفات مل گیا تو اس کا حج ہو گیا (برابر ہے کہ وہ اسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو)۔ اور اگر کوئی شخص سوتا ہو یا بے ہوشی میں عرفات سے گذر جائے یا اسے معلوم نہ ہو کہ یہ عرفات ہے تو اس کا یہ گذر جانا وقوف عرفات میں محسوب ہو جائے گا۔

ان سب احکام میں عورت (اور خنثیٰ مشکل) مثل مرد کے ہے۔ لیکن وہ اپنے سر کو نہ کھولے (کیونکہ وہ عورت ہے) اور اپنے چہرہ کو کھولے رکھے اور لبیک اونچی آواز سے نہ کہے اور نہ طواف میں رمل کرے اور نہ میلین اخضرین کے درمیان میں دوڑے اور نہ سر منڈوائے بلکہ بال کتروائے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو بال منڈوانے سے منع فرما دیا تھا۔ اور بال کتروانے کا حکم دیا تھا۔

باب القِران

حج قران کا بیان

فائدہ: لغت میں قران کے معنی ملانے کے ہیں اور شریعت میں حج اور عمرہ کا احرام اور ان کے افعال ایک سفر میں جمع کر دینے کو قران بولتے ہیں۔

: ہمارے نزدیک تمتع اور افراد سے قران افضل ہے۔

فائدہ: اور تمتع افراد سے افضل ہے اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ اول درجہ قران ہے پھر افراد پھر تمتع اور اسی پر فتویٰ ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک افراد افضل ہے۔ پھر تمتع پھر قران اور یہی قول امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔

امام احمدؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ سب سے افضل تمتع ہے پھر افراد پھر قران۔

ترجمہ: اور قران کی تفصیل یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھے اور نماز (احرام کی دو رکعتوں) کے بعد یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ.

''الٰہی میں حج اور عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور ان کو میری طرف سے قبول فرمالے۔''

پھر جب یہ مکہ میں داخل ہو جائے تو طواف سے شروع کرے یعنی بیت اللہ کا طواف سات پھیروں سے کرے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی پھیروں میں اپنی چال سے چلے اور اس کے بعد صفا و مروہ (کی پہاڑیوں) کے درمیان میں سعی کرے اور یہ افعال عمرہ کے ہیں۔ پھر سعی کے بعد طواف قدوم کرلے اور قران حج کے لئے صفا مروہ کے درمیان میں سعی کرے جیسا کہ مفرد (یعنی فقط حج کرنے والے) کے حق میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اور حج اور عمرہ کے بیچ میں سر نہ منڈائے کیونکہ یہ حج کے احرام پر جنایت ہے۔ بلکہ قربانی کے دن سر منڈائے۔

پھر جب قربانی کے دن جمرہ (عقبہ) پر کنکریاں مار چکے تو ایک بکری یا ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کرے یا اونٹ یا گائے میں ساتواں حصہ لے لے پس یہ دم قران کا ہے۔

اگر اس کے پاس کوئی جانور ذبح کرنے کو نہیں ہے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اس طرح کہ آخر روزہ عرفہ کے دن کا ہو۔

اگر روزے نہیں رکھ سکا یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا تو اب اس کے لئے سوائے دم قران کے اور کوئی چیز کافی نہ ہوگی پھر (یعنی ایام تشریق گذر جانے کے بعد) اپنے گھر آ کر

سات روزے رکھے اور اگر ان روزوں کو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے۔

اگر کوئی قارن (یعنی قران ادا کرنے والا) مکہ میں نہیں گیا اور عرفات چلا گیا تو وقوف کی وجہ سے وہ عمرہ کا تارک ہوگیا اور دم قران بھی اس کے ذمہ سے ساقط ہوگیا۔

کیونکہ جب اس نے عمرہ کو چھوڑ دیا تو یہ مثل مفرد کے یعنی فقط حج کرنے والے کے ہوگیا اور مفرد پر دم نہیں ہے۔

اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے ایک اور دم اس پر لازم ہے اور اس عمرہ کی قضا کرنی بھی اس پر لازم ہے۔

باب التمتع

حج تمتع کا بیان

ترجمہ: ہمارے نزدیک (ظاہر روایت میں) تمتع افراد سے افضل ہے اور متمتع (یعنی تمتع کرنے والے) کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ کہ جو ہدی لے جائے دوسرا وہ کہ جو ہدی نہ لے جائے۔

تفصیل تمتع کی یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور عمرہ کے لئے طواف کرے اور (صفا مروہ کے درمیان) سعی کرے اور (اس کے بعد) سر منڈوا کر یا بال کتروا کر اپنے عمرہ سے حلال ہو جائے اور جس وقت طواف کرے تلبیہ کہنا چھوڑ دے۔

فائدہ: یعنی حجر اسود کو استلام کرنے کے بعد لبیک کہنا چھوڑ دے کیونکہ نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء میں حجر اسود کو استلام کرتے وقت لبیک کہنا چھوڑ دیا تھا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ عمرہ سے مقصود طواف ہے یعنی طواف شروع کرتے وقت لبیک کہنا چھوڑ دیا جائے۔

: اور حلال ہو کر مکہ میں ٹھہرا رہے پھر جب یوم ترویہ آئے تو مسجد حرام سے احرام

باندھے اور جو (فقط) حج کرنے والا کرتا ہے وہ ہی یہ بھی کرلے اور تمتع کا دم اس پر لازم ہے پس اگر دم میسر نہ ہو تو حج (کے دنوں) میں تین روزے رکھے اور گھر آتے وقت سات روزے رکھے اور اگر کوئی متمتع ہدی لے جانی چاہے تو وہ (عمرہ کا) احرام باندھ کر اپنی ہدی کو لے جائے پس اگر ہدی اونٹ ہے تو اس کی گردن میں پرانا مشکیزہ یا پرانے جوتے ڈال دے۔

فائدہ: یہ مشکیزہ وغیرہ جو ہدی کی گردن میں ڈالا جاتا ہے اسے عرب میں قلادہ کہتے ہیں اس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ ہدی ہے قربانی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ جس جانور کو ہدی سمجھ لیتے ہیں اسے پانی پینے اور گھاس وغیرہ چرنے سے نہیں روکتے اور یہ حکم انہیں جانوروں کا ہے جو اپنے مالک کے ساتھ نہ ہونے سے تلف نہ ہوں جیسے اونٹ اور گائے اور بکری کی گردن میں قلادہ ڈالنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ اگر اس کا مالک نہ ہو تو تلف ہو جائے گی اور بہتر یہ ہے کہ لبیک کہہ کر قلادہ ڈالے کیونکہ قلادہ ڈالنے سے محرم ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اونٹ کو اشعار کر دے (اور اونٹ کے سوا اور جانوروں میں اشعار مسنون نہیں ہے) اور اشعار کے یہ معنی ہیں کہ اس کی دائیں جانب سے اس کے کوہان میں زخم کر دے۔

فائدہ: اور اولیٰ یہ ہے کہ بائیں جانب میں زخم کر دے کیونکہ نبی ﷺ نے بائیں جانب میں قصداً زخم کیا تھا اور دائیں جانب میں کبھی اتفاقاً کیا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشعار نہ کرے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: امام موصوف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو اس کا ہدی ہونا ظاہر کرنے کے لئے اس کے کوہان پر خون پھینک دے۔

ہدایہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حسن ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔

طحاویؒ اور شیخ ابو منصورؒ ماتریدی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں فرمایا۔ اور امام مکروہ کیونکر فرما سکتے تھے باوجودیکہ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ بلکہ

انہوں نے اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ فرمایا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ ایسا زخم کرتے تھے کہ اونٹ کے مر جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے امام موصوف نے عام لوگوں کو اس سے منع ہی کر دینا بہتر سمجھا۔ لیکن اگر کوئی اشعار کے معنی سے بخوبی واقف ہو کہ فقط کھال ہی کٹے گوشت تک نوبت نہ پہنچے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کرمانیؒ نے کہا ہے کہ یہی صحیح بھی ہے اسی طرح ردالمختار اور عینی میں ہے۔

ترجمہ: پس جب مکہ میں داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ ترویہ کے دن حج کا دوسرا احرام باندھے اور اگر اس سے پہلے احرام باندھ لیا تب بھی جائز ہے اور اس پر دم تمتع کا لازم ہوگا۔

فائدہ: یہ دم تمتع کا شکرانہ کے طور پر لازم ہوتا ہے اور احرام باندھنے میں جس قدر جلدی ہوگی اتنا ہی یہ فعل افضل ہوگا۔

ترجمہ: پس جب یہ قربانی (یعنی عید) کے دن سر منڈ والے گا تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا اور اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران ہے بلکہ ان کے لئے خاص افراد ہے۔

فائدہ: یعنی فقط حج ہی کرنا ہے اور اگر کسی مکہ والے نے ایسا کر لیا تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور اس گناہ کی وجہ سے اس پر دم دینا لازم ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے شہر کو چلا آیا اور وہ ہدی نہیں لے گیا تھا تو اس کا تمتع باطل ہو گیا۔

فائدہ: اور اگر ہدی لے گیا تھا تو تمتع باطل نہ ہوگا۔ بلکہ اسے چاہیے کہ حج کے افعال ادا کرے اور اس کے بعد حلال ہو جائے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اس کے طواف کے چار پھیروں سے (بھی) کم کئے۔ پھر حج کے مہینے شروع ہو گئے تو ان سے ان پھیروں کو پورا کر دیا (یعنی پورے سات پھیرے کر لئے) اور حج کا احرام باندھ لیا تو یہ شخص متمتع ہو جائے گا۔

اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے اپنے طواف کے چار پھیرے یا اس سے زیادہ کر لئے تھے اور پھر اسی سال اس نے حج کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا۔

حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال ذیقعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے۔ اگر کسی نے ان سے

پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو تب بھی جائز ہے اور اس کا حج درست ہو جائے گا۔

فائدہ: حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے اور آدمی گنہگار ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر احرام کے وقت عورت کو حیض آ جائے تو وہ غسل کر کے احرام باندھ لے اور جس طرح حاجی کرتے ہیں اسی طرح کرے سوائے اس کے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور اگر وقوف عرفات اور طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے تو وہ مکہ سے لوٹ (کر اپنے گھر آ) جائے اور طواف صدر ترک کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔

باب الجنایات

جنایتوں (یعنی قصوروں) کا بیان

فائدہ: جب مصنف محرموں کے احکام کو بیان کر چکا تو اب ان کوتاہیوں اور قصوروں وغیرہ کا بیان کیا جو محرموں کو پیش آتے ہیں۔

جنایت لغت میں اس فعل کو کہتے ہیں جو شرعاً حرام ہو خواہ مال میں ہو یا نفس میں ہو۔ لیکن شرع میں جنایت اس فعل کو کہتے ہیں جو نفوس اور اعضاء میں ہو۔ یعنی ان کے متعلق احرام میں کوئی ممنوع فعل کرے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی محرم خوشبو لگائے تو اس پر کفارہ دینا واجب ہے۔ پس اگر ایک پورے عضو یا اس سے زیادہ کو خوشبو لگائے تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر ایک عضو سے کم کو لگائی ہے تو اسے صدقہ دینا واجب ہے اور اگر کسی نے سلا ہوا کپڑا پہنا یا سارے دن اپنے سر کو ڈھکے رکھا تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر اس سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہے۔

فائدہ: امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی نصف دن سے زیادہ سلا ہوا کپڑا پہنے رہا تو اس پر دم واجب ہے۔

فائدہ: امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جتنی دیر پہنے گا اتنا ہی دم واجب ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے نصف دن پہنا ہے تو اس پر نصف بکری واجب ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ یا کم پہنا ہے تو اسی کی مقدار یہ بھی واجب ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے چوتھائی یا اس سے زیادہ سر منڈوا ڈالا (یا چوتھائی یا اس سے زیادہ داڑھی منڈوالی) تو اس پر دم واجب ہے اور اگر چوتھائی (وغیرہ وغیرہ) سے کم منڈایا ہے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

اگر کسی نے گدی پر پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا دیئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ واجب ہے۔

اگر کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے ناخن تراش لئے تو اس پر دم واجب ہے اور اگر ایک ہاتھ اور ایک پیر کے تراشے تب بھی دم واجب ہے اور اگر کسی نے پانچ انگلیوں سے کم کے تراشے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

فائدہ: صدقہ واجب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہر ناخن کے بدلے گیہوں کا نصف صاع صدقہ کر دینا واجب ہے اور واضح رہے کہ یہ سب احکام محرم ہی کے ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے پانچ ناخن اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں سے مختلف طور پر تراشے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دم واجب ہے۔

اگر کسی نے عذر کی وجہ سے خوشبو لگائی یا سر منڈایا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو اسے اختیار ہے کہ چاہے ایک بکری قربانی کر دے چاہے چھ مسکینوں کو نصف نصف صاع اناج (یعنی گیہوں) صدقہ کر دے۔ اور چاہے تین روزے رکھے۔

اگر کسی (محرم) نے (عورت وغیرہ کا) بوسہ لے لیا یا شہوت سے چھو لیا تو اس پر دم واجب ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو (یعنی منی نکلے یا نہ نکلے)۔

اگر کسی نے وقوف عرفات سے پہلے مجامعت کر لی۔ خواہ فرج میں کی ہو یا دبر میں تو اس کا حج باطل ہو گیا اور اس پر ایک بکری واجب ہے اور یہ حج کے سب افعال کو اسی طرح کرے جیسے کوئی باطل نہ کرنے والا کر رہا ہے اور اس پر (اس کی) قضا واجب ہے۔

فائدہ: اصل اس بارے میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ آپ سے کسی

نے ایسے شخص کی بابت پوچھا تھا جس نے اپنی بی بی سے مجامعت کر لی تھی اور محرم دونوں تھے یعنی دونوں حج کا احرام باندھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں قربانی کریں اور اس حج کے افعال کو دونوں پورے کر لیں اور آئندہ سال پھر دونوں پر حج کرنا واجب ہے اور اسی طرح بہت سے صحابہؓ سے بھی منقول ہے۔

ترجمہ: اور اس (مرد) پر ہمارے نزدیک یہ واجب نہیں ہے کہ اگر اس کی بیوی بھی (جس سے گذشتہ سال مجامعت ہوگئی تھی) اس کے ساتھ حج کو قضا کرنا چاہے تو یہ اسے علیحدہ کر دے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے اکٹھے رہنے کا سبب نکاح ہے اور وہ ان دونوں میں ابھی تک قائم ہے لہٰذا اس کے جدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ احرام سے پہلے کیونکہ اس وقت تو صحبت بھی درست تھی اور نہ احرام کے بعد۔ کیونکہ اگر دونوں ہوں گے تو انہیں یہ بات ضرور یاد آ جائے گی کہ ہم نے تھوڑی سی لذت کے سبب سے اتنی بڑی مشقت اپنے ذمہ لے لی تھی اس سے انہیں اور ندامت ہوگی اور پہلے سے بھی زیادہ پرہیز رکھیں گے لہٰذا علیحدہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے وقوف عرفات کے بعد مجامعت کی تو اس کا حج باطل نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ تُمَّ حَجُّهٗ. جس نے وقوف عرفات کر لیا تو اس کا حج پورا ہوگیا۔

ترجمہ: اور اس پر ایک بدنہ واجب ہے۔

فائدہ: بدنہ اونٹ اور گائے کو کہتے ہیں اور اونٹ اور گائے واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جماع بڑے درجہ کی جنایت ہے اس لئے اس کی سزا بھی بڑے درجہ کی ہوگی۔ پھر اگر کسی نے دوبارہ جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے کیونکہ یہ نقص ناقص احرام میں آیا ہے اس واسطے اس کو ایک بکری ہی واجب ہے۔ اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے سر منڈانے کے بعد مجامعت کر لی تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی نے عمرے کے طواف میں چار پھیرے پھرنے سے پہلے مجامعت کر لی تو اس کا عمرہ باطل ہوگیا وہ اس عمرے کے افعال پورے کرے اور اس کی قضا کرے اور اس پر ایک بکری

واجب ہے اور اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی اور عمرہ باطل نہ ہوگا اور نہ اس کی قضا لازم آئے گی۔

اگر کسی نے بھول کر جماع کرلیا تو وہ حکم میں مثل اسی شخص کے ہے جو جان کر کرے۔

اگر کوئی شخص بے وضو طواف قدوم کرلے تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر کوئی جنبی تھا (اور طواف قدوم کرلیا) تو اس پر ایک بکری واجب ہے۔

اگر کسی نے طواف زیارت بے وضو کرلیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور جنبی تھا تو اس پر بدنہ واجب ہے اور افضل یہ ہے کہ اس وقت تک مکہ میں ہو تو اس طواف کو دوبارہ کرلے اور اس کے بعد قربانی کرنا اس پر واجب نہیں ہے۔

اگر کسی نے بے وضو طواف صدر کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر جنبی تھا تو اس پر بکری واجب ہے۔

اگر کسی نے طواف زیارت کے تین پھیرے یا اس سے کم چھوڑ دیئے تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر چار پھیرے چھوڑ دیئے ہیں تو جب تک وہ اس طواف کو دوبارہ نہ کرے گا محرم ہی رہے گا۔

فائدہ: کیونکہ متروک نصف سے زیادہ ہے پس یہ ایسا ہو گیا کہ گویا اس نے ابھی بالکل طواف ہی نہیں کیا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے طواف صدر کے تین پھیرے چھوڑ دیئے تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر طواف صدر کو بالکل ہی چھوڑ دیا یا اس کے چار پھیرے چھوڑ دیئے ہیں تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی نے صفا مروہ کے درمیان کی سعی کو چھوڑ دیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اس کا حج پورا ہو جائے گا۔

فائدہ: بکری واجب ہونے کی [illegible] کہ سعی ہمارے نزدیک واجب ہے۔ لہٰذا اس کے ترک کرنے سے دم لازم آئے گا اور حج پورا ہو جائے گا اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ حج پورا نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک طواف زیارت کے لیے سعی فرض ہے۔

: اور اگر کوئی امام سے پہلے عرفات (کے میدان) سے چلا آئے تو اس پر دم واجب

ہے اور اگر کسی نے مزدلفہ کا وقوف چھوڑ دیا تو اس پر دم واجب ہے۔

اگر کسی نے سب دنوں میں جمروں کی رمی (یعنی ان پر کنکریاں مارنی) چھوڑ دیں تو اس پر دم واجب ہے اور اگر تینوں جمروں میں سے ایک کی رمی چھوڑ دی تو اس پر صدقہ واجب ہے۔ اور اگر کسی نے قربانی کے دن جمرۂ عقبہ کی رمی کو چھوڑ دیا ہے تو اس پر دم واجب ہے۔

اگر کسی نے سر منڈوانے میں اس قدر تاخیر کی کہ قربانی کے دن گذر گئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے طواف زیارت میں تاخیر کر دی تو امام موصوف کے نزدیک اس پر بھی دم ہی واجب ہے۔

اگر کسی محرم نے خود شکار کیا۔ یا شکار شکاری کو بتلا دیا تو اس پر (اس شکار کی) جزا واجب ہے اور اس میں (یعنی جزا واجب ہونے میں) جان کو بتلانے والا اور بھول کر بتلانے والا اور پہلی دفعہ بتلانے والا اور دوسری دفعہ بتلانے والا سب برابر ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جزا یہ ہے کہ جہاں اس کو شکار کیا ہے وہیں اس کی قیمت ٹھہرائی جائے۔ اور اگر جنگل میں ہے تو جو آبادی اس کے قریب ہو (وہاں) دو منصف آدمی قیمت ٹھہرائیں۔

فائدہ: قیمت ٹھہرانے میں ایک آدمی بھی کافی ہے اگر دو ہوں تو اور زیادہ احوط ہے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ نص کی وجہ سے دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ: پھر قیمت میں اسے اختیار ہے چاہے اس کی ایک ہدی خرید کر اس کی قربانی کر دے اگر اس قیمت میں ہدی آ سکے۔ اور اگر چاہے تو اس قیمت کا غلہ خرید کر وہ مسکینوں کو خیرات کر دے۔ اگر گیہوں ہے تو ہر مسکین کو نصف صاع دے اور اگر چھوہارے یا جو ہیں تو ہر مسکین کو ایک ایک صاع دے۔

اگر چاہے تو اسی حساب سے روزے رکھ لے یعنی گیہوں کے نصف صاع کے عوض میں ایک روزہ اور جو (وغیرہ) کے پورے صاع کے عوض میں ایک روزہ۔ پھر اگر نصف صاع سے کم غلہ بچ جائے تو اس میں بھی اسے اختیار ہے چاہے اسے خیرات کر دے اور چاہے اس کے عوض میں سارے دن کا روزہ رکھ لے۔

فائدہ : سارے دن کی قید اس لیے ہے کہ نصف صاع سے کم غلہ ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ کرے کہ روزہ میں کمی کر دے کیونکہ دن سے کم کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مثلی شکار میں (اس کا) مثل ہی واجب ہوگا۔ مثلاً ہرن اور کفتار کے شکار کرنے میں بکری ہے اور خرگوش (کے عوض) میں عناق ہے اور نعامہ (کے عوض) میں بدنہ ہے اور یربوع (کے عوض) میں جفرہ ہے۔

فائدہ : عناق بکری کے چھ مہینے کے بچہ کو کہتے ہیں اور نعامہ شتر مرغ کو اور یربوع لومڑی کو کہتے ہیں اور جفرہ بکری کے چار مہینے کے بچہ کو۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی شکار کو زخمی کر دیا یا اس کے بال اکھیڑ لیے یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جتنا نقصان اس کے عوض میں آئے گا اس کا دینا واجب ہے اور اگر پرندہ کے پر اکھیڑ لیے یا کسی شکار کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے کہ اب وہ پرندہ اڑ نہیں سکتا یا وہ شکار دوڑ نہیں سکتا تو اس صورت میں اس پر پوری قیمت واجب ہے۔

اگر انڈے میں سے مرا ہوا بچہ نکلا ہے تو اس جیسے زندہ بچہ کی قیمت اس پر واجب ہے اور کوے، چیل، بھیڑیئے، سانپ، بچھو، چوہے، کنکھنے کتے کے مارنے میں کچھ واجب نہیں ہے اور نہ مچھر اور پسو اور چچڑی کے مارنے میں کچھ واجب ہے اور اگر کسی نے جوں کو مار دیا تو جتنا چاہے صدقہ دے دے۔

فائدہ : یعنی چاہے ایک مٹھی اناج دے دے اور چاہے روٹی کا ذرا سا ٹکڑا دے دے کیونکہ جوں بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جوہرہ میں لکھا ہے کہ اس صدقہ کا حکم اس صورت میں ہے کہ بدن سے یا کپڑے پر سے یا سر میں سے جوں کو پکڑے اور اگر محرم زمین پر پکڑ کر مار دے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور مچھر وغیرہ میں صدقہ نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ چیزیں شکار نہیں ہیں اور نہ بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ بطبعہا موذی بھی ہیں اس لیے ان کے مارنے کی جزا واجب نہیں ہے۔

: اور اگر اس نے ٹڈی کو مار دیا تو وہ جو کچھ چاہے صدقہ دے دے اور ایک کھجور ٹڈی

سے بہتر ہے اور اگر درندوں وغیرہ میں سے (محرم) ایسے جانور کو مار دے جس کا گوشت کھایا نہ جاتا ہو تو اس پر جزا واجب ہے اور یہ جزا قیمت میں ایک بکری (کی قیمت) سے نہ بڑھے گی۔

فائدہ: درندوں سے مراد یہ ہیں۔ جیسے شیر، چیتا، بھگیر، کفتار اور وغیرہ کہنے سے پرند شکار مراد ہیں جیسے باز اور شکرا وغیرہ اور یہ جانور خواہ کسی قیمت کے ہوں لیکن ان کی جزا ایک بکری کی قیمت سے نہ بڑھے گی۔ ہاں کمی کی صورت میں یہ کم ہو جائے گی۔

ترجمہ: اگر کسی درندے نے محرم پر حملہ کیا اور اس محرم نے اسے مار دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

اگر کسی محرم کو مجبوراً شکار کا گوشت کھانا ہو اور وہ شکار کر لے تو اس پر جزا واجب ہے۔

اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ بکری اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور گھر کی پلی ہوئی بطخ کو محرم ذبح کر دے اور اگر وہ پاموز کبوتر اور پلے ہوئے ہرن کو ذبح کرے گا تو اس پر جزا واجب ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں جانور اصل میں وحشی اور جنگلی ہیں اور ان کا پلا ہوا ہونا عارضی امر ہے اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

ترجمہ: اگر محرم کسی شکار کو ذبح کر دے تو اس کا ذبح کیا ہوا مردار ہے۔ اس کا کھانا درست نہیں ہے اور محرم کو ایسے شکار کے گوشت کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے جو کسی حلال آدمی نے شکار کیا ہو اور اسی نے ذبح کیا ہو۔ جس وقت کہ محرم نے وہ شکار اسے نہ بتلایا ہو اور نہ اس کے شکار کرنے کے لیے اسے کہا ہو۔ اور حرم کے شکار میں جس وقت اسے حلال آدمی ذبح کرے تو اس پر جزا واجب ہے۔

فائدہ: اس جزا کے عوض میں روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا کیونکہ یہ تاوان ہے کفارہ نہیں ہے۔ پس یہ مالوں کی ضمانت کے مشابہ ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی محرم نے حرم کی گھاس اکھیڑ لی یا وہاں کا ایسا درخت کاٹ دیا جو کسی کی ملکیت نہ تھا اور نہ ایسا تھا کہ جسے بوتے ہوں تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔

جو احکام ہم نے ایسے ذکر کیے ہیں کہ ان میں مفرد پر ایک دم واجب ہوتا ہے اگر ان

کو قارن کرے گا تو اس پر دو دم واجب ہوں گے۔ ایک اس کے حج کی وجہ سے اور دوسرا اس عمرے کی وجہ سے۔ ہاں اگر وہ بغیر احرام باندھے میقات سے گذر جائے۔ پھر حج و عمرہ کا احرام باندھے تو اس پر ایک دم لازم ہوگا۔

اگر حرم کے شکار کرنے میں دو محرم شریک ہو جائیں تو دونوں پر پوری پوری جزا واجب ہوگی۔ اور اگر حرم کے شکار میں دو حلال شریک ہو جائیں تو دونوں پر ایک ہی جزا واجب ہوگی (یعنی دونوں نصف نصف جزا دیں) اور اگر کوئی محرم شکار کو بیچ دے یا خرید لے تو یہ خرید و فروخت باطل ہے۔

باب الاحصار

حج میں رکاوٹ پڑنے کا بیان

فائدہ: لغت میں احصار کے معنی روک دینے کے ہیں اور شریعت میں احصار سے مراد یہ ہے کہ محرم کسی امر شرعی کی وجہ سے وقوف عرفات اور طواف کرنے سے روک دیا جائے۔ اس کے لیے حتیٰ الامکان قضا شرط ہونے پر ایک دم دے کے حلال ہو جانا جائز ہے جیسا کہ جوہرہ میں ہے۔ پھر اگر وہ ان دونوں یعنی وقوف اور طواف میں سے ایک پر قادر ہو جائے تو محصر نہیں رہتا۔ اسی طرح کنز کی شرح عینی میں ہے۔

ترجمہ: اور محرم دشمن یا بیماری کی وجہ سے (حج یا عمرہ کے لیے) جانے سے رُک جائے تو اسے حلال ہونا جائز ہے اور بعض (فقہاء) کا قول یہ ہے کہ یہ ایک بکری (یا ایک بکری کی قیمت) بھیج دے جو حرم میں ذبح کی جائے (اور اس بکری کے ذبح ہونے سے پہلے اسے حلال ہونا جائز نہیں ہے) اور جو شخص اس بکری کو لے جائے اس سے کہہ دے کہ فلاں روز ذبح کرنا پھر (اسی روز) آپ حلال ہو جائے۔

اگر وہ قارن تھا تو دو بکریاں بھیجے (کیونکہ اسے دو احراموں سے حلال ہونے کی ضرورت ہے)

احصار کی بکری حرم کے سوا اور کہیں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے اسے ذبح کر دینا جائز ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی حج سے رُک گیا ہے تو اس کی بکری کو فقط قربانی ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور عمرے سے رُک جانے والا بکری کو (بالاتفاق) جب چاہے ذبح کر دے۔ (لیکن حرم ہی میں کرے)

حج سے رک جانے والا جب حلال ہو جائے تو (دوسرے سال) ایک حج اور ایک عمرہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اور عمرہ سے رُک جانے والے پر (ایک ہی عمرے کی) قضا واجب ہے۔ اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے کرنے واجب ہیں۔

جب محرم نے ہدی بھیجی اور جانے والوں سے کہہ دیا کہ اسے فلانے ہی روز ذبح کرنا اور بعد اس کے وہ احصار جاتا رہا تو اگر حج اور ہدی دونوں اسے مل سکتے ہیں تو اسے حلال ہونا جائز نہیں ہے اور جانا لازم ہے اور اگر فقط ہدی مل سکتی ہے اور حج نہیں مل سکتا (یعنی حج کے تھوڑے دن رہ گئے ہیں) تو یہ حلال ہو جائے اور اگر حج مل سکتا ہے اور ہدی نہیں مل سکتی تو استحساناً اسے حلال ہونا جائز ہے۔

فائدہ: استحسان خلاف قیاس کو کہتے ہیں۔ قیاس یہاں یہ چاہتا تھا کہ اسے حلال ہونا جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ اصل پر یعنی حج پر قادر ہے۔ مگر چونکہ حلال ہدی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اب ہدی نہیں مل سکتی تو اس لیے خلاف قیاس اسے حلال ہو جانا جائز ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی مکہ میں روک دیا گیا حالانکہ اس نے ابھی وقوف (عرفات) اور طواف نہ کیا تھا تو وہ محصر ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کو کر سکتا ہے تو وہ محصر نہیں ہے۔

باب الفوات

حج فوت ہونے کا بیان

فائدہ: اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفات نہ کرسکا یہاں تک کہ عید کے دن صبح صادق ہوگئی تو اس کا حج فوت ہوگیا (کیونکہ حج وقوف عرفات ہی ہے)

اس پر لازم ہے کہ طواف وسعی کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج کرے اور اس پر دم واجب نہیں ہے۔

عمرہ فوت نہیں ہوتا اس کو سارے سال میں جب کوئی چاہے کرسکتا ہے مگر پانچ دنوں میں کرنا مکروہ ہے۔ عرفہ کے دن میں۔ اور عید کے دن اور تشریق کے تین دنوں میں۔

عمرہ کرنا سنت ہے اور اس کے افعال یہ ہیں: احرام، طواف، سعی۔

باب الھدی

ہدی کا بیان

ترجمہ: سب سے ادنیٰ درجہ کی ہدی بکری ہے اور ہدی کی تین قسمیں ہیں اونٹ، گائے، بکری، ان سب میں ثنی یا اس سے زیادہ عمر کی جائز ہے۔ سوائے بھیڑ کے کہ اس کا چھ مہینے کا بچہ بھی ہدی میں کافی ہے۔

فائدہ: ثنی اونٹوں میں اسے کہتے ہیں جو چھٹے برس میں ہو اور گائے میں وہ کہ جو تیسرے برس میں ہو اور بکری میں وہ جو دوسرے برس میں ہو اسی طرح کشف میں ہے۔

ترجمہ: ہدی میں ایسا جانور (بھیجنا) جائز نہیں ہے جس کے کان بالکل ہی کٹے ہوئے ہوں۔ یا آدھے سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں اور نہ دم کٹی ہو اور نہ پیر کٹا ہو اور نہ ہاتھ کٹا ہو اور نہ اندھا ہو اور نہ (ایسا) دبلا (کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو) اور نہ لنگڑا جو مذبح تک نہ جاسکے۔

سب جنایتوں میں بکری جائز ہے مگر دو موقعوں پر۔ ایک یہ کہ جنبی طواف زیارت کر لے اور دوسرا یہ کہ وقوف عرفات کے بعد کوئی مجامعت کرے کیونکہ دونوں صورتوں میں سوائے اونٹ یا گائے کے اور کچھ جائز نہیں ہے۔

اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہوسکتی ہے۔ جب کہ ان ساتوں کی نیت قربانی کی ہو اور اگر ان میں ایک آدمی (بھی) اپنے حصہ میں گوشت کا ارادہ کرے تو اوروں کے لیے اس کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

تطوع (یعنی نفلی) اور تمتع اور قران کی ہدی میں سے کھانا جائز ہے۔ اور باقی ہدیوں میں سے (کھانا) جائز نہیں ہے۔ اور تطوع اور تمتع اور قران کی ہدی کو فقط عید ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور باقی ہدیوں کو جس وقت کوئی چاہے ذبح کر دینا جائز ہے۔

ہدیوں کو فقط حرم ہی میں ذبح کرنا جائز ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بالغ الکعبہ) اور جائز ہے کہ ہدیوں کا گوشت حرم کے مسکینوں وغیرہ پر صدقہ کر دے۔

فائدہ: کیونکہ حرم کے مسکینوں فقیروں کو دینا افضل ہے۔ ہاں اگر اور لوگ ان سے بھی زیادہ حاجت مند ہوں ان کو دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ترجمہ: اور ہدیوں کو شہرت دینا واجب نہیں ہے اور اونٹوں میں افضل نحر کرنا ہے اور گائے اور بکری کو ذبح کرنا افضل ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ آدمی اپنی قربانیوں کو خود ذبح کرے جبکہ وہ اچھی طرح کر سکتا ہو اور ان کی جھولوں اور نکیلوں کو خیرات کر دے اور قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ یا گائے کو (ہدی کر کے) لے جائے۔ پھر (بیماری وغیرہ کی وجہ سے) اسے سواری کی سخت ضرورت ہو تو ہدی پر سوار ہو جائے اور اگر ضرورت نہیں ہے تو اس پر سوار نہ ہو اور اگر اس کے دودھ ہے تو اسے نہ دوہے بلکہ اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تا کہ دودھ خشک ہو جائے۔

اگر کسی نے ہدی روانہ کر دی تھی پھر وہ مرگئی۔ اگر یہ ہدی نفل کی تھی تو اور ہدی واجب نہ ہوگی۔ اور اگر واجب کی تھی تو دوسری ہدی اس کے قائم مقام کرنی اس پر واجب ہے اور اگر ہدی میں کوئی بڑا عیب پیدا ہو گیا ہو تب بھی اور ہدی اس کے قائم مقام کرے اور عیب دار کو جو

چاہے کرے اور جس وقت ہدی کا اونٹ راستہ میں مرجائے اگر وہ نفل کا تھا تو اسے نحر کردے اور اس کے کھروں کو اس کے خون میں رنگ دے اور اسے اس کے شانہ پر مار دے اور اس کا گوشت نہ یہ خود کھائے اور نہ اس کے سوا مالدار لوگ کھائیں اور اگر وہ واجب کا تھا تو اس کے قائم مقام اور اونٹ کردے اور اسے جو چاہے کرے۔

نفلی اور تمتع اور قران کی ہدی کے قلادہ ڈالا جائے اور احصار اور جنایتوں کے دم کے نہ ڈالا جائے۔

کتاب البیوع

خرید وفروخت کا بیان

ترجمہ: بیع ایجاب سے ہوجاتی ہے جب کہ یہ دونوں ماضی کے لفظ سے ہوں۔

فائدہ: ماضی گذشتہ زمانہ کو کہتے ہیں اور مستقبل زمانہ آئندہ کو۔ ماضی کے لفظ سے کہنے کے یہ معنی ہیں یعنی ایک کہے میں نے بیچا دوسرا کہے میں نے خرید لیا اور اگر ایک نے ماضی کے لفظ سے کہا اور دوسرے نے مستقبل کے لفظ سے تو بیع نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور جب ان دونوں یعنی بیچنے اور خریدنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کردیا (یعنی یہ کہہ دیا کہ میں بیچ چکا) تو دوسرے کو اختیار ہے اگر چاہے اسی مجلس میں (یعنی وہیں بیٹھا ہوا) اسے قبول کرلے اور چاہے لوٹا دے۔ پس قبول کرنے سے پہلے اگر کوئی ان دونوں میں سے اس مجلس سے کھڑا ہوجائے گا تو یہ ایجاب باطل ہوجائے گا۔

جس وقت ایجاب وقبول دونوں ہوجائیں تو بیع لازم ہوجائے گی۔ اور ان دونوں میں سے کسی کو کچھ اختیار نہ رہے گا۔ ہاں اگر بیع میں یعنی جو چیز خریدی ہے اس میں کوئی عیب نکل آئے یا بلا دیکھے خرید لی تھی (اور پھر کچھ نقص معلوم ہوا) اور بیع کے جائز ہونے میں ان چیزوں کی مقدار وغیرہ معلوم کرانے کی ضرورت نہیں ہے جو سامنے موجود ہوں۔

اثمان مطلقہ کے ساتھ بیع درست نہیں ہوتی ہاں اگر ان کی مقدار اور وصف معلوم ہو۔

فائدہ: اثمان مطلقہ کے ساتھ بیع ہونے کی یہ صورت ہے مثلاً بائع یہ کہے کہ میں نے یہ چیز تمہارے ہاتھ فروخت کی جو بھی اس کی قیمت ہے۔ تو جب تک یہ بائع قیمت کو مقرر کر کے نہ کہے گا یہ بیع درست نہ ہوگی۔

ترجمہ: نقد اور ادھار دونوں طرح بیچنا جائز ہے مگر ادھار اس صورت میں جائز ہے کہ اس کی مدت معین ہو اور اگر کسی نے قیمت کو بیع میں مطلق چھوڑ دیا ہے تو اس سکہ پر عمل کیا جائے گا جو اس شہر میں چلتا ہوگا۔

فائدہ: قیمت کو مطلق چھوڑ دینے کی یہ صورت ہے مثلاً کسی بائع نے کہا کہ میں اپنی یہ چیز دس روپیہ میں فروخت کر چکا اور اس نے کوئی سکہ مقرر نہیں کیا تو یہ بیع جائز ہے لیکن اسی روپیہ کے ساتھ جو اس شہر میں چلتا ہو وہی روپیہ اس بائع کو دے دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر اس شہر میں کئی طرح کے روپیہ چلتے ہیں تو یہ بیع فاسد ہوگی ہاں اگر وہ کسی ایک قسم کے روپیہ کو بیان کر دے اور سب قسم کے اناج کو پیمانے اور انکل سے بیچنا جائز ہے اور ایسے معین برتن سے اور ایسے وزن دار معین پتھر سے بھی کہ جن کی مقدار معلوم نہ ہو۔

فائدہ: یہ اس صورت میں جائز ہے کہ وہ پتھر اور برتن اسی طرح باقی رہیں اور اگر اس بیع کے سونپ دینے سے پہلے وہ تلف ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ جس سے بیچا ہے اس کی مقدار معلوم نہ ہوگی اور پھر جھگڑا ہوگا۔

ترجمہ: اگر کسی نے اناج کا ڈھیر اس طرح بیچا کہ ایک قفیز (یعنی ایک پیمانہ) ایک درہم کا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع فقط ایک پیمانہ میں جائز ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور باقی میں باطل ہو جائے گی۔ ہاں اگر سب پیمانوں کا نام لے دے (یعنی یہ کہہ دے کہ دس پیمانہ دس درہم کے ہیں تو ان میں جائز ہوگی)

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے (یعنی خواہ سب پیمانوں کا نام لے یا نہ لے)

اگر کوئی بکریوں کا ریوڑ اس حساب سے بیچے کہ ایک بکری ایک درہم کی ہے تو یہ بیع سب بکریوں میں فاسد ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور اسی طرح اگر کسی نے اس طرح کپڑا بیچا ہو

کہ فی گز ایک درہم کا ہے اور سب گزوں کا نام نہ لیا (تو یہ بیع بھی درست نہ ہوگی)

اگر کسی نے اناج کا ڈھیر خریدا اس شرط پر کہ سو پیمانے سو درہم کے ہیں۔ پھر اناج (کو ناپا تو) اس سے کم نکلا۔ تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اس موجودہ اناج کو اسی کے حصہ کی قیمت دے کر لے لے اور چاہے بیع کو فسخ کر دے۔

فائدہ: مثلاً سو پیمانے اناج ٹھہرا تھا اور اسی پیمانے نکلا تو اب خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اسی درہم دے کر ان اسی پیمانوں کو لے لے اور چاہے پھیر دے۔

ترجمہ: اور اگر اس سے زیادہ پیمانے نکل آئیں تو وہ زیادہ بیچنے والے کے ہیں اور اگر کسی نے کوئی کپڑا خریدا اس شرط پر کہ دس گز کپڑا دس درہم کا ہے یا زمین خریدی اس شرط پر کہ سو گز سو درہم کی ہے پھر وہ کپڑا یا وہ زمین اس سے کم نکلی تو خریدنے والے کو اختیار ہے ،چاہے پوری قیمت کے عوض میں اسے لے لے اور چاہے چھوڑ دے اور اگر جتنے گزوں کا نام لیا تھا اس سے زیادہ نکل آئے تو وہ خریدنے والے کے ہیں بیچنے والے کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

اگر بیچنے والے نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ اس کپڑے کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ سو گز سو درہم کا ہے۔ فی گز ایک درہم کو پھر وہ کپڑا اس سے کم نکلا تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اس کے حصہ کی قیمت دے کر اسے لے لے اور چاہے اسے چھوڑ دے اور اگر زیادہ نکل آیا ہے تب بھی خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے سارے کو فی گز ایک درہم کے حساب سے لے لے اور چاہے بیع فسخ کر دے۔

اگر بیچنے والے نے یہ کہا کہ یہ بچہ تمہارے ہاتھ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اس میں دس کپڑے سو درہم کے ہیں۔ ہر کپڑا دس درہم کا ہے پس اگر خریدنے والا اس سے کم پائے تو اسی حصہ میں بیع ہو جائے گی اور اگر دس کپڑوں سے زیادہ پائے تو بیع فاسد ہے۔ اور اگر کوئی شخص مکان بیچے تو اس کی دیواریں اور چھت بیع میں داخل ہوں گی اور اگرچہ اس کا نام نہ لے اور اگر کسی نے زمین بیچی تو جس قدر کھجوروں وغیرہ کے درخت اس میں ہوں گے وہ سب بیع میں داخل ہوں گے۔

فائدہ: وہ درخت بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ پھلدار ہوں یا بے پھل ہوں صحیح مذہب یہی ہے۔ اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور زمین کے بیع کرنے میں کھیتی بیع میں نہ آئے گی۔ ہاں اگر اس کا نام لے اور اگر کسی نے کھجور کے درخت یا اور پھلدار درخت بیچے تو وہ پھل بیچنے والے کا ہوگا۔ ہاں اگر خریدنے والا یہ شرط کرلے کہ پھل بھی میرا ہی ہے اور بائع (کے ہونے کی صورت میں بائع) سے کہا جائے گا کہ اس پھل کو توڑ لے اور بیع کے خریدنے والے کے سپرد کر۔

اگر کسی نے ایسا پھل بیچا جو کھانے کے قابل نہ ہوا تھا یا ہوگیا تھا تو یہ بیع جائز ہے اور خریدنے والے پر واجب ہے کہ اس پھل کو اسی وقت توڑے اور اگر درختوں ہی میں رہنے دینے کی شرط کرلی تھی تو یہ بیع فاسد ہوگئی اور پھل کو اس طرح بیچنا جائز نہیں ہے کہ چند سیر پھل اپنے لیے مستثنیٰ کرے۔

فائدہ: یعنی اس طرح کہہ دے کہ ان درختوں پر جو پانچ من یا جس قدر پھل ہے اس میں سے چار سیر میرا ہے وہ میں نہیں بیچتا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور گیہوں کو اس کی بالوں میں اور باقلے کو اس کی پھلیوں میں بیچنا جائز ہے۔ اور اگر کسی نے مکان بیع کیا تو اس کے قفلوں کی کنجیاں بھی بیع میں داخل ہوں گی اور ناپنے والے اور روپیہ پرکھنے والے کی مزدوری بائع کے ذمہ ہے اور قیمت جانچنے والے کی مزدوری مشتری کے ذمہ۔

فائدہ: آج کل فتویٰ اس پر ہے ناپنے والے کی مزدوری بائع کے ذمہ ہے اور روپیہ پرکھنے والے کی مشتری کے ذمہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی قیمت پر کچھ اسباب بیچا تو اوّل مشتری سے کہا جائے گا کہ قیمت ادا کر۔ جب وہ قیمت ادا کردے گا تو اب بائع سے کہا جائے گا کہ بیع مشتری کے سپرد کر اور اگر کسی نے کچھ اسباب، اسباب کے عوض بیچا۔ یا قیمت، قیمت کے عوض بیچی (یعنی چاندی سونے کے عوض بیچی یا سونا چاندی کے عوض بیچا) تو دونوں سے کہا جائے گا کہ دونوں ساتھ ساتھ دیں۔ (یعنی ہاتھوں ہاتھ لے دے لیں)

باب خیار الشرط

سودا قبول کرنے نہ کرنے کا بیان

ترجمہ: بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے لیے خیار شرط جائز ہے اور دونوں کو تین دن یا اس سے کم اختیار رہتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مدت مقرر کر لے تو اس سے زیادہ بھی جائز ہے۔

بائع کا خیار مبیع کو اس کی ملک سے نکلنے سے روک دیتا ہے۔

فائدہ: یعنی اگر خاص بائع ہی کو خیار ہے تو اس صورت میں بیع کرنے کے بعد مبیع اس کی ملک سے نہیں نکلتی۔

ترجمہ: پس اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا تھا اور خیار کی مدت میں مبیع اس کے ہاتھ سے ہلاک ہو گئی تو مشتری اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی جب کہ وہ بیع مثلی نہ ہو اور اگر مثلی ہو گی تو مشتری پر اس کی مثل دینا واجب ہوگا۔

ترجمہ: اور مشتری کا خیار بیع کو بائع کی ملک سے نہیں روکتا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری بھی اس کا مالک نہیں ہوتا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مشتری مالک ہو جاتا ہے پس اگر وہ چیز (جس میں مشتری کا خیار تھا) مشتری کے ہاتھ سے جاتی رہی تو مشتری کو اس کا ثمن دینا پڑے گا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس چیز میں کوئی عیب نکل آئے۔

فائدہ: ثمن ان داموں کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے عوض آپس میں ٹھہر جائیں خواہ وہ چیز اتنے کی ہو یا نہ ہو۔ اور قیمت اسے کہتے ہیں جو بازار کے نرخ وغیرہ سے اس کے دام لگیں۔

ترجمہ: اور جو شخص اپنے لیے خیار شرط کرے تو اسے اختیار ہے کہ خیار کی مدت میں چاہے اس چیز کو رکھ لے اور چاہے پھیر دے۔ لیکن اگر رکھے تو یہ بلا موجودگی بائع جائز ہے۔ اور اگر

پھیرے تو اس کے موجود ہوئے بغیر پھیرنا جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

اگر جس کے لیے خیار تھا وہ مرگیا تو خیار باطل ہوگیا۔ وہ وارثوں کی طرف منتقل نہ ہو گا۔ اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ یہ روٹی پکانی جانتا ہے یا کاتب ہے۔ پھر وہ اس کے خلاف نکلا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے پوری قیمت دے کر لے لے اور چاہے نہ لے۔

باب خیار الرؤیة

سودے کو دیکھنے کے اختیار کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو یہ بیع جائز ہے اور اسے اختیار ہے کہ جس وقت دیکھے چاہے (پوری قیمت میں) اسے رکھ لے اور چاہے پھیر دے۔ اور اگر کسی نے اپنی کوئی چیز بغیر دیکھے فروخت کر دی تو اسے اختیار نہیں رہتا۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے مثلاً کسی کو ورثہ میں کوئی چیز ملی تھی اور اس نے اسے بے دیکھے ہی فروخت کر دی ایسی صورتیں اکثر پیش آتی ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے اناج کے ڈھیر کو اوپر سے دیکھ لیا تھا (یعنی اندر ہاتھ ڈال کر نہیں دیکھا تھا) یا لپٹے ہوئے کپڑے کو اوپر سے دیکھ لیا تھا یا لونڈی کے منہ کو دیکھ لیا تھا۔ یا چوپائے کی اگاڑی اور پچھاڑی کو دیکھ لیا تھا (اور پھر خرید لیا) تو اب اسے اختیار نہ رہے گا۔

فائدہ: اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بیع میں ساری بیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دشوار امر ہے اس لیے فقط اتنا دیکھ لینا کافی ہے جو مقصود کا علم ہو جانے پر دلالت کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے مکان کا صحن دیکھ کر اسے خرید لیا تھا تو اسے بھی اختیار نہیں رہتا اگرچہ اس کے کمرے (وغیرہ) نہ دیکھے ہوں اور اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے اور وہ جب خریدے گا اسے اختیار ہوگا اور بیع کو چھو (کر دیکھ) نے سے اس کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جس وقت کہ وہ ایسی چیز ہو جو چھونے سے معلوم ہو جاتی ہو اور جو سونگھنے سے معلوم ہوگی اس میں اختیار سونگھنے سے ساقط ہو جائے گا اور جو چکھنے کی ہوگی اس میں چکھنے سے ساقط ہو جائے گا

اور اگر اس نے زمین خریدی ہے تو جب تک زمین کی حالت اس سے بیان نہ کر دی جائے گی اس کا اختیار ساقط نہ ہوگا۔

اگر کوئی کسی کی چیز کو بغیر اس کی اجازت کے بیع کر دے تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو رکھے اور چاہے نہ رکھے اور اس کی اجازت دینی اس وقت ہے کہ وہ بیع اور لینے دینے والے تینوں موجود ہوں۔

اگر (دو کپڑے رکھے تھے اور) کسی نے ایک کو دیکھ کر دونوں خرید لیے۔ پھر دوسرے کو دیکھا تو اسے دونوں کو لوٹا دینا جائز ہے اور اگر کسی کو دیکھنے کا اختیار تھا اور وہ مر گیا تو اس کا اختیار باطل ہو گیا۔

فائدہ: یعنی اختیار باطل ہو کر بیع پوری ہو گئی اور خیار شرط کی طرح یہ بھی ورثہ کی طرف منتقل نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور کسی نے کوئی چیز دیکھی تھی اور وہ مدت کے بعد خریدی تو اگر وہ اسی حالت پر ہے جس حالت میں اس نے دیکھی تھی تو اسے کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر اس میں کچھ فرق آ گیا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے رکھے چاہے نہ رکھے۔

باب خیار العیب

عیب کے سبب سے واپس کرنے کا بیان

ترجمہ: اگر مشتری کو بیع ہو جانے کے بعد مبیع میں کوئی عیب معلوم ہو تو اسے اختیار ہے چاہے قیمت کے عوض اسے لے لے اور چاہے پھیر دے اور یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بیع کو رکھ لے اور عیب کے نقصان کا طالب ہو۔

سوداگروں کے نزدیک جس سے قیمت میں کمی آ جائے وہی عیب ہے اور غلام کا بھاگنا اور چھٹپنے میں بچھونے پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا عیب ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ بالغ ہونے کے بعد (بائع کے ہاں) وہ پھر عود نہ کریں۔

فائدہ: یعنی اگر کسی غلام کے اندر بچپنے میں یہ چیزیں پائی جاتی تھیں اور اب بالغ ہونے کے بعد بائع کے یہاں یہ چیزیں نہ رہیں تو اگر بیع ہونے کے بعد مشتری کے ہاں جا کر پھر ہو جائیں تو انھیں حادث عیب شمار کریں گے گویا یہ عیب مشتری ہی کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ قدیمی نہیں ہے۔ لہٰذا مشتری کو ایسے غلام کو پھیرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بالغ ہونے کے بعد بھی بائع کے یہاں ان چیزوں کا ظہور رہا ہے تو ان کو قدیمی عیب شمار کریں گے۔

ترجمہ: اور گندہ دہن اور گندہ بغل لونڈی میں ہونا عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ کسی بیماری سے ہو (تو غلام میں بھی عیب شمار ہوگا) اور زنا ہونا لونڈی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے۔

فائدہ: مگر یہ کہ غلام کی عادت ہی زنا کی ہو جائے اور عادت سے مراد یہ ہے کہ دو عورتوں سے زیادہ زنا کر لے۔ کیونکہ عورتوں کے پیچھے پھرنے سے ضرور خدمت گذاری میں قصور آئے گا اس لیے یہ عیب شمار ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر مشتری کے ہاں کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر اسے (اس میں) ایک ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے ہاں بھی تھا تو مشتری کو اختیار ہے کہ عیب کی کمی کو اس سے واپس لے لے اور بیع کو نہ پھیرے۔ ہاں اگر بائع باوجود بیع کے عیب دار ہونے کے اسے لینے پر راضی ہو۔

اگر مشتری نے کپڑے کو کتر لیا اور سی لیا ہے یا رنگ لیا ہے۔ یا ستو تھا اور (اس میں) گھی وغیرہ ملا لیا ہے اور اس کے بعد اس میں اسے عیب معلوم ہوا تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔ اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس چیز کو بعینہٖ واپس لے لے۔

اگر کسی نے ایک غلام خریدا تھا پھر اسے آزاد کر دیا۔ یا وہ اس کے پاس آ کر مر گیا پھر مشتری کو اس کوئی عیب معلوم ہوا تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔ اور اگر غلام (یعنی بیع) کو خود مشتری نے مار دیا ہو یا (بیع) کھانا تھا اور وہ مشتری نے کھا لیا پھر اسے اس کا کوئی عیب معلوم ہوا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اب مشتری کچھ واپس نہیں لے سکتا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔

فائدہ: نہایہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اور اگر کسی نے کوئی

کھانے کی چیز خریدی اور اس میں سے کچھ کھالی کچھ رکھ لی پھر اس میں کوئی ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے گھر کا تھا تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ بچی ہوئی کو پھر کھا سکتا ہے اور نہ اس عیب کا نقصان لے سکتا ہے۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ جو بچی ہوتی ہے یا تو اسے واپس کردے یا عیب کا نقصان لے لے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور خریدنے والے نے اور کسی کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر وہ کسی عیب کی وجہ سے اس کے پاس واپس آیا تو اگر اس پہلے خریدنے والے نے اس غلام کو قاضی کے حکم سے قبول کیا تھا تو اس کے لیے جائز ہے کہ یہ اپنے بائع کو پھیر دے اور اگر بدون حکم قاضی کے لیے لیا تھا تو اب اپنے پہلے بائع کو نہیں پھیر سکتا اور اگر کسی نے غلام (وغیرہ) خریدا اور بائع نے ہر عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط کرلی (یعنی یہ کہہ دیا کہ اب اس میں خواہ کوئی عیب ہو میں واپس نہ کروں گا) تو آپ کسی عیب کی وجہ سے مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ سب عیبوں کا نام نہ لیا ہو۔ اور نہ انھیں شمار کرکے کہا ہو۔

باب البیع الفاسد

بیع کی ناجائز صورتوں کا بیان

ترجمہ: جس وقت مبیع اور قیمت میں سے ایک یا دونوں حرام چیزوں میں سے ہوں (اور ان کی حرمت خواہ نص سے ہو یا اجماع سے) تو یہ بیع فاسد (یعنی باطل) ہے جیسے مردار کو یا خون کو یا شراب کو یا سور کو بیچنا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب مبیع ملکیت میں نہ ہو جیسے آزاد آدمی کو بیچ دینا اور ام ولد اور مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے۔

فائدہ: ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کے اپنے آقا سے اولاد ہو جائے۔

مدبر وہ غلام ہے جس سے آقا کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔

مکاتب وہ غلام ہے جو آقا سے اپنی قیمت اپنے ذمہ لے لے۔ اور یہاں بیع فاسد ہونے سے

مراد بیع کا باطل ہونا ہے۔ کیونکہ یہ لونڈی اور دونوں قسم کے غلام آزاد ہو جانے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔لہٰذا ان کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: مچھلی شکار کرنے سے پہلے دریا ہی میں بیچ دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ پرندے کو ہوا میں بیچ دینا جائز ہے اور نہ حمل کو پیٹ میں بیچ دینا جائز ہے اور نہ نتاج (یعنی حمل کا حمل) بیچنا جائز ہے اور نہ اون کو بکری وغیرہ کی پیٹھ پر (یعنی کترنے سے پہلے) بیچنا جائز ہے اور نہ تھنوں میں دودھ کو بیچنا جائز ہے اور نہ کپڑے میں سے (جو بناوٹ میں مختلف ہو) ایک گز۔ اور نہ چھت میں سے ایک کڑی بیچنا جائز ہے اور نہ ضربۃ القانص (یعنی جال کی پھینک) کا بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: ضربۃ القانص اسے کہتے ہیں جو ایک دفعہ دریا میں جال ڈالنے سے کچھ شکار وغیرہ آ جائے اور چونکہ بیع مجہول ہے۔ یعنی یہ معلوم نہیں ہے کہ اب جال میں کیا آ جائے گا۔ اس لیے یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ کچھ بھی نہیں آتا۔ اسی طرح ہدایہ کی شرح کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور نہ بیع مزابنہ جائز ہے اور بیع مزابنہ اسے کہتے ہیں کہ ٹوٹے ہوئے پھل سے اندازہ کر کے درخت پر لگے ہوئے پھل کو بیچ دینا اور نہ بیع بالقاء حجر اور نہ بیع ملامسہ جائز ہے۔

فائدہ: بیع بالقاء حجر اسے کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری نے ایک چیز کا نرخ ٹھہرا لیا۔ پھر مشتری نے مبیع پر کچھ پتھر وغیرہ ڈال دیا تو یہ مبیع مشتری کی ہو گئی خواہ اس وقت اور اس کے دینے سے بائع راضی ہو یا نہ ہو اور اگر مشتری نے مبیع کو ہاتھ لگا دیا تو اسے بیع ملامسہ کہتے ہیں۔ اس قسم کی بیع زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اب اس طرح سے بیع کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور نہ دو کپڑوں میں سے ایک کو بلاتعین بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: مثلاً بائع کے پاس دو کپڑے ہیں اور وہ کہے ان میں سے میں نے ایک بیچ دیا۔ تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ اس کو معین نہ کر دے۔ چونکہ کپڑے مختلف ہوتے ہیں اس لیے ایسی بیع سے جھگڑا ہوگا۔

: اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسے (خرید کر) آزاد کر دے یا

مدبر کر دے یا مکاتب کر دے یا لونڈی کو اس شرط پر بیچا کہ اسے ام ولد کرے تو یہ بیع فاسد ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ بیع مع شرط ہے اور نبی ﷺ نے بیع مع شرط سے منع فرمایا ہے (جوہرہ)

ترجمہ: اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیچا کہ ابھی ایک مہینہ اس سے خدمت لے گا یا مکان بیچا اس شرط پر کہ اتنی مدت تک بائع اس میں رہے گا یا اس شرط پر کہ مشتری بائع کو ایک درہم قرض دے دے یا اس شرط پر کہ مشتری کچھ تحفہ دے دے (اس میں سے ہر بیع فاسد ہے)

اگر کسی نے ایک لونڈی یا ایک چوپایہ بیچا اور اس کا حمل مستثنیٰ کر لیا تو یہ بیع بھی فاسد ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع اسے کترے اور وہی اس کا کرتا یا قبا سی دے یا جوتے کا چمڑا خریدا اس شرط پر کہ بائع اسے سئے یا اس میں تسمہ لگائے تو یہ بیع بھی فاسد ہے۔

اگر کسی نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اس کی قیمت نوروز کے دن دوں گا یا مہرجان میں دوں گا یا نصاریٰ کے روزے کے دن دوں گا۔ یا یہودیوں کی عید کے دن تو اگر بائع اور مشتری ان نوروز وغیرہ کو جانتے ہیں تو یہ بیع جائز ہے ورنہ یہ بیع فاسد ہے۔ اور اگر مشتری نے یہ شرط کی کہ گیہوں کٹنے یا گہے جانے یا انگور اترنے یا حاجیوں کے آنے کے وقت روپیہ ادا کروں گا تو یہ بیع بھی جائز نہیں ہے اور اگر لوگوں کے گیہوں کاٹنے اور گاہنے اور حاجیوں کے آنے سے پہلے بائع اور مشتری دونوں اس مدت کے ساقط کرنے پر رضامند ہو گئے تو یہ جائز ہو جائے گی۔

بیع فاسد کا حکم ✻ جب بیع فاسد میں مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا اور عوضین میں سے (یعنی مبیع اور قیمت میں سے) ہر واحد مال تھا تو مشتری بیع کا مالک ہو جائے گا اور اس کی قیمت اسے دینی لازم ہو گی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے پھر اگر مشتری نے اس مبیع کو بیچ دیا تو اس کی بیع جائز ہو جائے گی۔

اگر کسی نے آزاد کو اور غلام کو یا ذبح کی ہوئی اور مری ہوئی بکری کو اکٹھا بیچ دیا تو یہ بیع دونوں چیزوں میں باطل ہے۔ اور اگر کسی نے ایک غلام اور ایک مدبر کو یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو ملا کے بیچ دیا تو غلام کی اسی کے حصہ کی قیمت سے بیع ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ مثلاً بائع نے غلام اور مدبر کو بیع تو ملا کر کر دیا تھا۔لیکن دونوں کی قیمتیں علیحدہ علیحدہ معین کر دی تھیں۔یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ غلام سو روپے کا ہے اور مدبر پچاس روپیہ کا ہے۔یہ صورت تو بالاتفاق جائز ہے کہ غلام سو روپیہ میں بیع ہو جائے گا اور مدبر نہ ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً بائع یہ کہہ دے کہ میں نے ان دونوں کو سو روپیہ میں فروخت کیا اور یہ نہیں معین کیا کہ اس کی یہ قیمت ہے اور اس کی یہ ہے تو یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بائع اس طرح کہے کہ ان دونوں کو سو روپیہ پر میں نے فروخت کر دیا۔لیکن ہر ایک کو پچاس کو تو یہ صورت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلام میں جائز ہوگی اور مدبر وغیرہ میں جائز نہ ہوگی۔

اگر کسی نے دوسرے کی چیز کو بغیر اس کی اجازت کے بیچ دیا تو یہ بیع اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع جائز ہے ورنہ ناجائز۔

بیع مکروہ کی صورتیں ✲ **ترجمہ**: اور بلا ارادۂ خرید کے کسی چیز کی قیمت بڑھانے اور دوسرے کو بھاؤ کرتے ہوئے بھاؤ کرنے اور ارزاں مال خریدنے کے لیے (باہر جا کر) سوداگروں سے مل جانے اور دیہقانی کا مال شہری کے ہاتھ فروخت کرنے اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور یہ سب صورتیں مکروہ ہیں اور ان سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔

فائدہ: بیع فاسد نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کی اصل قیمت یعنی جو بازار میں عام طور پر اٹھتی ہو مشتری کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی چھوٹے چھوٹے دو غلاموں کا مالک ہو گیا۔یعنی خواہ خریدے ہوں یا ورثہ وغیرہ کے ذریعہ سے آ گئے ہوں۔اور وہ دونوں آپس میں بہت ہی قریب کے رشتہ دار ہیں تو ان میں جدائی نہ کرے (یعنی اس طرح کہ ایک کو خود رکھ لے اور دوسرے کو بیچ دے۔یا دونوں کو دو آدمیوں کے ہاتھ بیچ دے)

یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا ہو۔ پس اگر ان میں جدائی کر دے تو مکروہ ہے اور بیع ہو جائے گی ۔ اور اگر دونوں بڑے ہیں تو جدائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب الاقالة

سودا واپس کرنے کا بیان

فائدہ : اقالہ کے لغوی معنی پہلے قول کو غلط کر دینے کے ہیں اور شریعت میں اقالہ بیع کو توڑنے یعنی مبیع اور قیمت کے واپس کر دینے کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: بیع میں بائع اور مشتری دونوں کو پہلی قیمت کے ساتھ اقالہ کرنا جائز ہے اور اگر کسی نے پہلی قیمت سے زیادہ یا کمی کی شرط کی تو یہ شرط باطل ہے اور بیع پہلی قیمت کے ساتھ واپس کر دی جائے گی۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اقالہ ان بائع اور مشتری کے حق میں بیع کو توڑنا ہے اور ان کے سوا تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے۔

فائدہ : اس بیع کے جدید ہونے کا نتیجہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے اپنی کوئی چیز دوسرے کو ہبہ کر دی اور جس کو ہبہ کی تھی پھر اس نے وہ فروخت کر دی تو ہبہ کرنے والے کو جو اپنی چیز پھیر لینے کا حق حاصل تھا وہ اس بیع سے جاتا رہے گا۔ اب اگر یہ بائع اور مشتری اقالہ کرلیں تو ہبہ کرنے والا اپنی دی ہوئی چیز کو نہیں پھیر سکتا۔ کیونکہ اقالہ تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے۔ گویا اس ہبہ کرنے والے کے اعتبار سے تو اب اس چیز کو بائع نے مشترق سے خریدا ہے۔ لہٰذا اب اس چیز سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ترجمہ: اور قیمت کا تلف ہونا اقالہ کے صحیح ہونے کو نہیں روکتا۔ ہاں مبیع کا تلف ہونا اس کی صحت کو روک دیتا ہے (یعنی پھر اقالہ نہیں ہوسکتا) اور اگر مبیع کا کچھ حصہ تلف ہو گیا ہے تو باقی مبیع میں اقالہ کر لینا جائز ہے۔

باب المرابحة و التولية

بیع مرابحہ اور تولیہ کا بیان

ترجمہ: پہلی خرید پر کچھ نفع زیادہ کر کے کسی چیز کو بیچنے کا نام مرابحہ ہے اور پہلی خرید پر بلا نفع کے کسی چیز کو بیچنے کا نام تولیہ ہے۔

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ نفع سے بیچنے کو مرابحہ کہتے ہیں اور بے نفع بیچنے کو تولیہ۔

ترجمہ: اور مرابحہ اور تولیہ اسی وقت درست ہوتی ہے کہ اس کا عوض مثلی چیزوں میں سے ہو۔

فائدہ: یعنی ایسی چیز ہو کہ اس کے تلف ہو جانے سے ویسی ہی چیز دینی پڑے جیسے روپیہ وغیرہ اور وہ چیزیں جو ناپ سے یا تول سے فروخت ہوتی ہیں۔

ترجمہ: اور دھوبی اور رنگریز اور بیل بوٹا کاڑھنے والے اور غلہ اٹھوانے کی مزدوری کو اصل میں ملا دینا جائز ہے اور یہ کہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے اور یہ نہ کہے کہ اتنے میں میں نے خریدی ہے۔

فائدہ: مثلاً کسی نے ایک تھان کپڑے کا خرید لیا پانچ روپیہ میں اور ایک روپیہ اس کی دھلائی یا رنگوائی وغیرہ میں دیا تو جب یہ اسے مرابحہ یا تولیہ کے طور پر فروخت کرے تو یہ کہے کہ یہ تھان مجھے چھ روپے میں پڑا ہے یہ نہ کہے کہ میں نے چھ روپیہ میں خریدا ہے۔

ترجمہ: پس مرابحہ میں مشتری کو کچھ خیانت معلوم ہوئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسے اختیار ہے چاہے اس چیز کو کل زرِ ثمن کے عوض لے لے اور چاہے واپس کر دے اور اگر تولیہ میں خیانت معلوم ہوئی ہے تو خیانت کی مقدار قیمت کم کر دے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (مرابحہ اور تولیہ) دونوں میں کم کر دے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیمت کسی میں کم نہ کرے۔ لیکن اسے اختیار دونوں میں ہے (کہ چاہے پوری قیمت سے لے لے اور چاہے نہ لے)

اگر کسی نے کوئی منقولہ چیز خریدی تو اس پر اسے اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ : بیع دو قسم کی ہوتی ہے ایک منقولہ جیسے چوپایہ غلہ اور کپڑے وغیرہ۔ اور دوسری غیر منقولہ جیسے زمین اور مکانات وغیرہ۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک زمین کو قبضہ کرنے سے پہلے بیع کر دینا جائز ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا بیع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے کوئی پیمودنی چیز پیمانے سے اور وزن سے بکنے والی وزن کرا کے خریدی اور پھر خود بھی اس کو ناپ لیا یا تول لیا۔ پھر اس کو وزن سے یا ناپ سے بیچ دی تو اب اس دوسرے مشتری کو بغیر ناپے یا تولے اس چیز کا بیچنا یا کھانا جائز نہیں ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے۔

فائدہ : یعنی اس طرح کہ اگر مشتری کو ثمن میں درہم دینا تھا اور بائع نے ابھی ان پر قبضہ نہیں کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ ان درہموں کی جگہ کوئی کپڑا وغیرہ لے لے۔

ترجمہ: اور مشتری کے لیے جائز ہے کہ بائع کے واسطے کچھ قیمت میں بڑھا دے۔ مثلاً کوئی چیز دو روپیہ میں ٹھہر گئی تھی تو مشتری کے ذمہ تو اصل میں دو ہی روپیہ ہیں۔ لیکن اگر مشتری بائع کی رعایت سے دو کی جگہ تین دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔

ترجمہ: اور بائع کو مبیع میں مشتری کے لیے کچھ بڑھا دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ (بائع) قیمت میں کچھ کمی کر دے اور سب کے ساتھ استحقاق متعین ہو جاتا ہے۔

فائدہ : یعنی جو اصلی چیز تھی اس کے ساتھ بھی اور جو بڑھائی گئی ہے اس کے ساتھ بھی پس مثلاً بائع کو اختیار ہے کہ جب تک مبیع کی اصلی قیمت اور جو مشتری نے اپنی طرف سے بڑھا دی تھی وصول نہ ہو جائے مبیع کو نہ دے۔ اور مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زبان دے چکنے کے بعد اب زیادہ رقم کو نہ دے۔ کیونکہ اب اس رقم میں بھی بائع کا حق اصل بیع کی وجہ سے ثابت ہو گیا ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری کے لیے مبیع میں کچھ بائع نے بڑھا دیا ہے اسے بھی

اس کا نہ دینا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی بی میں اقالہ ہوتو بائع کو مشتری نے جس قدر دیا ہے سب پھیرنا پڑے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی چیز نقد فروخت کی اور پھر کچھ میعاد متعین کر کے (مشتری کو) مہلت دے دی تو یہ مہلت جائز ہو جائے گی اور بے مہلت میں جب اس کا مالک مہلت دے دے تو وہ مہلت ہو جاتی ہے۔ مگر قرض میں مہلت کر دینا درست نہیں ہے۔

فائدہ: یہاں درست ہونے نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً اگر روپیہ پیسہ قرض دیا ہے اور قرض لینے والا کچھ دنوں کی مہلت معین کرتا ہے تو یہ مہلت معین کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ قرض خواہ مہلت کے اندر جب چاہے مانگ سکتا ہے۔

اگر کوئی چیز بیچی تھی تو اس کی قیمت مشتری کے ذمہ دین ہے اگر چہ بیع کے وقت نقدا نقدی سودا ہوا ہو۔ لیکن اگر بائع نے پھر اسے مہلت دے دی ہے تو یہ مہلت درست ہو گئی۔ یعنی اب مہلت کے اندر اس سے قیمت طلب نہیں کر سکتا۔

باب الربٰو

سود کا بیان

ترجمہ: سود حرام ہے۔ ہر چیز میں خواہ کیلی ہو یا وزنی (یعنی پیمانہ سے نپ کر بکنے والی ہو یا وزن ہو کر) جس وقت ایک جنس دوسری جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچی جائے (برابر ہے کہ کھانے کی ہو یا کھانے کی نہ ہو) پس علت اس میں یا تو کیل مع جنس ہے اور یا وزن مع جنس ہے۔

فائدہ: یعنی علت سود ہونے کی یہ ہے کہ دونوں چیزیں کیلی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں۔ جیسے گیہوں کو گیہوں سے بیچنا یا دونوں وزن سے بکنے والی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں جیسے چاندی سونا وغیرہ یعنی جو چیزیں وزن ہی ہو کر بکتی ہیں۔

: پس اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز اپنی جنس کے ساتھ برابر سرابر بیچی جائے تو جائز ہے اور

اگر کمی زیادتی کے ساتھ بیچی جائے تو جائز نہیں ہے۔ (کیونکہ ایک کو زیادہ دینا ہی سود ہے) اور جن چیزوں میں سود ہے ان میں سے عمدہ کو ردی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے۔ مگر اس وقت کہ دونوں برابر ہوں اور جب یہ دونوں وصف یعنی جنس اور قدر ایک نہ ہوتو زیادتی اور ادھار دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: قدر ایک نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ دونوں کیلی نہ ہوں یا دونوں وزنی نہ ہوں بلکہ ایک کیلی ہو اور دوسری وزنی ہو تو اس صورت میں ان میں سود کا حکم نہیں رہتا۔

ترجمہ: اور جب یہ دونوں وصف ہوں گے تو زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک ہوگا اور دوسرا نہ ہوگا تو زیادتی جائز ہو جائے گی اور ادھار حرام ہوگا۔

فائدہ: مثلاً کسی نے گیہوں کو جو کے ساتھ بیچا کہ اس صورت میں کہ یہ دونوں ہم وصف نہیں ہیں بلکہ فقط ایک وصف ہے کہ دونوں پیمانے سے بکتے ہیں۔ اور دوسرا وصف یعنی جنس دونوں کی ایک نہیں ہے۔ یا مثلاً کوئی سونے کو چاندی سے بیچے تو ان دونوں صورتوں میں کمی زیادتی سے دینا تو جائز ہوگا کہ بیس تولہ چاندی کا ایک تولہ سونا دے۔ یا پندرہ سیر جو کے دس سیر گیہوں دے مگر اس میں ادھار جائز نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور جس غلہ وغیرہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما دیا ہو کہ اس میں بطور کیل (یعنی پیمانہ) کے زیادتی کرنا حرام ہے تو وہ غلہ ہمیشہ کے لیے کیلی ہے اگر چہ لوگوں نے اس میں کیل کرنا (یعنی ناپنا) چھوڑ دیا ہو۔ جیسے گیہوں، جو، چھوہارے، نمک اور جس چیز کے متعلق آپ نے یہ فرما دیا ہو کہ اس میں بطور وزن زیادہ حرام ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے وزنی ہے اگر چہ لوگوں نے اس میں وزن کرنا چھوڑ دیا ہو جیسے چاندی سونا۔ اور جس چیز پر کوئی نص نہ ہوگی تو وہ لوگوں کی عادت پر محمول ہوگی۔

فائدہ: عادت پر محمول ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر لوگ اسے ناپ کر فروخت کرتے ہوں گے تو اسے کیلی شمار کریں گے اور اگر وزن سے فروخت کرتے ہوں گے تو وہ وزنی شمار ہوگی۔

ترجمہ: اور عقد صرف وہ (بیع) ہے جو قیمت کی جنس (یعنی چاندی سونے) پر واقع ہو اس میں دونوں عوض پر اس مجلس میں قبضہ ہو جانا معتبر ہے اور اس کے سوا جن چیزوں میں سود جاری

ہوتا ہے (جیسے کیلی اور وزنی چیزیں ان میں معین کرنا معتبر ہے (اسی مجلس میں) جانبین سے قبضہ ہو جانا معتبر نہیں ہے اور گیہوں کو آٹے اور ستو کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ آٹے کو ستو کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

فائدہ : یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس طرح بیچنا جائز ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی مجانست باقی ہے یعنی یہ قریب قریب ایک ہی جنس کے ہیں کیونکہ یہ دونوں گیہوں کے اجزاء ہیں اور ان کو برابر کرنے کا آلہ پیمانہ ہے۔ لیکن پیمانہ میں آٹا اور گیہوں یا ستو برابر نہیں آتے بلکہ گیہوں کے دانوں میں تخلخل رہتا ہے اور آٹا وغیرہ خوب بھر جاتا ہے اس لیے اگر ایک کیل کو ایک ہی کیل سے بیچے مگر باوجود دونوں کی ایک جنس ہونے کے پھر برابر سرابر نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح بیچنا جائز نہیں ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک گوشت کو حیوان کے ساتھ بیچنا جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے جب تک کہ اس سے زیادہ گوشت نہ ہو جتنا کہ اس حیوان میں ہے تا کہ گوشت، گوشت کے مقابلہ میں ہو جائے اور باقی گوشت کھال وغیرہ کے مقابلہ میں ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تر چھوہاروں کو سوکھے ہوئے چھوہاروں سے برابر سرابر بیچنا جائز ہے اور اسی طرح انگوروں کو منقیٰ کے ساتھ مگر زیتون کو روغن زیتون کے ساتھ اور تلوں کو میٹھے تیل کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے جب تک کہ روغن زیتون اور میٹھا تیل اس سے زیادہ نہ ہو کہ جتنا اس موجودہ زیتون اور تلوں میں ہے تا کہ تیل تیل کے برابر رہے اور باقی تیل کھلی کے بدلہ میں ہو جائے اور مختلف گوشتوں میں بعض کو بعض کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔

فائدہ : مختلف گوشتوں سے مراد یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تینوں کے گوشت ہوں تو ان کو کمی زیادتی سے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً بکری کے سیر بھر گوشت کو اونٹ کے چار سیر

گوشت سے بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح اونٹ گائے اور بکری کے دو حصوں میں بعض کو بعض کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور چھوہارے اور انگور کے سرکہ کو کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور روٹی کو گیہوں اور آٹے کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔

غلام اور مولیٰ کے درمیان اگر کسی خرید و فروخت میں زیادتی ہو تو ان میں سود نہیں ہوتا اور نہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی میں ہوتا ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ربٰو بین المسلم و الحربی فی دار الحرب.

''دارالحرب میں مسلمان اور حربی میں ربوٰ نہیں ہوتا''۔

اگر حربی دارالحرب سے دارالاسلام میں آ جائے اور اس پر بادشاہ کی طرف سے خراج وغیرہ مقرر ہو جائے تو پھر اس بیع میں بھی سود ہو جاتا ہے اور غلام مولیٰ میں سود نہ ہونا اس شرط سے ہے کہ غلام اس کی ملک میں ہو ورنہ سود ہو جائے گا۔

باب السّلم

بدہنی کا بیان

ترجمہ: بدہنی (بدہنی بمعنی بندنی) ان چیزوں میں جائز ہے جو ناپ کر یا تول کر یا گنتی کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں جن میں کچھ (ایسا زیادہ) تفاوت نہیں ہوتا جیسے اخروٹ اور انڈے اور ان چیزوں میں بھی جائز ہے جو گزوں سے نپ کر بکتی ہیں (جیسے کپڑا وغیرہ) اور حیوان اور اس کے اطراف (یعنی سری وغیرہ) میں بدہنی جائز نہیں ہے اور نہ کھالوں میں گنتی کے ساتھ اور نہ سوختہ کے بندھے ہوئے گٹھے اور نہ گھاس کے پولے میں۔

فائدہ: یعنی ان چیزوں کی اس طرح بدہنی جائز نہیں ہے بلکہ وزن کے ساتھ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور بدہنی فقط ایسی چیز میں جائز ہے جو بدہنی کرنے کے وقت سے بدہنی کی مدت گذرنے تک موجود رہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور بدہنی بے مہلت جائز و درست نہیں ہے اور نہ بغیر مہلت معلوم کے درست ہے۔

فائدہ: مہلت معلوم سے مراد یہ ہے کہ اس مہلت کی مدت کے مہینے اور دن خوب معین ہونے چاہئیں۔ بغیر ان کے معین کیے بدہنی درست نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور بدہنی کسی خاص آدمی کے پیمانہ سے کرنی جائز نہیں ہے اور نہ کسی خاص آدمی کے گز سے اور نہ کسی خاص گاؤں کے غلہ میں اور نہ کسی خاص کھجور کے پھل میں۔

فائدہ: خاص آدمی کے پیمانہ سے بدہنی ناجائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ پیمانہ اور گز وغیرہ ایسے ہوں جن کی مقدار معلوم نہ ہو کیونکہ بعض لوگ ان چیزوں کو کم و زیادہ بھی رکھا کرتے ہیں اور چونکہ بدہنی کے اندر مبیع کے سپرد کرنے میں ایک عرصہ لگتا ہے اس لیے شاید وہ خاص پیمانہ وغیرہ تلف ہو پھر جھگڑے کی نوبت آئے اور ان کا انسداد ضروری ہے۔ اس کے علاوہ پیمانہ ایسا ہونا چاہیے جو خشک ہونے وغیرہ کی وجہ سے خود بخود چھوٹا بڑا نہ ہوتا ہو اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بدہنی بغیر سات شرطوں کے جائز نہیں ہے جو بدہنی کرتے وقت ذکر کر دی جائیں۔

① اوّل جنس معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ گیہوں ہیں یا چنے وغیرہ ہیں)
② دوسری یہ کہ قسم معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ گیہوں وغیرہ نہری زمین کے ہوں گے یا بارانی کے)
③ تیسری یہ کہ صفت معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ لال گیہوں ہوں گے یا سفید یا نئے یا پرانے)
④ چوتھی یہ کہ مقدار معلوم ہو (یعنی یہ بیان کیا جائے کہ اتنے پیمانے ہوں گے یا اتنے من ہوں گے)
⑤ پانچویں یہ کہ مدت معین ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ چار مہینے میں یا اتنے دنوں میں

دیں گے)

⑥ چھٹے یہ کہ اصل مال کی مقدار معلوم ہونی ہے۔ یہ شرط اس صورت میں ہے کہ اصل اس قسم کا ہو کہ اس کی مقدار سے بیع وغیرہ کو تعلق ہوتا ہو جیسے کیلی اور وزنی چیزیں۔

⑦ ساتویں شرط یہ ہے کہ بدہنی کے ادا کرنے کی جگہ مقرر کر دی جائے یہ شرط اس بدہنی کی چیز میں ہے جس کی بار برداری میں کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہو (اسی پر فتویٰ ہے)

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب اصل مال معین ہو تو اس کے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ بدہنی کے ادا کرنے کی جگہ کے نام لینے کی ضرورت ہے بلکہ جہاں بدہنی کی ہے وہیں اسے ادا کر دے۔

بدہنی اس وقت تک درست نہیں ہوتی کہ بدہنی کرنے والا دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے اصل مال پر قبضہ نہ کرے اور اصل مال میں اور مسلم فیہ میں (یعنی جس میں بدہنی کی ہے) دونوں میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پہلے نہ شرکت جائز ہے اور نہ تولیہ (کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تصرف ہے)

کپڑوں میں بدہنی جائز ہے جب کہ ان کی لمبائی چوڑائی اور غف یا ہلکا ہونا بیان کر دیا جائے۔

جواہرات اور موتیوں میں بدہنی جائز نہیں ہے اور کچی پکی اینٹوں کے اندر بدہنی کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ اس کا سانچہ مقرر کر دیا جائے۔

بیع سلم کا ضابطہ ❋ (کلیہ) قاعدہ یہ ہے کہ جن چیزوں کی صفت کو ضبط (اور بیان) کر سکیں اور ان کی مقدار معلوم کر سکیں تو ان میں بدہنی جائز ہے اور جن میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں ان میں بدہنی جائز نہیں ہے۔

کتے اور چیتے اور درندے کو بیچنا نا جائز ہے (یعنی خواہ وہ سیکھے ہوئے ہوں یا نہ ہوں) اور شراب اور سور کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز ہے اگر وہ ریشم کے ساتھ ہوں اور نہ شہد کی مکھی کی بیع جائز ہے ہاں اگر وہ معہ چھتوں کے ہوں اور ذمی لوگ خرید و فروخت میں مثل مسلمانوں کے ہیں مگر خاص شراب اور سور کے بارے میں کہ ان کا شراب پر

کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مسلمان بکری پر معاملہ کرے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب اور سوران کے اعتقادوں میں قیمتی چیزیں ہیں اور ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ان کو ان کے اعتقادوں پر رہنے دیں۔

باب الصّرف

بیع صرف (یعنی سونے چاندی کی خرید و فروخت) کا بیان

ترجمہ: صرف وہ بیع ہے کہ دونوں عوض (یعنی بیع اور قیمت) اثمان کی جنس سے ہوں۔ پس اگر کسی نے چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے بیچا تو جائز نہیں ہے۔ مگر برابر سرابر (بیچنا جائز ہے کیونکہ اس میں برابر ہونا شرط ہے) اگر چہ وہ دونوں کھرے کھوٹے ہونے میں مختلف ہوں اور (بائع و مشتری کے) جدا ہونے سے پہلے دونوں عوضوں پر قبضہ ہونا (بھی) ضروری ہے اور جب کوئی سونے کو چاندی سے بیچے تو اس میں زیادتی ہونی (یعنی چاندی کا زیادہ ہونا) جائز ہے کیونکہ یہاں دونوں عوضوں کی جنس ایک نہیں ہے اور جانبین سے قبضہ ہونا واجب ہے۔

اگر (بیع) صرف میں دونوں عوضوں میں سے ایک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع و مشتری علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو یہ عقد (یعنی معاملہ بیع) باطل ہو جائے گا اور قبضہ کرنے سے پہلے (بیع) صرف کی قیمت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور سونے کو چاندی سے اٹکلوں پر بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ دونوں کی ایک جنس شرط نہ ہونے کی وجہ سے ان میں برابر ہونا ایک شرط نہیں ہے۔ لیکن اسی مجلس میں قبضہ ہو جانا شرط ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک زیور دار تلوار سو درہم میں بیچی اور اس (کے اوپر کا زیور پچاس درہم کا ہے اور مشتری نے اس) کی قیمت میں پچاس درہم بائع کو دے دیئے تو یہ بیع جائز ہے اور یہ مقبوضہ درہم چاندی کے حصہ میں (یعنی اس زیور کے عوض میں) شمار ہوں گے اگر چہ

(دونوں میں سے) کسی نے اس کو بیان نہ کیا ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اگر مشتری نے یہ کہا کہ ان دونوں کی قیمت یہ پچاس درہم لے لو۔ پس اگر دونوں نے (اپنی اپنی چیز پر) قبضہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دونوں علیحدہ ہو گئے تو یہ بیع اس زیور میں ناجائز ہوگی اور اگر وہ زیور بلا نقصان کے تلوار سے علیحدہ ہو سکتا ہے تو تلوار کی بیع ہو جائے گی اور زیور کی نہ ہوگی۔ اور اگر اس زیور کو بلا نقصان تلوار سے علیحدہ نہیں کر سکتے تو دونوں کی بیع ناجائز ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے چاندی کا برتن (چاندی یا سونے سے) بیچا اور کچھ قیمت لے لی اور کچھ نہیں۔ پھر دونوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو جس قدر قیمت بائع نے لے کر اپنے قبضہ میں کر لی ہے اس میں بیع ہو جائے گی اور باقی میں نہ ہوگی۔ اور یہ برتن (بائع و مشتری) دونوں میں مشترک رہے گا۔

اگر (خریدے ہوئے) برتن میں جزوی حصہ کا کوئی مستحق نکل آیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس کے حصہ کی قیمت دے کر وہ بھی لے لے اور چاہے وہ (سارا ہی) واپس کر دے۔

اگر کسی نے چاندی کی ایک ڈھیلی بیچی۔ پھر اس میں کوئی حصہ دار نکل آیا تو مشتری اس کو لے لے جو اس کے حصہ سے بچے اور مشتری کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

فائدہ: مشتری کو اس صورت میں اختیار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس ڈھیلی کے ٹکڑے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا یہ شرکت عیب نہ شمار ہوگی بخلاف برتن کے کہ اس کے ٹکڑے کرنے میں سخت نقصان پڑتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے دو درہم اور ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم سے بیچ دیا تو بیع درست ہے اور ہر ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں سمجھ لیا جائے گا۔

فائدہ: یعنی اس بیع کی یہ صورت رکھیں گے کہ دو درہم دو دیناروں کے بدلے میں ہیں اور ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی گیارہ درہم کو دس درہم اور ایک دینار سے بیچے تو یہ بھی جائز ہے۔ دس درہم دس دیناروں کے بدلے میں ہوں گے اور ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں دو کھرے

درہم اور ایک کھوٹے درہم کو ایک کھرے درہم اور دو کھوٹے درہموں سے بیچنا جائز ہے (اور یہی حکم روپیوں میں سمجھ لینا چاہیے) اور اگر درہموں میں چاندی زیادہ ہو (یعنی چاندی کو غلبہ ہو) تو وہ چاندی کے حکم میں ہیں۔

اگر دیناروں میں سونا غالب ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہیں۔ پس ان دونوں میں کمی زیادتی کی حرمت وہی معتبر ہوگی جو کھروں میں معتبر ہوتی ہے (یعنی انھیں کمی زیادتی سے بیچنا جائز نہ ہوگا) اور اگر ان میں کھوٹ غالب ہو تو وہ درہم و دینار کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ وہ اسباب کے حکم میں ہیں پس جس وقت انھیں ان کی جنس سے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے تو وہ بیع جائز ہوگی (مگر ادھار بیع جائز نہ ہوگی) اور اگر کسی نے ان کھوٹے درہموں سے کچھ اسباب خریدا اور (ان پر بائع کا) قبضہ ہونے سے پہلے ان کا بھاؤ گھٹ گیا۔ یعنی لوگوں نے ان کے ساتھ معاملہ کرنا بالکل چھوڑ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: امام محمدؒ کے قول کے مطابق بھاؤ گھٹ جانے سے یہ مراد ہے کہ کسی شہر میں بھی ان کا رواج نہ رہا۔

شیخینؒ کا قول یہ ہے کہ فقط ایک شہر میں ان کا رواج نہ رہنا اس شہر میں بیع باطل ہونے کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح علامہ عینیؒ نے لکھا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں (کہ یہ بیع بھی جائز ہے اور) مشتری پر ان درہموں کی یہ قیمت جائز ہوگی جو بیع کے دن تھی (یعنی اس قیمت کے کھرے روپیہ دے)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری پر وہ قیمت واجب ہے جو لوگوں کے معاملہ کرنے میں آخر دن ان درہموں کی قیمت تھی۔ اور رائج پیسوں میں بیچنا جائز ہے اگرچہ معین نہ کرے۔ (کیونکہ ان کے معین کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے) اگر پیسے کھوٹے ہیں تو بغیر معین کیے ان سے بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے رائج پیسوں سے کوئی چیز بیع کی اور قبضہ ہونے سے پہلے ان کا رواج موقوف ہو گیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے نصف درہم کے پیسوں کی کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہے اور مشتری کو اتنے ہی پیسے دینے لازم ہیں جتنے کو نصف درہم فروخت ہوتا ہے اور اگر کسی نے صراف کو ایک روپیہ دیا اور یہ کہا کہ نصف کے بدلے میں پیسے دے دے اور نصف کے بدلے میں رتی بھر کم کی ایک اٹھنی دے دی۔ تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع کل میں ناجائز ہے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ پیسوں میں جائز ہے اور باقی اٹھنی میں ناجائز ہے اور اگر مشتری نے روپیہ دیتے وقت یوں کہا کہ نصف پیسے دے دے اور ایک رتی بھر کم کی اٹھنی دے دے تو یہ بیع جائز ہے (کیونکہ اس میں بدلہ کا لفظ نہیں ہے) اور اگر مشتری نے (کوئی بڑا روپیہ دیتے وقت) یہ کہا کہ مجھے ایک چھوٹا روپیہ دے دو جس کا وزن نصف روپیہ سے (بھی) رتی بھر کم ہو اور باقی کے پیسے دے دو تو یہ بیع جائز ہے اور یہ رتی بھر کم نصف چھوٹے روپے کے مقابلہ میں ہوگا اور باقی پیسوں کے مقابلہ میں۔

کتاب الرهن

رہن کا بیان

ترجمہ: رہن ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔

فائدہ: ایجاب وقبول کا یہ مطلب ہے مثلاً ایک شخص کہے میں نے اپنی اسی چیز کو اس قدر روپیہ کے عوض رہن کیا۔ اس شخص کو راہن کہتے ہیں اور دوسرا کہے کہ میں نے اس چیز کو اس قدر روپیہ کے عوض رہن رکھ لیا۔ اس کہنے والے کو مرتہن کہتے ہیں اور اس چیز کا نام رہن اور مرہون ہے۔

ترجمہ: اور (مرہون پر) قبضہ ہونے سے رہن پورا ہو جاتا ہے۔ پس جس وقت مرتہن نے مرہون پر محوز مفرغ ممیز ہونے کی حالت میں اپنا قبضہ کر لیا تو عقد (رہن) اس میں پورا ہو گیا۔

فائدہ: محوز ہو یعنی مقسوم ہو اس میں کسی کی شراکت نہ ہو۔ مقسوم ہونا رہن میں شرط ہے۔ مشترک چیز کا رہن کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مفرغ ہو یعنی راہن کی ملک سے خالی اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ایسے مکان کو رہن کرنا جائز نہیں ہے جس میں راہن کا کچھ اسباب ہو کیونکہ اس میں اسباب ہونے کی وجہ سے وہ راہن کی ملک سے خالی نہیں ہے۔

ممیز ہو یعنی اسی مرہون کو کسی دوسری چیز کے ساتھ خلقی اتصال نہ ہو۔ مثلاً کوئی درخت پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنے لگے اور درخت کو رہن نہ کرے تو یہ رہن جائز نہیں ہے کیونکہ مرہون یعنی پھل کو دوسری چیز یعنی درخت کے ساتھ خلقی اتصال ہے۔ اسی طرح کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور جب تک کہ مرتہن نے مرہون پر قبضہ نہیں کیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے (رہن کردے اور) مرہون کو اس کے حوالے کردے اور چاہے رہن سے پھر جائے پس اگر اس کے حوالہ کر چکا ہے اور اس نے اپنا قبضہ کرلیا ہے تو وہ چیز اس کی ضمان میں داخل ہو جائے گی (اب راہن کو رہن کا روپیہ ادا کرنے تک اس کا کچھ اختیار نہ ہوگا) اور رہن بغیر دین مضمون کے درست نہیں ہے۔

فائدہ: دین کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ کہ جو بغیر ادا کیے یا مالک دین کے بغیر معاف کیے ذمہ سے ساقط نہ ہو اسے دین مضمون کہتے ہیں۔

دوسرا وہ کہ جو بغیر ان دونوں صورتوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے اسے دین غیر مضمون کہتے ہیں اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ دین مضمون سے وہ مراد ہے جو کہ فی الحال ذمہ میں واجب نہ ہو کہ ایسا دین جو کہ آئندہ کو واجب ہوگا۔

ترجمہ: اور وہ رہن چیز اپنی قیمت سے کم یعنی اس قرض کے عوض میں مضمون ہوگی۔ پس اگر رہن چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی اور اس کی قیمت اور قرض دونوں برابر تھے تو مرتہن اپنے قرض کو حکماً (گویا) وصول کر چکا (یعنی راہن کی وہ چیز گئی اور مرتہن کا قرض گیا۔ اب ایک دوسرے کچھ نہیں لے سکتا) اور اگر رہن کی قیمت قرض سے زیادہ تھی تو یہ زیادتی (مرتہن کے پاس) امانت ہے۔

فائدہ: یعنی اس صورت میں بھی اگر رہن مرتہن کے پاس ہلاک ہو جائے تو مرتہن کا قرض جاتا رہا اور قرض سے زیادہ قیمت کا مال جو راہن کا بطور امانت کے ہلاک ہوا۔ اور امانت کے ہلاک ہونے میں تاوان دینا نہیں آتا اس لیے اب بھی راہن مرتہن سے کچھ نہ لے سکے گا۔

ترجمہ: اور اگر رہن کی قیمت قرض سے کم تھی (اور رہن چیز ہلاک ہو گئی) تو اس قیمت کی مقدار قرض ساقط ہو جائے گا باقی قرض کی مرتہن (راہن سے) وصول کرے۔

مشترک چیز کو رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ بغیر درختوں کے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنا درست ہے اور نہ بلا زمین کے زمین پر کھڑی ہوئی کھیتی کو رہن کرنا درست ہے اور جس وقت زمین پر کھیتی کھڑی ہو (اور درخت پر پھل لگا ہوا ہو تو) درخت اور زمین کو بلا ان دونوں کے رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ امانتوں کو رہن رکھنا درست ہے (امانتیں) جیسے ودیعتیں اور مانگی ہوئی چیزیں اور مضاربت کا مال اور شراکت کا مال اور بدہنی کے اصل مال اور صرف کی قیمت اور مسلم فیہ پس اگر رہن ہوتے ہی صرف کی قیمت اور بدہنی کا اصل مال (مرتہن کے قبضہ میں آ کر) ہلاک ہو گیا تو صرف اور بدہنی پوری ہو جائیں گی اور مرتہن حکماً اپنا حق (یعنی قرض کو) لے چکا۔

فائدہ: غرض یہ ہے کہ مرتہن کا قبضہ ہونے کی وجہ سے اسی کا مال تلف ہوا اور یہ راہن کے ذمہ اس کا قرض نہیں رہا۔

ترجمہ: اور اگر راہن اور مرتہن دونوں کا کسی تیسرے سچے آدمی کے پاس رہن کو رکھ دینے پر اتفاق ہو جائے تو جائز ہے اور اس سے لینے کا نہ پھر مرتہن کو اختیار ہے اور نہ راہن کو۔ پس اس کے پاس اگر یہ رہن ہلاک ہو جائے تو مرتہن کا ہلاک ہو گا (یعنی اب راہن کے ذمہ قرض نہ رہے گا)

فائدہ: اور درہم اور دینار اور کیلی اور وزنی چیزوں کو رہن کرنا جائز ہے۔ پس اگر کوئی چیز اپنی جنس کے عوض میں رہن کی گئی اور مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی تو اسی کے برابر قرض ہلاک ہو جائے گا (یعنی راہن کے ذمہ سے اتنا ہی قرض کم ہو جائے گا) اگرچہ وہ دونوں گھٹیا بڑھیا ہونے میں مختلف ہوں۔

فائدہ: یعنی مثلاً جو رہن کی تھی وہ گھٹیا تھی اور جو راہن نے مرتہن سے لی تھی وہ بڑھیا تھی اور ان میں فرق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جنس سے مقابلہ ہونے کے وقت بڑھیا ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی کا روپیہ دوسرے کے ذمہ قرض تھا اور اپنے قرض کے برابر اس سے روپیہ لے کر اس نے خرچ کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ روپیہ کھوٹا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اب اس کا کچھ حق نہیں رہا۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ویسا ہی روپیہ اسے واپس کر دے۔ اور کھرا لے لے۔

اگر کسی نے ایک ہزار روپیہ میں دو غلام رہن کیے۔ پھر ایک کے حصہ کا روپیہ ادا کر دیا تو اسے ابھی اختیار نہیں کہ (جس کے حصہ کا روپیہ ادا کیا ہے) اس پر اپنا قبضہ کر لے جب تک کہ سارا قرضہ ادا نہ کر دے۔

پھر اگر راہن قرض کی مدت گذرنے کے وقت رہن کو بیچنے کے لیے مرتہن کو یا کسی اور شخص کو وکیل کر دے تو یہ وکالت جائز ہے اور اگر عقد رہن میں وکالت شرط تھی تو اب راہن کی کو اس وکالت سے وکیل کو معزول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے معزول کر دیا تب بھی وہ وکیل معزول نہ ہوگا اور اگر راہن مر گیا تب بھی معزول نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ راہن سے اپنا قرض طلب کرے اور (اگر وہ نہ دے تو) اس میں اسے قید کرا دے۔

اگر رہن اس کے قبضہ میں ہے تو اس کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ وہ راہن کو بیچنے دے یہاں تک کہ اس کی قیمت سے اپنا قرض وصول کر لے۔ پس اگر راہن نے اس کا قرض ادا کر دیا تو اب مرتہن سے کہا جائے گا کہ رہن اس کے حوالہ کر۔ اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بغیر رہن کو بیع کر دیا تو یہ بیع موقوف ہے۔ پس اگر مرتہن نے اجازت دے دی تو بیع ہو جائے گی (ورنہ نہیں) اور اگر راہن نے (اس کو بیع کرتے ہی) مرتہن کا قرض ادا کر دیا تب بھی بیع جائز ہو جائے گی اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بدون رہن غلام کو آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا جائز ہو جائے گا۔

اگر راہن دولت مند ہے اور قرض کی مدت پوری ہو چکی ہے تو اس سے فوراً قرض طلب کیا جائے اور اگر قرض کی مہلت باقی ہے تو راہن سے غلام کی قیمت لے لے اور قرض کی مہلت گذرنے تک اس قیمت کو غلام کی جگہ رہن کر لے اور اگر راہن تنگدست ہے تو غلام اپنی قیمت کے کمانے میں کوشش کرے۔ اور اس قیمت سے قرض ادا کر دے پھر یہ غلام آقا سے (جس نے آزاد کیا ہے) قیمت وصول کر لے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ راہن خود رہن کو ہلاک کر دے۔ اور اگر رہن کو کوئی اجنبی ہلاک کر دے تو اس سے مرتہن کو تاوان لینا چاہیے پس اس سے قیمت لے کر وہ قیمت اپنے قبضہ میں رہن رکھ لے اور راہن کے رہن پر تعدی کرنے سے اس سے تاوان لیا جائے گا۔

فائدہ: تعدی کرنے کی صورت یہ ہے مثلاً ایک شخص نے ایک غلام کو رہن کیا اور پھر خود ہی اس غلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا ہاتھ کاٹ ڈالا تو راہن کو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور مرتہن کے رہن پر تعدی کرنے سے اس کی مقدار (یعنی جتنا رہن میں نقصان آیا ہے) قرض ساقط ہو جاتا ہے اور رہن کا راہن اور مرتہن اور ان کے مال پر تعدی کرنا بے تاوان ہے۔

فائدہ: مثلاً ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور اس غلام نے راہن یا مرتہن کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا کوئی مال تلف کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس غلام پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مرتہن پر تاوان واجب ہے۔

ترجمہ: اور جس مکان میں رہن چیز کی حفاظت کی جائے اس کا کرایہ مرتہن کے ذمہ ہے اور (اگر بکریاں وغیرہ رہن ہوں تو) چرواہے کی تنخواہ راہن کے ذمہ ہے اور رہن کا (نان) نفقہ (یعنی خرچہ) راہن کے ذمہ ہے اور رہن کی بڑھوتری (بھی) راہن کی ہے۔

فائدہ: بڑھوتری سے مراد یہ ہے مثلاً بھیڑ بکریاں رہن ہیں تو ان کے بچے اور دودھ اور اون وغیرہ اور اگر درخت رہن ہے تو اس کا پھل وغیرہ علیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح یہ سب چیز اصل کے تابع ہونے کی وجہ سے راہن کی ہوتی ہیں۔

: پس یہ بڑھوتری اصل کے ساتھ رہن رہے گی اور اگر یہ تلف ہو گئی تو اس کا کچھ تاوان

نہ ہوگا اور اگر اصل مال تلف ہو گیا اور بڑھوتری رہ گئی تو اس حصہ کا قرض ادا کر کے راہن چھڑا لے اور قرضہ کو رہن اور بڑھوتری دونوں کی قیمت پر بانٹا جائے۔ رہن کی تو وہ قیمت رکھی جائے جو رہن کرنے کے روز تھی اور بڑھوتری کی قیمت وہ جو چھڑانے کے روز ہے۔ پس جس قدر قرض اصل کی قیمت کے مقابلہ میں پڑے گا وہ ساقط ہو جائے گا (کیونکہ اصل مال تلف ہو چکا ہے) اور جو بڑھوتری کی قیمت میں پڑے گا اس کو راہن ادا کر کے بڑھوتری کو چھڑا لے۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک بکری چار روپیہ میں رہن کی اور وہ قیمت میں دو ہی روپیہ کی تھی۔ پھر اس بکری کے بچہ ہوا اور بچہ ہو جانے پر بکری مر گئی اور بچہ رہ گیا اب اسے راہن چھڑانا چاہتا ہے اور اس وقت اس کی قیمت دو روپیہ ہے تو راہن دو ہی روپیہ دے کر اس بچہ کو لے لے اور باقی جو دو روپیہ مرتہن کے رہے وہ اصل کے مقابلہ میں آ کر ساقط ہو گئے۔ گویا راہن کی اصلی بکری مر گئی اور مرتہن کے دو روپیہ گئے۔ لہٰذا دونوں برابر ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: اور رہن میں زیادہ کر دینا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (مرتہن کو) قرض میں زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور رہن ان دونوں (یعنی پہلے مال اور اس زیادتی) کے عوض میں رہن نہ ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ (یعنی رہن اور قرض دونوں میں زیادتی) جائز ہے۔

اگر کسی نے ایک ہی چیز کو دو شخصوں کے پاس ایسے قرض کے عوض میں رہن رکھ دیا جو دونوں کا مشترک تھا تو یہ رہن جائز ہے اور یہ چیز ہر ایک کے پاس پوری رہن سمجھی جائے گی اور اس کے تلف ہو جانے کی صورت میں ان دونوں میں سے ہر ایک پر اس کے قرض کے حصہ کے مطابق اس کا تاوان پڑے گا۔ پس اگر راہن نے ان میں سے ایک کا قرض ادا کر دیا تو اب یہ ساری چیز دوسرے کے قبضہ میں رہن رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ بھی اپنا قرض وصول کر لے۔

اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ مشتری قیمت کے عوض کوئی خاص چیز (جو بائع معین کرے) اس کے پاس رہن رکھ دے اور بیع ہونے کے بعد مشتری نے رہن

رکھنے سے انکار کر دیا تو اب اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔

فائدہ: یعنی قاضی اس پر جبر نہ کرے کیونکہ رہن کرنا راہن کی طرف سے عقد تبرع ہوتا ہے اور تبرعات پر جبر نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور اس بائع کو اختیار ہے چاہے اس کے رہن نہ کرنے پر رضامند ہو جائے (اور بیع رہنے دے) اور اگر چاہے بیع کو فسخ کر دے۔ ہاں اگر مشتری نے اسی وقت قیمت دے دی ہو (تو اب بائع کو یہ اختیار نہ رہے گا) یا رہن کی قیمت دے دی ہو۔ پس یہ قیمت رہن ہو جائے گی۔

مرتہن کو اختیار ہے کہ رہن کی حفاظت خود یا اپنی بیوی سے یا اپنی (بڑی) اولاد سے یا ایسے ملازم سے کرائے جو اسی کی عیالداری میں ہو اور اگر ایسے شخص سے حفاظت کرائے گا جو اس کی عیالداری میں نہیں ہے یا کسی کے پاس امانت رکھ دے گا تو ضامن ہو گا۔

فائدہ: یعنی اگر وہ رہن تلف ہو گیا تو اس مرتہن کو تاوان دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور اگر مرتہن نے رہن میں تعدی اور تصرف کیا تو وہ رہن کی ساری قیمت کا ضمان غصب کا ضامن ہو گا۔

فائدہ: تعدی اور تصرف کرنے کی یہ صورت ہے۔ مثلاً کسی نے کپڑا رہن کیا تھا۔ اور مرتہن نے پہن لیا یا گھوڑا رہن کیا تھا اور اس نے اس پر سواری لینی شروع کر دی اور اتفاق سے وہ کپڑا پھٹ گیا یا یہ گھوڑا مر گیا تو اس مرتہن سے ان دونوں کی ایسی پوری قیمت لی جائے گی جیسے کوئی انھیں غصب کر لیتا اور اس کے پاس تلف ہو جانے پر اس سے قیمت لی جاتی۔

ترجمہ: اور جب مرتہن نے رہن راہن کو واپس دے دیا اور اس نے اپنا قبضہ کر لیا تو اب وہ مرتہن کی ضمانت سے نکل گیا۔ پس اگر اب وہ راہن کے پاس تلف ہو جائے تو مرتہن کے ذمہ کچھ نہ ہو گا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ اسے پھر اپنے قبضہ میں کر لے۔ پس جب مرتہن اسے لے گا تو وہ رہن پھر اس کی ضمانت میں آ جائے گا۔

اگر کوئی راہن مر جائے تو اس کا وصی رہن کو بیع کر کے قرض ادا کر دے اور اگر کوئی اس کا وصی نہیں ہے تو قاضی اس کے لیے ایک وصی مقرر کر دے اور رہن کو بیع کر دینے کا اسے حکم دے دے۔

کتاب الحجر

تصرف سے روک دینے کا بیان

فائدہ: لغت میں حجر کے معنی فقط روک دینے کے ہیں۔

شرع میں حجر سے یہ مراد ہے کہ ایک آدمی کو تصرفات سے اس طرح روکا جائے کہ دوسرا شخص اس میں اس کے قائم مقام ہو جائے جوہرۂ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: حجر کو واجب کرنے والے تین سبب ہیں۔

① صغر سنی ② غلام ہونا ③ دیوانہ ہونا

لڑکے کا تصرف بغیر اس کے ولی کی اجازت کے درست نہیں ہے اور نہ غلام کا تصرف بغیر اس کے آقا کی اجازت کے درست ہے اور نہ ایسے دیوانے کا تصرف جائز ہے جو ہر وقت مخبوط الحواس رہتا ہو اور اگر ان تینوں میں سے کوئی کسی چیز کو بیچ دے یا خرید لے اور وہ بیع کو سمجھتا ہو اور اس کا قصد کرتا ہو تو (اس کے) ولی کو اختیار ہے اگر اس بیع میں کچھ مصلحت سمجھے تو اس کو رکھے ورنہ توڑ دے۔

فائدہ: مخبوط الحواس سے وہ دیوانہ مراد ہے جسے کبھی کوئی افاقہ نہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور وہ نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو اس افاقہ کی حالت میں اس کا تصرف جائز ہے۔

ترجمہ: پس یہ تینوں حالتیں اقوال میں حجر کرتی ہیں افعال میں نہیں کرتیں۔

فائدہ: یعنی ان اقوال میں کہ جن میں نفع ونقصان کا احتمال ہو جیسے خرید وفروخت۔ پس یہ اقوال ولی کی اجازت پر موقوف رہتے ہیں۔ اور رہے وہ اقوال کہ جن میں محض ضرر ہی ضرر ہو جیسے صغیر اور مجنون کے حق میں طلاق دے دینا اور آزاد کر دینا۔ سو یہ اقوال سرے ہی سے باطل ہوتے ہیں ان میں ولی کی اجازت دینے نہ دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور جن اقوال میں محض نفع ہی نفع ہو مثلاً ہبہ قبول کر لینا تو ان میں حجر نہیں ہے۔

ترجمہ: اور لڑکے اور دیوانے کا خرید و فروخت کرنا اور اقرار کر لینا اور طلاق دینا اور آزاد کر دینا درست نہیں ہے (کیونکہ یہ سب اقوال ہیں) اور اگر یہ دونوں (کسی کی) کوئی چیز تلف کر دیں تو اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا (کیونکہ یہ فعل ہے اور فعل میں حجر نہیں ہے)

غلام کے اقوال اس کے حق میں نافذ ہو جاتے ہیں اس کے آقا کے حق میں نافذ نہیں ہوتے۔ پس اگر غلام نے کسی (کا) مال (اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کر لیا تو آزاد ہونے کے بعد اس پر (اس کا ادا کرنا) لازم ہوگا۔ اور فی الحال لازم نہ ہوگا (کیونکہ) اس وقت ایک مانع ہے اور وہ آقا کا حق ہے۔ اور اگر اس نے کسی حد یا قصاص کا اقرار کر لیا تو وہ اس پر فی الحال ہی لازم ہو جائے گا۔ اور اس کے (اپنی بیوی کو) طلاق دینے پر طلاق پڑ جاتی ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا یملک العبد شیئا الا الطلاق.

''غلام سوائے طلاق دینے کے اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا''۔

اور اس کے آقا کی طلاق اس کی بیوی پر نہیں پڑتی اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بیوقوف پر حجر نہیں ہے۔ جس وقت کہ وہ عاقل بالغ آزاد ہو اور اس کا تصرف اس کے مال میں جائز ہے اگر چہ وہ کیسا ہی فضول خرچ ہو اور چاہے وہ اپنے مال کو ایسی چیز میں برباد کر دے کہ نہ اس میں اس کی کوئی غرض ہو اور نہ مصلحت ہو۔ مثلاً وہ مال کو دریا میں ڈبو دے یا آگ میں جلا دے لیکن امام موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی لڑکا بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہو۔ (یعنی بالغ ہو جائے اور اسے عقل نہ آئے) تو اس کا مال اس کے سپرد نہ کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ پچیس برس کا ہو جائے (اسی پر فتویٰ ہے)

اگر اتنی عمر ہونے سے پہلے وہ اس میں تصرف کرے گا تو اس کا تصرف نافذ ہوگا اور جب وہ پچیس برس کا ہو جائے تو اس کا مال اس کو دے دیا جائے۔ اگر چہ سمجھدار ہونا اس سے نہ ٹپکتا ہو۔

امام ابویوسف اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ بیوقوف پر حجر کیا جائے اور اس کے مال میں اسے تصرف کرنے سے روک دیا جائے۔ پس اگر اس نے کوئی چیز بیع کر دی تو اس

کی بیع اس کے مال میں نافذ نہ ہوگی اور اگر اس میں کوئی مصلحت ہو تو حاکم اسے جائز کردے اور اگر اس نے کوئی غلام آزاد کردیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا (کیونکہ آزادی متحقق ہونے کے بعد اس میں فسخ نہیں ہوسکتا)

غلام پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت (ادا کرنے) میں کوشش کرے اور اگر اس نے کسی عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح درست ہو جائے گا پھر اگر اس عورت کا مہر مقرر کرلیا ہے تو اس میں سے اس کے مہر مثل کی مقدار جائز ہوگا اور باقی ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ : کیونکہ مہر مثل ہونا نکاح کی ضروریات میں سے ہے اور زیادہ کی نفس نکاح میں ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: اور بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہونے والے لڑکے کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کا مال کبھی اس کے سپرد نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا سمجھدار ہونا معلوم نہ ہو جائے اور نہ اس کے مال میں اس کا تصرف جائز ہے۔

بیوقوف کے مال میں سے زکوٰۃ نکالی جائے اور اس کے بیوی بچوں کو خرچ دیا جائے (کیونکہ بیوی بچوں کا زندہ رکھنا اس کی ضروریات میں داخل ہے) اور اس کو بھی خرچ دیا جائے جس کا خرچ اس کے قرابت داروں میں سے اس پر واجب ہے۔

فائدہ : کیونکہ قرابت داروں کا خرچ حق قرابت داری کی وجہ سے واجب ہے اور بیوقوف ہونا لوگوں کے حق کو باطل نہیں کرتا۔

ترجمہ: پس اگر وہ حج کرنا چاہے تو اسے منع نہ کیا جائے اور نہ حاکم اس کا خرچ اس کے سپرد کرے بلکہ حاجیوں میں سے ایک معتبر آدمی کے سپرد کردے کہ وہ حج کے راستہ میں اس کا خرچ اٹھاتا رہے اور اگر وہ بیمار ہو جائے اور اپنے مال میں سے مسجدیں وغیرہ بنانے اور نیک موقعوں میں صرف کرنے کی وصیت کردے تو یہ اس کے تہائی مال میں جاری ہوگی۔

بلوغ کی علامتیں ٭ لڑکے کے بالغ ہونے کی تین علامتیں ہیں:

① احتلام (یعنی خواب میں منی نکلنا)

② انزال (یعنی صحبت کرنے سے منی نکلنا)

③ احبال (یعنی) جب صحبت کرے (تو عورت حاملہ ہو جائے) اور اگر ان میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ بالغ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے اٹھارہ برس کا ہو جائے۔ لڑکے کے بالغ ہونے کی علامت حیض اور احتلام اور حمل ہے اور اگر ان میں سے کوئی علامت معلوم نہ ہو تو وہ بالغ نہیں ہے یہاں تک کہ عمر پوری سترہ برس کی ہو جائے تو وہ بالغ ہے۔

امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے کہا کہ جب لڑکے اور لڑکی کے لیے پندرہ برس پورے ہو جائیں تو وہ بالغ ہیں۔

فائدہ: فتویٰ صاحبینؒ ہی کے قول پر ہے اور بالغ ہونے کی اقل مدت لڑکے کے حق میں بارہ برس ہے اور لڑکی کے حق میں نو برس یعنی دونوں اس عمر سے کم میں بالغ نہیں ہوتے۔

ترجمہ: اور جب لڑکا اور لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جائیں اور ان کا بالغ اور نابالغ معلوم ہونا دشوار ہو اور وہ دونوں کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو ان ہی دونوں کا کہنا معتبر ہوگا اور ان کے احکام مثل بالغوں کے احکام کے ہوں گے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قرض کی بابت میں مفلس پر حجر نہ کروں گا اور جب کبھی مفلس آدمی کے ذمہ بہت سے قرض ہو جائیں اور قرض خواہ اس کو قید کرانا اور اس پر حجر کرانا چاہیں تو میں اس پر حجر نہ کروں گا۔ اور اگر اس کے پاس کچھ مال ہے تو اس مال میں حاکم (کسی طرح کا) تصرف نہ کرے۔ ہاں اس کو ہمیشہ قدر رکھے یہاں تک کہ وہ اپنے قرض (کو ادا کرنے) میں اس کو خود فروخت کر دے اور اگر اس کے پاس درہم ہیں اور اس کا قرض بھی درہم ہی ہیں۔ یا اس کے پاس دینار ہیں اور اس کے ذمہ بھی قرض کے دینار ہی ہیں تو قاضی بغیر اس کی اجازت کے اس کا قرض ادا کر دے اور اگر اس کا قرض درہم ہیں اور اس کے پاس دینار ہیں تو قاضی اس کے قرض میں انھیں فروخت کر دے۔

امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب مفلس (تنگ دست) کے قرض خواہ اس پر حجر کرانا چاہیں تو قاضی اس پر حجر کر دے اور بیع اور تصرف اور اقرار (وغیرہ) سے روک دے تاکہ قرض خواہوں کا نقصان نہ ہو اور اگر وہ اپنے مال کو بیچنے سے انکار کرے تو

قاضی اس کو بیع کر دے اور اس کی قیمت کو حصہ رسد سب قرض خواہوں کو تقسیم کر دے پھر اگر وہ حجر کی حالت میں کسی کا مال اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرے تو وہ مال اس کے ذمہ قرضوں کے ادا ہو جانے کے بعد لازم ہوگا۔

مفلس کے مال میں سے خود مفلس کو اور اس کی بیوی اور چھوٹے بچوں کو اور ذی رحم محرم کو خرچ دیا جائے اور اگر مفلس کے پاس مال نہ معلوم ہوتا ہو اور اس کے قرض خواہ اسے قید کرانا چاہیں۔

وہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو حاکم اسے ایسے قرض میں قید کر دے جو اس کے ذمہ مقبوضہ مال کے بدلے میں لازم ہوا ہو جیسے کہ بیع کی قیمت اور قرض کا بدلہ یا ایسے قرض میں جو کسی عقد میں اس کے ذمہ لازم ہوا ہو جیسے مہر اور کفالت اور ان کے سوا اور کسی قرضہ میں قید نہ کرے جیسے غصب کی ہوئی چیز کا بدلہ اور جنایتوں کا تاوان ہاں اگر گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ مال اس کے پاس ہے اور حاکم اسے دو یا تین مہینہ قید میں رکھے اور اس کے مال کی خوب تحقیق کرے اور اگر اس کے پاس مال ہونا ظاہر نہ ہو تو اسے رہا کر دے اور اسی طرح (اس صورت میں بھی رہا کر دے) جب گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے پاس واقعی مال نہیں ہے اور اس کے قید خانہ سے نکلنے کے بعد اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے بیچ میں حائل نہ ہو جائے اور قرض خواہ ہر وقت اس کے پیچھے نہ رہیں اور نہ اسے تصرف اور سفر سے روکیں۔ ہاں جو کچھ اس کی کمائی میں سے بچے اسے لے لیں اور حصہ رسد آپس میں تقسیم کرتے رہیں۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ جب کسی پر حاکم نے مفلسی کا حکم لگا دیا تو اب حاکم اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے بیچ میں ہو جائے (یعنی قرض خواہوں کو اس پر تقاضہ نہ کرنے دے) ہاں اگر وہ گواہوں سے یہ ثابت کر دیں کہ اس کے پاس مال آ گیا ہے۔

جب فاسق اپنے مال کو خود ہوشیاری سے برتنے والا ہو تو اس پر حجر نہ کیا جائے اور فسق اصلی اور فسق طاری دونوں یکساں ہیں۔

فاسق اصلی اسے کہتے ہیں جو بالغ ہونے سے بھی پہلے ہو اور آخر تک ویسا ہی رہے

فاسق طاری وہ ہے کہ پہلے اچھا تھا اور اب فاسق ہو گیا۔ حکم ان دونوں کا یکساں ہے اور اگر کوئی مفلس ہو گیا اور کچھ اسباب کسی خاص شخص سے خریدا ہوا بجنسہ اس کے پاس ہے تو یہ اسباب والا بھی مثل اور قرض خواہوں کے ہے۔

فائدہ: یعنی یہ اسباب بیچ کر اس کی قیمت اس اسباب والے کو اور دوسرے قرض خواہوں کو حصہ رسد ملے گی اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ یہ اسباب اس کو دے دینا چاہیے۔

کتاب الاقرار

اقرار کرنے کا بیان

ترجمہ: جب کوئی آزاد عاقل بالغ کسی (کا حق اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کرے تو وہ اس پر لازم ہو جائے گا خواہ وہ چیز جس کا اقرار کیا ہے معلوم ہو یا مجہول ہو (یعنی نا معلوم ہو) اور (نا معلوم ہونے کی صورت میں) اس سے کہا جائے گا کہ اس مجہول کو بیان کر (کیونکہ یہ جہالت اسی کی طرف سے ہے) پس اگر وہ بیان نہ کرے تو حاکم اس سے زبردستی بیان کراتے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلانے کا میرے ذمہ کچھ ہے تو اس پر لازم ہے کہ ایسی چیز بیان کرے جو کسی قیمت کی ہو۔

فائدہ: مثلاً یہ کہے کہ میرے ذمہ ایک پیسہ ہے یا ایک سیر غلہ ہے۔ ایسی چیز بیان نہ کرے جو کسی قیمت کی نہ ہو مثلاً کہے کہ میرے ذمہ گیہوں کا ایک دانہ ہے یا مردار کی کھال ہے اور علیٰ ہذا القیاس۔

ترجمہ: اور اگر جس قدر مقر نے بیان کیا ہے مقر لہٗ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو اس میں مع قسم کے مقر ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ مال ہے تو اس میں اسی کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے اور تھوڑے بہت میں اس کا قول قبول کیا جائے گا۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کا مال عظیم (یعنی بڑا مال) ہے تو دو سو درہم

سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے درہم ہیں تو اس سے تین درہم مراد لیے جائیں گے۔ ہاں اگر وہ خود تین درہم سے زیادہ بیان کرے (تو اسی کا قول معتبر ہوگا)

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے اتنے اتنے درہم ہیں تو اس صورت میں گیارہ درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس نے دو مبہم عددوں کو ذکر کیا ہے جن کے درمیان میں حرف عطف نہیں ہے اور اس کی تفسیر اور تفصیل کم سے کم گیارہ سے ہوتی ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کہا کہ (میرے ذمہ) اتنے اور اتنے درہم ہیں تو اب اکیس درہموں سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ یہاں اس نے دو عدد مبہم ایسے ذکر کیے ہیں جن کے درمیان حرف عطف ہے اور اس کی تفسیر کم از کم اکیس سے ہوتی ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ ہے تو یہ (یعنی اس طرح کہنا) قرض کا اقرار ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس ہے تو یہ کہنا اس کے پاس امانت ہونے کا اقرار ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تیرے ذمہ میرے ہزار درہم ہیں اور اس نے جواب دیا کہ ان کو تول لے یا (کہا) پرکھ لے یا (کہا) مجھے مہلت دے یا (کہا) وہ میں تجھ کو ادا کر چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا (اور روپیہ دینا اسے لازم ہوگا)

اگر کسی نے میعادی قرض کا اقرار کیا اور مقرلہٗ نے (یعنی جس کے قرض کا اس نے اقرار کیا ہے) قرض کی بابت اس کی تصدیق کی (یعنی کہا کہ واقعی میرا قرض اتنا ہی ہے) اور میعاد میں تکذیب کی (کہ میعاد اور مہلت کچھ نہیں ہے) تو اس (مقر) کو فی الحال ہی قرض ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور میعاد میں مقرلہٗ سے قسم لی جائے گی۔

اگر کسی نے کسی (کے) قرض کا اقرار کیا اور اپنے اقرار کے ساتھ ہی کچھ استثناء کر لیا تو وہ استثناء معتبر ہوگا اور باقی اسے ادا کرنا لازم ہوگا۔ خواہ استثناء تھوڑا ہو یا بہت ہو۔

فائدہ: تھوڑے استثناء کی مثال یہ ہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ بیس روپیہ ہیں۔ مگر دو روپیہ تو اس پر اٹھارہ لازم ہوں گے اور بہت کی مثال یہ ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے چالیس روپیہ ہیں مگر تیس روپیہ تو اس کے ذمہ دس روپیہ لازم ہوں گے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی (اقرار کرنے کے بعد) کل کا استثنا کرے تو یہ اقرار اس پر لازم ہوگا۔ (یعنی اقرار کے موافق کا روپیہ دینا پڑے گا) اور یہ استثناء باطل ہو جائے گا۔

اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ سو درہم ہیں مگر ایک دینار یا (کہا) مگر ایک قفیز گیہوں تو اس پر سو درہم لازم ہوں گے۔ مگر ایک دینار یا گیہوں کا ایک قفیز لازم نہ ہوگا۔ اور اگر کہا کہ فلاں کے میرے ذمہ سو درہم ہیں پس سو کے سو درہم ہی مراد ہوں گے اور اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ سو اور ایک کپڑا ہے تو اس پر ایک کپڑا لازم ہوگا اور سو کی تشریح بھی اسی سے کرائی جائے گی۔

فائدہ: یعنی اس پوچھا جائے گا کہ سو کیا ہیں۔ سو کپڑے ہیں یا سو روپیہ ہیں یا سو اشرفیاں ہیں پھر جو کچھ وہ بیان کرے گا وہی اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گے خواہ کچھ ہی بیان کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی حق کا اقرار کر کے اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ دیا تو یہ اقرار اس پر لازم نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے (کسی چیز کا) اقرار کیا اور (اس میں) اپنے لیے شرط خیار کی (یعنی کہا کہ تین دن کا مجھے اس میں اختیار ہے) تو یہ اقرار اس پر واجب ہوگا اور خیار باطل ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ یہ گھر زید کا ہے لیکن اس میں ملبہ میرا ہے تو یہ گھر اور ملبہ زید ہی کا ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے زید کا گھر ہونے کا اقرار کر لیا تو اس میں ملبہ بھی آ گیا۔ کیونکہ گھر ملبہ اور زمین دونوں کو کہتے ہیں لہٰذا اس کا یہ استثنا کرنا بیکار ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کہا کہ اس گھر کا ملبہ میرا ہے اور زمین فلاں شخص کی ہے تو یہ اس کے کہنے کے مطابق ہوگا۔ اور اگر کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ فلاں شخص کے میرے اوپر ٹوکرے میں چھوہارے ہیں تو اس پر ٹوکرا اور چھوہارے دونوں لازم ہوں گے۔

اگر کسی نے یہ اقرار کیا کہ زید کا میرے ذمہ طویلہ میں ایک گھوڑا ہے تو اس پر فقط گھوڑا

ہی لازم ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے گٹھری میں کپڑا غصب کرلیا ہے تو اس کے ذمہ دونوں چیزیں واجب ہوں گی۔ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ کپڑے میں کپڑا ہے تو اسے دو کپڑے دینے لازم ہوں گے۔

اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ دس کپڑوں میں ایک کپڑا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر ایک ہی کپڑا لازم ہوگا۔

فائدہ: امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت کے موافق ایک کپڑا دس کپڑوں میں نہیں رکھا جایا کرتا اس لیے اس کا یہ کہنا بیکار سمجھا جائے گا۔

ترجمہ: اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسے گیارہ کپڑے دینے لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے ایک کپڑے کو غصب کرنے کا اقرار کیا تھا (کہ میں نے واقعی غصب کیا ہے) اور پھر وہ پھٹا ہوا کپڑا لایا تو اس بارے میں اس کا قول معتبر ہوگا۔ لیکن قسم کے ساتھ۔

فائدہ: یعنی اگر مقر کہے کہ یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے غصب کیا تھا اور کپڑے والا اور کپڑا ہونے کا دعویٰ کرے تو اس بارے میں قول غاصب ہی کا معتبر ہوگا اور اس سے قسم لی جائے گی اور وجہ معتبر ہونے کی یہ ہے کہ غصب سالم ہی کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح اگر کسی نے (اپنے ذمہ) دراہم ہونے کا اقرار کیا اور کہا کہ وہ کھوٹے ہیں (تو اس صورت میں بھی مع قسم کے اسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ پانچ میں پانچ ہیں۔ اگر اس سے اس کی مراد ضرب اور حساب ہے۔ تو فقط پانچ ہی لازم ہوں گے اور اگر وہ خود کہے کہ میری مراد پانچ کے ساتھ پانچ ہے۔ تو اس پر دس لازم ہوں گے اور حسن بن زیاد کا قول یہ ہے کہ پچیس لازم ہوں گے۔

اگر کسی نے کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ایک درہم سے لے کر دس تک ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر نو درہم لازم ہوں گے (کیونکہ) امام ابو حنیفہؒ ابتداء کو اور اس کے مابعد کو لازم کرتے ہیں اور انتہاء کو ساقط فرماتے ہیں۔

صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس پر پورے دس لازم ہوں گے۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں جو میں نے

اس سے خریدا تھا اور میں نے قبضہ ابھی تک نہیں کیا تھا۔ پس اگر اس نے کوئی (خاص) معین غلام کی بابت کہا ہے تو اس مقرلہٗ سے کہا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو یہ غلام اس کے حوالہ کرو اور ہزار درہم (اس سے) لے لو اور نہیں تو تمہارا اس پر کچھ نہیں ہے۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ہزار درہم ہیں اور غلام کی تعیین نہیں کی تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ایک ہزار درہم اس پر واجب ہوں گے۔

اگر کسی نے کہا کہ (فلاں شخص کے) میرے ذمہ ہزار درہم ہیں' شراب کی قیمت کے یا سور کی قیمت کے تو ہزار درہم اس پر واجب ہوں گے اور اس کی یہ تفسیر تسلیم نہیں کی جائے گی۔

اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ اسباب کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں اور وہ کھوٹے ہیں (یعنی کھوٹے ہی ٹھہرے ہیں) اور مقرلہٗ کہتا ہے کہ کھرے ٹھہرے تھے تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس پر کھرے ہی واجب ہوں گے۔ (اسی پر فتویٰ ہے)

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس نے ساتھ کہہ دیا ہے تو اس کی تصدیق کر لی جائے گی اور کچھ بعد میں کہا ہے تو تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس انگوٹھی ہے تو اسے انگوٹھی اور نگینہ دونوں دینے پڑیں گے۔

فائدہ: کیونکہ انگوٹھی کا لفظ دونوں کو شامل ہے لہٰذا یہ اقرار دونوں کا قرار دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس تلوار ہے تو اس پر تلوار اور پرتلہ اور میان تینوں چیزیں واجب ہوں گی۔

اگر کوئی کہے کہ میرے پاس فلاں شخص کا ڈولہ ہے تو اس کے ذمہ (ڈولہ کی) لکڑیاں اور پردہ واجب ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں عورت کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں پس اگر (اس کے ساتھ ہی یہ) کہے فلاں شخص نے اس کے لیے وصیت کر دی تھی یا اس کا باپ مر گیا ہے اور یہ اس کا وارث ہے تو یہ اقرار درست ہوگا۔

اگر اس اقرار کی اس نے خود کوئی تفصیل نہیں کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ اقرار ٹھیک نہیں ہے۔

امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ یہ اقرار ٹھیک ہے۔

فائدہ: اس وجہ سے کہ اس میں زیادہ جہالت نہیں ہے اور مجہول چیز کا اقرار ٹھیک اور درست ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ لڑکے کا پیٹ میں ہونا معلوم ہو جائے اور معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اس وارث کے مرنے سے یہ چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو جائے اور اگر چھ مہینے میں یا اس سے زیادہ میں پیدا ہوا تو یہ وصیت وغیرہ سب باطل ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی لونڈی کے حمل کا یا بکری کے حمل کا کسی شخص کے لیے اقرار کر لیا تو یہ اقرار درست ہوگا (اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اسے دینا) اس پر لازم ہوگا۔

اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں چند قرضوں کا اقرار کیا (کہ یہ میرے ذمہ ہیں۔ اور ان کے اسباب معلوم نہیں ہیں) اور اس کے ذمہ صحت کی حالت کے اور بھی قرض ہیں اور کچھ قرض اس مرض میں بھی ہو گئے ہیں جن کے اسباب معلوم ہیں تو صحت کا قرض اور جس قرض کے اسباب معلوم ہیں یہ مقدم ہیں پس جس وقت یہ ادا ہو جائیں اور ان میں سے کچھ بچے تو اس قرض میں دیا جائے جس کا اس نے مرض کی حالت میں اقرار کیا ہے۔

اگر اس کے ذمہ ایسے قرض نہیں ہیں جو صحت کی حالت کے ہوں تو اس کا یہ اقرار درست ہوگا اور جس کے لیے اقرار کیا ہے وہ وارثوں سے اولیٰ ہے۔

مریض کا اپنے وارث کے لیے اقرار کرنا باطل ہے۔ ہاں اگر اور ورثہ بھی اس کی اس میں تصدیق کر لیں تو جائز ہے۔

اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں کسی اجنبی لڑکے کے لیے (کچھ روپیہ وغیرہ کا) اقرار کیا پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو یہ اس کا بیٹا ہو جائے گا اور اس کے حق میں اس کا اقرار کرنا باطل ہوگا۔

اگر کسی نے اجنبی عورت کے لیے اقرار کر کے پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کے حق میں اس کا اقرار کرنا باطل نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں

دے دیں۔ پھر (اپنے ذمہ) اس کا کچھ قرض ہونے کا اقرار کیا تو اسے وہ دیا جائے گا جو اس کی میراث میں اور قرض میں سے کم ہوگا۔

فائدہ: یعنی اگر میراث قرض سے کم کو پہنچتی ہے تو میراث دے دی جائے گی اور اگر قرض میراث سے کم ہے تو قرض ادا کر دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کوئی کسی لڑکے کا اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس جیسا لڑکا اس مقر جیسے شخص کے پیدا ہو سکتا ہے اور اس لڑکے کا نسب معروف نہیں ہے (یعنی کوئی یہ نہیں جانتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے) اور وہ لڑکا اس کی تصدیق کرتا ہے (کہ بیشک) میں اس کا بیٹا ہوں تو اس لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ مقر (اقرار کرنے والا) بیمار ہو اور (اس کے فوت ہونے کے بعد) یہ لڑکا بھی میراث میں اور وارثوں کے ساتھ شریک ہوگا۔

مرد کا اقرار (اپنے) والدین اور بیوی اور لڑکے اور مولیٰ کے لیے جائز ہے۔

عورت کا اقرار (اس کے) والدین اور شوہر اور مولیٰ کے حق میں قبول کیا جائے گا اور بیٹے کے حق میں اس کا اقرار نہ قبول کیا جائے۔ ہاں اگر شوہر اس بارے میں اس کی تصدیق کرے یا اس کے تولد ہونے کی دائی گواہی دے۔

فائدہ: یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا بیشک اس عورت کا ہے چونکہ دائیوں کو اس کی شناخت خوب ہوتی ہے اس لیے دائی کا قول اس بارے میں معتبر ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے والدین اور بیٹے ہونے کے علاوہ کسی کے بھائی اور چچا ہونے کا اقرار کیا (یعنی یہ کہا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے یا میرا چچا ہے) تو اس کا اقرار نسب کے بارے میں مقبول نہ ہوگا۔ پس اگر اس اقرار کرنے والے کا اور کوئی وارث معلوم ہے خواہ قریب کا یا دور کا تو وہ اس مقرلہٗ سے (یعنی جس کے لیے اقرار کرتا ہے) اولیٰ ہوگا۔ (اس وارث کے ہوتے ہوئے اس مقرلہٗ کو میراث نہ ملے گی) اور اگر اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث کا یہی مقرلہٗ وارث ہوگا۔

اگر کسی کا باپ مر گیا اور اس نے کسی شخص کی بابت اپنے بھائی ہونے کا اقرار کیا تو اس کے بھائی کا اس سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور میراث میں وہ اس کا شریک ہو جائے گا۔

کتاب الاجارہ

کرایہ کا بیان

ترجمہ: اجارہ ایک عقد ہے جو کسی چیز کے بدلے میں منافع پر واقع ہوتا ہے اور جب تک منافع اور اجرت معلوم نہ ہو اجارہ درست نہیں ہوتا۔

جس چیز کا بیع میں قیمت ہونا جائز ہو اس کا اجارہ میں اجرت ہونا جائز ہے۔

منافع کبھی تو مدت (بیان کر دینے) سے معلوم ہوتے ہیں جیسے مکان کو رہنے کے لیے کرایہ پر لینا اور زمینوں کو کاشت کرنے کے لیے لینا تو ان میں ایک مدت معین پر (لینے سے) عقد (اجارہ) درست ہو جائے گا خواہ مدت کتنی ہو۔

کبھی منافع کام (ظاہر کر دینے) اور نام لینے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی نے ایک آدمی کو کپڑا رنگنے پر یا کپڑا سینے پر نوکر رکھا یا گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا کہ اس پر من بھر بوجھ لاد کے چار کوس لے جائے گا یا اس پر خود سوار ہو کے چھ کوس جائے گا۔

کبھی منافع معین کرنے اور اشارہ کرنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے قلی کیا کہ یہ غلہ (وغیرہ) فلاں معلوم جگہ تک لے جائے (اور وہ جگہ اس قلی کو بھی معلوم ہے) اور مکانوں اور دکانوں کو رہنے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے اگرچہ یہ نہ بیان کرے کہ ان میں کیا کام کرے گا اور اسے اختیار ہے کہ (کرایہ پر لے کر) جو کام چاہے کرے مگر یہ تین کام (بغیر مکاندار کی اجازت کے) نہ کرے۔ لوہار کا کام اور دھوبی کا کام اور خراس کا کام۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ لوہار کا کام نہ کرنے کی تو یہ وجہ ہے کہ اس میں مکان کا نقصان ظاہر ہے کیونکہ مکان میں یہ کام کرنے سے دیواریں کمزور ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا فقط کرایہ پر لینے سے اس کام کی اجازت نہ ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس بعد کی دونوں صورتوں میں بھی مکان کا نقصان ہے۔

ترجمہ: اور زمینوں کو کاشت کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے اور کاشتکار کو اس میں پانی دینے اور راستہ بنانے کا اختیار ہے اگرچہ (لیتے وقت) یہ شرط نہ کی ہو۔

یہ عقد درست نہیں ہوتا جب تک کہ اس چیز کا نام نہ لے جو اس زمین میں کاشت کرے گا یا یہ کہہ دے کہ میں جو چاہوں گا اس میں کاشت کروں گا اور کسی ٹپٹر زمین کو اس میں مکان بنانے یا کھجور وغیرہ کے درخت لگانے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے۔

جب کرایہ کی مدت ختم ہو جائے گی تو اس مستاجر (یعنی کرایہ پر لینے والے) پر لازم ہوگا کہ اس عمارت اور درختوں کو اکھاڑے اور زمین کو خالی کر کے زمیندار کے حوالے کرے۔ اور اگر وہ زمیندار یہ چاہے کہ اس شخص کو جس نے یہ مکان بنایا یا درخت لگائے ہیں وہ قیمت دے دے گا جو ان کے اکھڑ جانے کے بعد ان کی قیمت ہوگی اور ان درختوں اور مکان کا مالک ہو جائے گا یا زمیندار اس پر راضی ہو جائے کہ وہ اسی طرح رہنے دے تو اس (دوسری) صورت میں مکان (وغیرہ) اس مستاجر کا ہوگا۔ اور زمین زمیندار کی اور چوپایوں کو سواری اور بوجھ لے جانے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے۔ پس اگر مطلق سوار ہونا ذکر کیا (یہ تعیین نہیں کی کہ میں خود ہی سوار ہوں گا) تو مستاجر کو اختیار ہے کہ جسے چاہے اس پر سوار کر دے اور اسی طرح اگر کسی نے کپڑا پہننے کے لیے کرایہ پر لیا اور مطلق پہننا ذکر کیا ہے۔ اور اگر مالک سے یہ کہہ دیا تھا کہ (مثلاً) اس گھوڑے پر فلاں شخص سوار ہوگا یا یہ کپڑا فلاں شخص پہنے گا اور پھر سوار اور کو کر دیا یا وہ کپڑا اور کو پہنا دیا تو اگر یہ گھوڑا مر گیا یا یہ کپڑا تلف ہو گیا تو یہ شخص اس کا دیندار ہوگا۔ اور یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جو استعمال کرنے والوں کے مختلف ہونے سے بدل جائیں کیونکہ ہر ایک کے استعمال کرنے میں فرق ہے لیکن زمین اور وہ چیزیں جو استعمال کرنے والوں کے مختلف ہونے سے نہیں بدلتیں سو ان کو کرایہ پر لینے میں اگر کسی نے یہ شرط کر لی کہ اس میں میں ہی رہوں گا یا فلاں ہی شخص رہے گا تو اسے اختیار ہے کہ اس میں کسی اور کو بسا دے۔

اگر مستاجر نے (بوجھ کی) قسم اور مقدار کا نام لے دیا تھا کہ گھوڑے پر یہ چیز لا دوں گا۔ مثلاً یہ کہہ دیا تھا کہ گیہوں کے پانچ قفیز لاد کے لے جاؤں گا تو اس مستاجر کو اختیار ہے کہ جو چیز گیہوں جیسی ہو یا اس سے کم ہو وہ لاد دے جیسے جو اور تل اور گیہوں سے زیادہ بوجھ کی چیز اس پر لادنے کا اسے اختیار نہیں ہے۔ جیسے نمک، تانبا اور لوہا وغیرہ۔ پس اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا تا کہ اس پر روئی لے جائے۔ روئی کا نام لے دیا اور اب روئی کے وزن کے برابر

اس پر لوہا لے جانا جائز نہیں ہے (کیونکہ اس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے)

اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا کہ اس پر میں سوار ہوں گا۔ پھر اس نے اپنے پیچھے ایک اور کو بٹھا لیا اور گھوڑا مر گیا۔ تو اگر یہ گھوڑا ان دونوں کو لے جا سکتا تھا۔ تو یہ شخص اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور بوجھ کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اگر کوئی جانور کرایہ پر لیا تا کہ اس پر دو من گیہوں لے جائے اور (دو من کی جگہ ڈھائی من گیہوں لے گیا اور وہ جانور مر گیا تو یہ اس زیادہ بوجھ کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: مثلاً چار من گیہوں لادنے کی اجازت تھی اور پانچ من لاد لیے تو پانچویں حصہ قیمت کا تاوان واجب ہوگا کیونکہ یہ جانور دو چیزوں سے مرا ہے۔ ایک وہ کہ جس کی اجازت تھی۔ دوسری وہ کہ جس کی اجازت نہ تھی۔ اور کرایہ دینے کا سبب بوجھ ہی ہے اس لیے تاوان بھی انہی دونوں پر منقسم ہوگا ہاں اگر اتنا بوجھ ہو کہ عادتاً ایسے جانوروں سے نہ اٹھتا ہو تو اس صورت میں یہ کرایہ پر لینے والا اس کی ساری قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس کی اجازت بالکل نہ تھی جوہرہ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے (گھوڑا کرایہ پر لے کر) لگام کھینچ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا یا اسے (عادت سے زیادہ) مارا اور وہ مر گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شخص ضامن ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس بارے میں مالک کی طرف سے اجازت ہونا اس شرط سے ہوتا ہے کہ میرے جانور کو تکلیف نہ دینا۔ اچھی طرح رکھنا' اور یہاں اسی کے خلاف پایا گیا اس لیے اس کے ذمہ تاوان واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے۔ (کذافی الجوہرہ)

ترجمہ: امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ضامن نہ ہوگا۔

مزدور کی قسمیں اور احکام ✱ کل مزدور دو قسم کے ہیں:

ایک مزدور مشترک' دوسرا مزدور خاص۔

مزدور مشترک وہ ہے کہ جب تک وہ کام نہ کر دے اجرت لینے کا مستحق نہیں ہوتا جیسے رنگریز' دھوبی اور ان کے پاس کپڑا امانت (کے طور پر) ہوتا ہے۔ اگر کہیں تلف ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر تاوان بالکل نہیں ہے۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس پر تاوان واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

جو چیز ایسے مزدور کے کچھ کرنے سے تلف ہو جائے۔ مثلاً دھوبی کندی کرتے ہوئے کپڑے کو پھاڑ دے یا مزدور کا پاؤں پھسل جائے یا وہ رسی ٹوٹ جائے جس سے کرایہ دینے والا بوجھ کو باندھتا ہے یا ملاح کے کشتی کو کھینچنے سے کشتی غرق ہو جائے (اور ان سب صورتوں میں اسباب کا نقصان ہو) تو یہ سب ضامن ہوں گے (ان سے تاوان لیا جائے گا) لیکن ملاح اپنے اس کام کی وجہ سے آدمیوں (کے تلف ہو جانے) کا ضامن نہ ہوگا۔ یعنی اگر کوئی آدمی کشتی کے غرق ہونے سے غرق ہو گیا یا کوئی جانور (دریا میں) گر گیا تو ملاح پر اس کا تاوان نہیں ہے۔

اگر معلم (یعنی پڑھانے والے) نے کسی بچہ کو اس کے باپ کی بغیر اجازت کے مارا تو اس پر بھی ضمان واجب ہے۔

اگر فصاد نے فصد کھولی یا چوپاؤں کے داغ دینے والے نے داغ دیا اور وہ فصد یا داغ اپنی معتاد جگہ سے نہیں بڑھا تو اگر وہ آدمی یا چوپایہ اس سے تلف ہو جائے تو ان دونوں پر ضمان نہیں ہے اور اگر فصد وغیرہ اپنی معتاد جگہ سے تجاوز کر گئی ہے تو یہ ضامن ہوں گے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ کسی نے اس چوپایہ کے مالک کی اجازت سے داغ دیا ہو اور اگر اس کی بغیر اجازت کے داغ دیا ہے تو یہ ضامن ہوگا خواہ معتاد جگہ سے تجاوز کرے یا تجاوز نہ کرے۔

ترجمہ: اور مزدور خاص وہ ہے جو اپنی جان (مستاجر کے) سپرد کرنے ہی سے مزدوری کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگر چہ اس نے ابھی کچھ کام نہ کیا ہو۔ مثلاً کوئی شخص اپنی خدمت کرانے یا بکریاں چرانے کو ایک مہینہ کے لیے کسی کو نوکر رکھے اور اس مزدور خاص پر ان چیزوں کا تاوان نہیں ہے جو اس کے قبضہ میں ہو کر تلف ہو جائیں یا اس کے کچھ کرنے سے تلف ہو جائیں۔ ہاں اگر یہ کچھ زیادتی کرے تو یہ ضامن ہوگا۔

فائدہ: مثلاً بکریوں کے چرانے میں کسی بکری کی آنکھ پھوڑ دے یا ٹانگ توڑ دے تو اس کا اسے تاوان دینا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی بکری چلی جائے یا زبردستی سے کوئی پکڑ لے تو اس کا اس پر تاوان نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں وہی (عقد) اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں (ان شرطوں کی تفصیل بیع کے بیان میں گزر چکی ہے) اور اگر کسی نے خدمت کے لیے ایک غلام (یا آزاد آدمی) کو نوکر رکھا تو اسے سفر میں لے جانے کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر نوکر رکھتے وقت اس سے یہ شرط کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی یہ ٹھہرالیا ہو کہ خواہ میں اپنے مکان پر رہوں یا کہیں سفر میں جاؤں تمہیں میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر کی خدمت اور زیادہ مشکل ہوتی ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کسی نے شہر میں رہتے ہوئے نوکر رکھا ہو سفر میں نہ ہو اور اگر وہ سفر ہی میں تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک اونٹ کرایہ پر لیا تا کہ وہ اس پر کجاوہ رکھ کر دو آدمیوں کو سوار کر کے (مثلاً) مکہ تک لے جائے تو (یہ صورت) جائز ہے اور مستاجر کو چاہیے کہ معمولی (بوجھ کا) کجاوہ رکھے اور اگر اونٹ والا کجاوہ کو دیکھ لے تو اور بھی اچھا ہے۔

اگر کسی نے ایک اونٹ کرایہ پر اس لیے لیا تا کہ اس پر (مثلاً) بارہ من کھانا لاد کر کہیں لے جائے) پھر اس کھانے میں سے رستہ میں کچھ کھا لیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ جس قدر اس میں سے کھایا ہے اس کے بدلے اور کچھ بوجھ اس پر لاد دے اور (کرایہ یا) اجرت نفس عقد (اجارہ) کرنے سے واجب نہیں ہوتی۔

<u>اجرت واجب ہونے کی صورتیں</u> ✱ تین وجہ سے (مزدور) اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے:

① جلدی لینے کی شرط کر لی ہو۔

② مستاجر بغیر شرط کے جلدی دے دے۔

③ وہ مزدور اس کام کو کر دے جس پر عقد ہوا تھا۔

اگر کسی نے ایک مکان کرایہ پر لیا تو مکاندار کو اختیار ہے کہ ہر روز کا کرایہ روزانہ لے لیا کرے۔ ہاں اگر عقد میں (یعنی کرایہ پر دیتے وقت کرایہ کے) استحقاق کا بیان کر دیا جائے۔

فائدہ: کیونکہ بیان ہونا بمنزلہ مہلت دینے کے ہوتا ہے اور مہلت دینے کے بعد اس مہلت کی میعاد گذرنے تک استحقاق مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں بغیر بیان کی صورت میں جب ایک

دن ہو گیا تو کرایہ دار اس دن کا فائدہ حاصل کر چکا اس لیے اس پر اس دن کا کرایہ لازم ہو گیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک اونٹ کو (مثلاً) مکہ تک لے جانے کے لیے کرایہ پر لیا تو اونٹ والے کو جائز ہے کہ ہر منزل پر کرایہ طلب کرے اور دھوبی اور درزی کو اجرت مانگنے کا اختیار نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کام کو پورا نہ کر دیں۔ ہاں اگر جلدی لینے (یعنی کام ہونے سے پہلے لینے) کی شرط کر لی ہو۔

اگر کسی نے نان بائی کو اس لیے نوکر رکھا تا کہ ایک درہم میں ایک قفیز آٹے کی روٹی اس کے گھر پکائے تو جب تک وہ روٹی کو تنور سے نہ نکال دے گا مزدوری کا مستحق نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ یہ کام روٹی کے تنور سے باہر آنے ہی پر پورا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ روٹی بغیر تنور سے نکالے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا اس لیے یہ اجرت کا مستحق نہیں ہے اور اگر روٹی تنور میں جل گئی تو یہ ضامن ہے اور ایک قفیز بارہ صاع کا ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے باورچی کو نوکر رکھا تا کہ اس کے ولیمہ کے لیے کھانا پکائے تو کھانے کو برتن میں اتار دینا اس کے ذمہ ہے۔

فائدہ: یعنی اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا کہ کھانا برتنوں میں اتار دے۔ اس سے پہلے اجرت نہیں مانگ سکتا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے اینٹیں بنانے کے واسطے کسی کو نوکر رکھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا کہ اینٹوں کو کھڑی کر دے اسی پر فتویٰ ہے۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب تک وہ اینٹوں کو (خشک ہونے کے بعد) ایک جگہ نہ کر دے اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اگر کسی نے درزی سے یہ کہا کہ اگر تو اس کپڑے میں فارسی سلائی کرے گا تو ایک روپیہ دوں گا اور اگر رومی کرے گا تو دو روپیہ دوں گا تو یہ (شرط) جائز ہے اور ان کاموں میں سے وہ جونسا کام کرے گا (اسی کی) اجرت کا مستحق ہوگا۔

اگر درزی سے یہ کہا کہ اگر تو آج ہی دے تو ایک روپیہ دوں گا اور اگر کل سئے گا تو

آٹھ آنے دوں گا۔ پس اگر اس نے اسی روز سیدیا تو اس کا ایک روپیہ ہوگا۔ اور اگر اگلے روز سیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اجرت واجب ہوگی جو ویسے کپڑے کی سلائی کا دستور ہوگا اور وہ سلائی آٹھ آنے سے نہیں بڑھے گی۔

فائدہ: یعنی اگر ویسے کپڑے کی سلائی کا دستور آٹھ آنے سے زیادہ ہوگا تو سے زیادہ ہوگا تو اسے آٹھ آنے سے زیادہ نہ دیئے جائیں گے۔ کیونکہ یہ اس سے پہلے ہی ٹھہر چکے ہیں۔

ترجمہ: اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں شرطیں جائز ہیں اور ان میں سے وہ جونسا کام کرے گا (اسی کی) اجرت کا مستحق ہوگا۔

اگر کسی نے ایک دوکان کرایہ پر لی (اور) کہا کہ میں اس دوکان میں عطاری کروں گا تو ایک روپیہ ماہوار دوں گا۔ اور اگر لوہار کا کام کروں گا تو دو روپیہ دوں گا۔ تو یہ (شرط) جائز ہے تو ان دونوں کاموں میں سے یہ جونسا کام کرے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ اجارہ فاسد ہے۔

اگر کسی نے مکان کرایہ پر لیا کہ ایک روپیہ ماہوار دوں گا تو یہ عقد فقط ایک مہینہ کے لیے درست ہے اور باقی مہینوں میں فاسد ہے ہاں اگر مہینوں کو معین کر کے ظاہر کر دے پھر اگر دوسرے مہینہ میں ایک گھڑی بھر ٹھہر گیا تو اس میں بھی عقد درست ہو جائے گا۔

کرایہ پر دینے والے کو یہ جائز نہیں ہے کہ مہینہ ختم ہونے سے پہلے اسے نکال دے اور یہی حکم ان سب مہینوں کا ہے جن کے شروع میں ایک دن یا ایک گھڑی بھر ٹھہر جائے۔

اگر کسی نے ایک مکان ایک مہینے کے لیے ایک روپیہ کرایہ پر لیا اور دو مہینے رہا تو اس پر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہے اور دوسرے مہینے کا واجب نہیں ہے۔

اگر کوئی سال بھر کے لیے دس روپیہ پر ایک مکان کرایہ پر لے لے تو جائز ہے اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا نام نہ لے۔

حجام کو اپنے حمام کی اجرت لینی جائز ہے۔

گھوڑا وغیرہ پھیرنے کی اجرت لینی جائز نہیں ہے۔

اذان و تعلیم قرآن کی اجرت کا بیان ✱ نہ اذان دینے اور تکبیر کہنے اور قرآن شریف

پڑھانے اور حج کرنے کی اجرت لینی جائز ہے اور نہ گانے اور نوحہ کرنے پر اجرت لینی جائز ہے۔

مشترک چیز کو کرایہ پر دینے کا حکم ✻ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشترک مکان کو کرایہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے۔

فائدہ : مثلاً ایک مکان دو آدمیوں کی شرکت کا ہے تو ان میں سے ایک شریک کو اپنے حصہ کا مکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر دوسرے شریک کو دے دے تو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک مشترک چیز کو کرایہ پر دینا جائز ہے اور دائی (یعنی دودھ پلانے والی) کی تنخواہ ٹھہرا کر اسے نوکر رکھنا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسے روٹی کپڑے پر رکھ لینا بھی جائز ہے اور اس کے نوکر رکھنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کے شوہر کو اس سے صحبت کرنے سے روک دے۔ پس اگر اس دائی کو حمل رہ جائے تو انھیں اس اجارہ کا فسخ کر دینا جائز ہے۔ اس وقت کہ جب یہ ڈر ہو کہ اس کا دودھ بچہ کو نقصان دے گا اور دائی کو بچہ کی غذا کا درست کرنا لازم ہے۔

اگر اس نے اس (اجارہ کی) مدت میں بچہ کو بکری کا دودھ پلایا تو اسے تنخواہ نہیں ملے گی۔

جس اجیر (مزدور) کے فعل کا اثر اس چیز میں ظاہر ہو جیسے دھوبی اور رنگریز (کہ دھوبی کے دھونے اور رنگریز کے رنگنے کا اثر کپڑے میں صاف ظاہر ہوتا ہے) تو اسے جائز ہے کہ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب تک (اپنی) اجرت نہ لے لے اس چیز (یعنی کپڑے وغیرہ) کو نہ دے۔

جس اجیر کے فعل کا اثر اس چیز میں ظاہر نہ ہو تو اسے اجرت لینے کے لیے اس چیز کو روک لینا جائز نہیں ہے۔

جب کسی پیشہ ور سے یہ شرط کر لی گئی کہ یہ کام تو خود کرنا تو اسے جائز نہیں ہے کہ دوسرے سے کرائے۔ اور اگر کوئی شرط نہیں کی گئی ہے تو اسے اختیار ہے کہ ایسے آدمی کو نوکر رکھ لے جو اس کام کو کر دے۔

جب درزی اور رنگریز اور مالک کا کپڑے میں جھگڑا پڑ جائے مثلاً کپڑے والا درزی سے کہے کہ میں نے تجھے قبا بنانے کو کہا تھا اور درزی کہے کہ کرتے کو کہا تھا یا کپڑے والا رنگریز کو کہے کہ میں نے تجھے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے زرد رنگ دیا تو (ان صورتوں میں) کپڑے والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر سمجھا جائے گا۔ پس اگر کپڑے والے نے قسم کھا لی تو درزی (یا رنگریز) ضامن ہو گا۔ اور اگر کپڑے والا کہے کہ تو نے یہ کام مجھے بغیر اجرت کر دیا اور وہ کہے کہ میں نے اجرت سے کیا ہے تو اس صورت میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کپڑے ہی والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو گا۔

امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس کا پیشہ ہی یہ ہے تو اسے اجرت دی جائے گی اور اگر اس کا یہ پیشہ نہیں ہے تو اسے اجرت نہیں ملے گی۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کاریگر اس کام کو اجرت سے کرنے میں مشہور ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول مانا جائے گا۔ اس طرح قسم کھائے کہ میں نے یہ کام اجرت پر کیا ہے اور اجارۂ فاسدہ میں مثلی مزدوری واجب ہوتی ہے کہ جو ٹھہرائی ہے اس سے نہ بڑھے۔

جب کرایہ دار نے مکان (یا دوکان وغیرہ) پر اپنا قبضہ کر لیا تو کرایہ اس کے ذمہ ہے۔ اگرچہ وہ اس مکان میں نہ رہے اور اگر کسی غاصب نے یہ مکان اس سے غصب کر لیا تو کرایہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب پائے جس سے وہاں رہنے میں تکلیف ہوتی ہو تو اس اجارہ کو توڑ سکتا ہے۔

جب مکان گر پڑے یا آب پاشی کی زمین کا پانی بند ہو جائے یا پن چکی کا پانی بند ہو جائے تو وہ اجارہ ٹوٹ جائے گا اور اگر ان دونوں معاملہ کرنے والوں میں سے (یعنی مکان دار یا کرایہ دار میں سے) ایک مر گیا اور وہ مکان وغیرہ اس نے اپنے ہی لیے لیا تھا تو یہ اجارہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر دوسرے کے لیے لیا تھا تو نہیں ٹوٹے گا۔

اجارہ میں شرط خیار درست ہے جیسا کہ بیع میں اور اجارہ عذروں سے ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی نے بازار میں دوکان کرایہ پر لی تھی تا کہ اس میں تجارت کرے (مال بیچے) پھر اس کا مال جاتا رہا یا کسی شخص نے ایک مکان یا دوکان کرایہ پر دی پھر وہ مفلس ہو گیا اور اس کے ذمہ

اس قدر قرض ہو گیا کہ جو کچھ اس نے مکان وغیرہ کرایہ پر دے رکھا تھا بغیر اس کی قیمت آئے وہ اپنے قرضہ کو ادا نہیں کر سکتا تو حاکم اس (اجارہ کے) عقد کو توڑ دے اور اس کو قرض میں فروخت کر دے۔

اگر کسی نے سفر پر جانے کے لیے گھوڑا کرایہ کیا پھر اس کا سفر کا ارادہ ملتوی ہو گیا تو یہ بھی عذر ہے اور اگر کرایہ لینے والے کی رائے سفر کے جانے سے بدل جائے تو اس کا یہ عذر نہ ہوگا۔

فائدہ: پہلی صورت میں عذر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ اس اجارہ کے موافق ہو گیا تو اس کا زیادہ نقصان ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ آدمی حج کے لیے جاتا ہے اور حج کا وقت نکل جاتا ہے یا اپنے قرض دار کو ڈھونڈھنے جانا چاہتا ہے اور وہ اس کے گھر آ جاتا ہے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

دوسری صورت میں عذر نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا کر سکتا ہے کہ خود اپنے گھر رہے اور اپنے گھوڑے وغیرہ کے ساتھ کسی اور مزدور یا اپنے غلام کو بھیج دے۔

کتاب الشفعه

شفعہ کا بیان

ترجمہ: شفعہ اس کے لیے واجب ہے جو نفس مبیع میں شریک ہو۔

فائدہ: یہاں واجب کے معنی ثابت کے ہیں کیونکہ شفعہ کے نہ کرنے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا۔ اور واجب کہتے ہی اس کو ہیں جس کے ترک سے آدمی گنہگار ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں واجب کے اصلی معنی مراد نہیں ہیں۔

ترجمہ: پھر اس کے لیے جو حق مبیع میں شریک ہو جیسے (دونوں مکانوں کے) پانی نکلنے کی موری اور (دونوں کا) راستہ ایک ہو پھر پڑوسی کے لیے۔ اور جو نفس مبیع میں شریک ہو اس کے ہوتے راستہ اور موری میں شریک کو اور پڑوسی کو شفعہ نہیں پہنچتا۔ پس اگر یہ شریک (شفعہ سے)

دست کشی کرلے تو شفعہ اس کو پہنچے گا جو راستہ میں شریک ہو پس اگر یہ بھی دست کشی کرلے تو پھر اسے پڑوسی لے لے۔

فائدہ : پڑوسی سے وہ پڑوسی مراد ہے جس کا مکان اس کے مکان کے برابر ہو اور دیواریں دونوں مکانوں کی ملی ہوئی ہوں۔

شفعہ کب واجب ہوتا ہے ※ ترجمہ: اور شفعہ (مکان کی) عقد بیع کرنے سے واجب ہوتا ہے۔ اور گواہوں سے قرار پا جاتا ہے اور شفعہ کا مالک (شفعہ دار مکان کو) لینے سے ہوتا ہے جس وقت کہ خود مشتری دے دے یا حاکم حکم لگا دے۔

جب شفیع کو (اپنے شفعہ دار مکان کے) بیع ہونے کی خبر ہو تو وہ اسی جگہ بیٹھا ہوا (اوّل شفعہ کا) مطالبہ کرنے پر گواہ کر دے پھر وہاں سے اٹھ کر بائع کے پاس جائے اگر مبیع بائع کے قبضہ میں ہو اور بائع پر گواہ کر دے یا مشتری کے پاس جائے (اگر اس کے قبضہ میں آ گئی ہو) اور مشتری پر بھی گواہ کر دے یا (اگر یہ دونوں نہ ملیں) تو مکان کے پاس کسی کو گواہ کر دے۔ پس جب یہ اس طرح کر دے گا تو اس کا شفعہ قرار پا جائے گا اور (اس کے بعد تاخیر کرنے سے) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔

فائدہ : یعنی اگر کسی نے یہ گواہ وغیرہ کا سب بندوبست کر کے شفعہ کا دعویٰ کرنے کے لیے عدالت میں جانے میں تاخیر کر دی تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گواہ کرنے کے بعد بغیر کسی عذر کے اس نے ایک مہینہ تک شفعہ چھوڑ رکھا تو اس کا شفعہ جاتا رہے گا۔

شفعہ مکان اور زمین میں واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ ایسے ہوں جو تقسیم نہ ہو سکتے ہوں۔ جیسے حمام اور خراس اور کنواں اور چھوٹے چھوٹے مکان اور اس مکان اور باغ میں شفعہ نہیں ہے جو (مکان) بدون صحن (کے یا باغ بدون) اور میدان کے بیع کیا جائے۔ اور اسباب اور کشتیوں میں شفعہ نہیں ہے۔

شفعہ میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں اور جب کوئی کسی زمین (یا مکان) کا مال کے

عوض میں مالک ہو تو شفعہ واجب ہے اور ایسے مکان میں شفعہ نہیں ہوتا جو مرد نے اپنی بیوی کو مہر میں دیا ہو یا عورت نے (اپنے خاوند کو) خلع کے عوض میں دے دیا ہو یا اس کے بدلے میں کوئی اور مکان کرایہ پر لیا ہو یا دم عمد کے صلح نامہ کرنے میں دے دیا ہو یا غلام کے آزاد کرنے میں ملا ہو یا کسی نے انکار کے بعد یا سکوت کے بعد اس مکان پر صلح کر لی ہو اور اگر اس پر اقرار کے ساتھ صلح کی ہے تو اس میں شفعہ واجب ہے۔

فائدہ: اقرار کے ساتھ صلح کرنے کی یہ صورت ہے مثلاً کسی شخص نے دوسرے پر بیس روپیہ کا دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے یہ اقرار کیا کہ بے شک یہ روپیہ مجھے دینے ہیں لیکن اس کے پاس روپیہ بالکل نہیں ہے ہاں مکان یا زمین ہے تو اگر چند آدمی پنچ بن کر ایک زمین یا مکان پر ان کی صلح آپس میں کرادیں تو اس مکان یا زمین میں حق شفعہ نہیں جاری ہوگا۔ کیونکہ یہ صلح اقرار کے ساتھ ہوئی ہے کہ مدعا علیہ نے اقرار کر لیا تھا۔

شفیع بننے کا طریقہ ✻ ترجمہ: اور شفیع جب قاضی کے یہاں (شفعہ) کرنے کو گیا۔ اور اس کے خریدنے کا دعویٰ کیا اور شفعہ طلب کیا تو قاضی مدعا علیہ سے شفعہ کی بابت دریافت کرے (کہ اس کے شفعہ والے مکان کا تو مالک ہے یا نہیں) اگر وہ اس مکان کی ملکیت کا اقرار کر لے جس کا شفعہ کیا جاتا ہے تو بہتر ہے ورنہ قاضی مدعی سے ثبوت مانگے اگر وہ پورا ثبوت نہ دے سکے تو پھر مشتری (یعنی اسی مدعا علیہ) سے قاضی قسم لے اس طرح پر کہ بخدا مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اس مکان کا مالک ہوں (یا نہیں) جس کے شفعہ کا یہ دعویٰ کرتا ہے۔ پس اگر وہ قسم سے انکار کرے یا شفیع (یعنی مدعی) کسی طرح ثبوت دے دے تو اس مکان میں جس کے شفعہ کا جھگڑا ہے مدعا علیہ کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

اس کے بعد قاضی مدعا علیہ سے پوچھے کہ تو نے یہ مکان خریدا ہے یا نہیں۔ اگر وہ خریدنے کا انکار کرے تو پھر شفیع۔ سے کہا جائے کہ تم ثبوت لاؤ (کہ یہ مکان اسی نے خریدا ہے) اگر شفیع ثبوت نہ دے سکے تو قاضی اسی مشتری سے (دوسری) قسم لے اس طرح پر کہ قسم ہے اللہ کی میں نے یہ مکان نہیں خریدا یا یوں کہے قسم ہے اللہ کی اس مکان پر شفعہ کا دعویٰ کرنے کا شفیع مستحق نہیں ہے اس صورت سے جو یہ بیان کرتا ہے۔

شفعہ کے متفرق مسائل:

شفعہ کا جھگڑا اٹھانا جائز ہے اگر چہ شفیع قاضی کے پاس روپیہ لے کر نہ آیا ہو اور جب قاضی نے اس کے لیے شفعہ کا حکم دے دیا تو اب روپیہ حاضر دینا اس پر لازم ہے۔

شفیع کو جائز ہے کہ خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے اس (شفعہ والے) مکان کو واپس کر دے (کیونکہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہوتا ہے)۔

جب شفیع نے بائع کو (قاضی کے پاس) حاضر کر دیا۔ اور مبیع بائع ہی کے قبضہ میں ہے تو اب شفیع کا شفعہ کی بابت اس سے جھگڑنا جائز ہے۔ لیکن قاضی اس وقت تک گواہ وغیرہ کو نہ سنے جب تک مشتری حاضر نہ ہو جائے۔ پھر (اس کے حاضر ہونے کے بعد) اس کی موجودگی میں بیع کو فسخ کر دے اور بائع پر شفعہ کا حکم لگا دے اور اس کا خرچہ بائع پر ڈالے (یعنی ڈگری بائع پر کرے)

اگر کسی شفیع کو اس کے شفعہ کا مکان فروخت ہونا معلوم ہو گیا اور اس وقت اس نے کسی کو گواہ قرار نہیں دیا۔ حالانکہ گواہ کر سکتا تھا تو اس کا شفعہ جاتا رہا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے وہیں بیٹھے کسی کو گواہ کر لیا اور گواہ یا مشتری یا اس مکان وغیرہ کے پاس کسی کو گواہ نہیں کیا (تو اس صورت میں بھی شفعہ نہ رہے گا)

اگر کسی نے کچھ روپیہ کے عوض شفعہ سے صلح کر لی اور وہ روپیہ بھی وصول کر لیا تو شفعہ جاتا رہے گا اور وہ روپیہ واپس دینا پڑے گا۔

فائدہ: کیونکہ شفعہ کا معاوضہ اس کے قبول کر لینے سے معلوم ہوا کہ اسے شفعہ لینا منظور نہیں ہے۔ کذا فی الجوہرہ

ترجمہ: اور جب (شفعہ طلب کرنے اور دونوں جگہ اس کے گواہ گذار دینے کے بعد) شفیع مر گیا تو اس کا شفعہ ہو گیا۔

ورثہ کو شفعہ لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری مر گیا تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔

اگر جس مکان وغیرہ کی وجہ سے شفیع اپنے شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے اس کو اس سے پہلے

ہی فروخت کر دیا کہ قاضی اس کے لیے شفعہ کا حکم دے تو اس کا شفعہ جاتا رہے گا۔

جب بائع کے وکیل نے کسی ایسے مکان کو فروخت کر دیا جس کا وہ خود شفیع تھا تو اب اس کا شفیع نہیں رہا اور اسی طرح اگر خود شفیع بائع کی طرف سے عوارض کا ضامن ہو گیا اور مشتری کے وکیل نے جب کوئی مکان وغیرہ خریدا حالانکہ وہ خود اس کا شفیع بھی ہے تو اس کا شفعہ رہے گا۔

اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی مکان وغیرہ فروخت کیا تو اس میں شفیع کے لیے شفعہ نہیں ہے اور اگر بائع نے خیار کو ساقط کر دیا تو اس وقت اس میں شفعہ واجب ہو جائے گا۔

فائدہ : اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جس میں شفعہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے بائع کے ملک سے نکل چکی ہے کسی قسم کی شرط وغیرہ نہیں رہی تو اس میں ضرور شفعہ ہو گا۔ اور اگر شرط وغیرہ کی وجہ سے ابھی بائع کے ملک میں ہے تو اس میں شفعہ نہ ہو گا۔

ترجمہ: اور اگر مشتری نے کوئی مکان خیار شرط سے خریدا ہے تو اس میں شفعہ واجب ہے اور اگر کسی نے شراء فاسد کے ساتھ کوئی مکان خریدا تو اس میں شفعہ نہیں ہے۔

فائدہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ شراء فاسد میں بیع پر مشتری کا قبضہ ہونے سے پہلے تو وہ بائع کی ملک میں رہتی ہے اس لیے شفعہ نہیں ہو سکتا اور قبضہ ہونے کے بعد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں فسخ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور متعاقدین (یعنی بائع و مشتری) میں سے ہر ایک کے لیے فسخ کر دینا جائز ہے اور اگر فسخ ہونا ساقط ہو گیا ہے تو پھر شفعہ واجب ہے۔

فائدہ : فسخ کے ساقط ہونے کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے اس مکان وغیرہ کو اور کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اب اس میں شفعہ واجب ہو گا۔ کیونکہ حق شفعہ سے رکا رہنا محض حق فسخ باقی رہنے کی وجہ سے تھا اور جب یہ حق ساقط ہو گیا تو اب یہ شفعہ واجب ہے اسی طرح جوہرہ اور کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی ذمی نے شراب یا سور کے بدلے میں ایک مکان خریدا اور اس مکان کا شفیع بھی ذمی ہے تو وہ اتنی ہی شراب اور سور کی قیمت دے کر مکان کو لے لے اور ہبہ میں شفعہ

نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ ہبہ کسی مشروط عوض کے ساتھ ہو۔

فائدہ: ہبہ میں شفعہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی نے کوئی مکان وغیرہ کسی کو ہبہ کر دیا ہے تو اس مکان وغیرہ میں شفعہ نہیں چل سکتا۔ ہاں اگر ہبہ مشروط عوض کے ساتھ ہو۔ مثلاً واہب کہے کہ میں تمہارے لیے یہ مکان اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تم اتنے روپے مجھے دے دو اور یہ معاوضہ ہونے کے بعد دونوں کا اپنی اپنی چیز پر قبضہ بھی ہو جائے کیونکہ اگر دونوں کا قبضہ نہیں ہوا۔ یا ایک کا ہو گیا اور دوسرے کا نہیں تو پھر بھی شفعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہبہ میں قبضہ ہونا شرط ہے۔ اور جب قبضہ نہ ہو تو وہ ہبہ بھی پورا نہ ہوا۔ اور وہ چیز پہلے ہی مالک کی ملک میں رہی۔

ترجمہ: اور جب شفیع اور مشتری کا قیمت میں جھگڑا ہوا تو (قسم کے ساتھ) مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

فائدہ: اور شفیع کا اختیار ہوگا کہ چاہے وہ اس قیمت سے لے لے جو مشتری کہہ رہا ہے اور چاہے نہ لے اور یہ اس صورت میں ہے کہ شفیع گواہ نہ لا سکا ہو اور اگر گواہ لے آئے تو اس کے موافق حکم دے دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیئے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کے گواہ معتبر ہوں گے اور اگر مشتری نے کچھ زیادہ قیمت کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے کم کا دعویٰ کیا اور ابھی اس نے قیمت پر قبضہ نہیں کیا تو شفیع اس مکان کی وہ قیمت دے کر لے لے جو بائع کہتا ہے۔

فائدہ: مثلاً مشتری کہتا ہے کہ بائع نے یہ مکان چار سو روپیہ میں خریدا ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں نے دو سو روپے میں بیع کیا تو شفیع دو سو روپے دے کر مکان لے لے خواہ یہ مکان ابھی بائع کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے قبضہ میں آ گیا ہو۔

ترجمہ: اور مشتری کے زیادہ کہنے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور اگر بائع قیمت پر قبضہ کر چکا ہے تو اب شفیع اس مکان کو اس قیمت سے لے جو مشتری کہتا ہے اور بائع کے کہنے پر نہ

جائے۔

اگر بائع مشتری کو قیمت کا کچھ حصہ معاف کر دے تو اتنی ہی قیمت شفیع سے بھی ساقط ہو جائے گی اور اگر مشتری کو بائع نے ساری قیمت معاف کر دی تو شفیع کے ذمہ سے ساری قیمت ساقط نہ ہوگی۔ اور اگر بائع کو مشتری نے قیمت سے کچھ زیادہ روپیہ دے دیا ہے تو یہ زیادہ روپیہ دینا شفیع کے ذمہ لازم نہیں ہے اور اگر ایک مکان کے کئی شفیع ہوں تو شفعہ ان سب کو برابر ملے گا اور ملکوں کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کے تین آدمی مالک تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کا نصف مکان تھا اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ پھر نصف والے نے اپنا سارا حصہ فروخت کر دیا اور دونوں شفیعوں نے شفعہ کا دعویٰ کیا تو ہمارے نزدیک ان دونوں کو قاضی نصف نصف مکان دلا دے گا ان کی ملک کے کم و بیش ہونے کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ شفعہ بھی ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک مکان کسی چیز کے عوض خریدا (یعنی روپیہ وغیرہ مثلی چیز نہیں دی) تو شفیع اس مکان کو اس چیز کی قیمت دے کر لے لے اور اگر اس نے کیلی یا وزنی چیز سے خریدا ہے تو شفیع بھی اسی کی مثل کیلی یا وزنی چیز دے کر لے لے۔

فائدہ: مثلاً کسی نے ایک مکان دس من گیہوں یا کسی ایسی ہی چیز کے عوض خریدا تھا تو شفیع بھی دس من گیہوں میں دے کر لے لے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک مکان دوسرے مکان کے عوض فروخت کیا ہے تو شفیع ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی قیمت سے لے لے۔

فائدہ: جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ شخص ان دونوں مکانوں کا شفیع ہو۔ لیکن اگر ان میں سے ایک ہی کا شفیع ہو تو بس اسی کو دوسرے مکان یعنی جو مشتری نے بدلے میں دیا ہے قیمت دے کر لے لے۔

ترجمہ: اور اگر شفیع سے کسی نے یہ بیان کیا کہ (تمہارے پڑوس میں) فلانا مکان ایک ہزار (روپیہ) میں فروخت ہوگیا ہے۔ یہ سن کر اس نے شفعہ سے دست کشی کرلی۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ مکان اس سے کم میں فروخت ہوا ہے یا گیہوں یا جو سے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہے تو اس کا دست کشی کرنا باطل (اور بیکار) ہے۔ اور وہ شفعہ لے سکتا ہے۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شفعہ سے دست کشی محض قیمت زیادہ سمجھنے کی وجہ سے کی تھی اور جب قیمت کم ہونا معلوم ہوگیا تو اب اس کی وہ دست کشی باطل ہو گئی۔

ترجمہ: اور اگر (بعد میں) یہ معلوم ہوا کہ وہ مکان اشرفیوں سے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے تو اب اس شفیع کو شفعہ نہ ملے گا۔

فائدہ: کیونکہ روپیہ اور اشرفیاں تو ذوات القیم ہونے کی وجہ سے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ پس شفیع نے انکار کر دیا تو اس صورت میں اس کا انکار معتبر ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر شفیع سے کسی نے یہ کہا کہ (تمہارے پڑوس کے مکان کا) مشتری فلاں شخص ہے تو اس نے شفعہ سے دست کشی کرلی پھر اسے معلوم ہوا کہ مشتری کوئی اور ہے تو اسے شفعہ ملے گا۔

اگر کسی نے دوسرے شخص کے لیے (یعنی اس کی طرف سے وکیل بن کر) ایک مکان خریدا تو شفعہ میں مدعیٰ علیہ یہی شخص (یعنی وکیل ہی) ہوگا۔ ہاں اگر اس نے وہ مکان مؤکل کے حوالہ کر دیا ہو۔

اگر کسی نے شفیع کی طرف سے لمبائی میں ایک ہاتھ بھر چھوڑ کر باقی سارے مکان کو فروخت کر دیا تو اس شفیع کے لیے اب شفعہ نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ شفعہ کا استحقاق پڑوس ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس صورت میں جب ایک ہاتھ بھر زمین درمیان میں چھوڑ کر دی تو اب مبیع کے ساتھ اتصال اور شفیع کا پڑوس نہ رہا۔ کیونکہ پڑوس اسی ہاتھ بھر زمین سے ہوتا ہے جو شفیع کے متصل ہے۔ پس جب بائع نے اس کو

استثنا کر لیا تو بیع ایسی چیز میں ہوئی جس میں پڑوس شمار نہیں ہوتا اور یہ شفعہ ساقط کرنے کا ایک حیلہ ہے۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی مکان کا ایک حصہ پہلے خرید لیا تھا اور بعد میں باقی مکان بھی خرید لیا تو ہمسایہ پہلے حصہ میں شفعہ کر سکتا ہے دوسرے میں نہیں۔

فائدہ: شفعہ ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک مکان ایک ہزار قیمت کا تھا اور اس نے اسے اس طرح فروخت کرنا چاہا کہ شفیع نہ لے سکے تو وہ اس مکان کے دسویں حصہ کو تو نوسو روپیہ میں پہلے فروخت کر دے اور باقی اسی مشتری کے ہاتھ نو حصوں کو سو روپیہ میں فروخت کر دے پس شفعہ کا دعویٰ خاص اسی دسویں حصہ میں اسی قیمت کے برابر ہو سکے گا۔ اور باقی ان نو حصوں میں شفعہ نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ جس وقت اس مکان میں ان نو حصوں کو خریدا تو یہ اس دسویں حصہ سے اس مکان میں شریک ہو چکا ہے لہٰذا اب اس سے یہ نو حصے نہیں لے سکتا۔ جوہرۂ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے نقد روپیہ سے کوئی مکان خریدا۔ پھر مشتری نے روپیہ کے عوض بائع کو کپڑا دے دیا تو شفعہ میں روپیہ ہی دیا جائے گا نہ کہ کپڑا۔

شفعہ ساقط کرنے کے لیے کوئی حیلہ کرنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔

اگر مشتری نے (کوئی زمین خرید کر اس میں) مکان بنالیا یا باغ لگا لیا۔ پھر شفعہ کی وجہ سے وہ زمین قاضی نے شفیع کو دلا دی تو اب شفیع کو اختیار رہے چاہے اس زمین کی قیمت دے کر اس کو اور اس مکان یا باغ سے اکھڑے ہوئے کی قیمت دے کر سب کو لے لے اور مشتری سے انھیں اکھڑوا دے (اور فقط زمین ہی لے لے)

اگر کوئی زمین شفیع نے لے کر اس میں مکان بنالیا یا باغ لگا لیا۔ پھر اس کا کوئی اور حقدار نکل آیا تو یہ (اپنی دی ہوئی) قیمت کو (بائع سے) پھیر لے اور مکان اور باغ کی قیمت نہ پھیرے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس کی قیمت اس صورت میں پھر سکتی ہے کہ جب اسے کسی نے دھوکہ دیا ہو اور یہاں مشتری وغیرہ کی طرف سے اسے کوئی دھوکہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ اس نے خود کیا تھا اس لیے اس کا کچھ معاوضہ نہ ملے گا۔

ترجمہ: اور اگر (کسی نے کوئی مکان خریدا تھا پھر وہ) مکان گر گیا یا اس کی چھت وغیرہ بغیر کسی کے کچھ کیے جل گئی یا باغ تھا اور اس کے درخت خشک ہو گئے تو اب شفیع کو اختیار ہے چاہے کل قیمت دے کر اس کو لے لے اور چاہے نہ لے۔

اگر مشتری نے مکان کو خود گرا دیا ہے تو اب شفیع سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو اس میدان کو اس کے حصہ کی قیمت دے کر لے لے اور چاہے نہ لے۔ اور اس گرے ہوئے مکان کو اسے لینے کا اختیار نہیں ہے۔

اگر کسی نے ایک باغ خریدا اور اس کے درختوں پر پھل بھی لگا ہوا ہے تو شفیع اس کو معہ پھل کے لے لے اور اگر مشتری نے کچھ پھل توڑ لیا ہے تو شفیع اتنی ہی قیمت کم کر دے۔

فائدہ: کیونکہ پھل بیع میں داخل ہو کر مقصود تھا۔ لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیمت بھی رکھی جائے گی اگر پھل کم ہو گیا ہے تو شفیع کے ذمہ سے قیمت بھی کم ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اگر (شفعہ کی وجہ سے) شفیع کو ایک مکان کے ملنے کا قاضی نے حکم دے دیا ہے اور وہ مکان ابھی اس شفیع نے دیکھا نہ تھا تو اسے خیار رویت (یعنی دیکھنے کا اختیار) ہوگا۔ پس اگر اس میں اسے کوئی عیب معلوم ہو تو اختیار ہے کہ اس کی وجہ سے اس مکان کو واپس کر دے اگرچہ مشتری نے اس سے بری ہونے کی شرط کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی اگر مشتری نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اگر اس میں کوئی عیب ہوا تو میں اس کا ذمہ دار نہ ہوں گا۔ باوجود عیب ہونے کے بھی تمہیں لینا پڑے گا تو مشتری کے اس کہنے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مکان ادھار خریدا (قیمت ادا کرنے کی کچھ مدت ٹھہرا لی) تو شفیع کو اختیار ہے چاہے نقد قیمت دے کر اسے ابھی لے لے اور چاہے اس مدت کے ختم ہونے تک صبر کرے اور بعد میں لے لے اور اگر چند شریکوں نے ایک مکان کو تقسیم کر لیا ہے تو اس تقسیم کرنے کی وجہ سے ان کے پڑوسی کو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ: کیونکہ تقسیم کرنا تملیک نہیں ہے یعنی اس میں کوئی غیر مالک نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ یہ حقوق علیحدہ علیحدہ کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اس سے شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا کذافی الجوہرہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مکان خریدا اور شفیع نے شفعہ سے دست کشی کر لی۔ پھر مشتری نے قاضی کے حکم سے خیار رویت یا خیار شرط یا کسی عیب کے باعث اسے واپس کر دیا تو اب شفیع کے لیے اس میں شفعہ نہیں ہے اور اگر اسے بغیر حکم قاضی کے واپس کیا ہے یا بیع کا اقالہ کر لیا ہے تو اب شفیع کے لیے شفعہ کرنا درست ہے۔

کتاب الشرکة

شرکت کا بیان

فائدہ: لغت میں شرکت کے معنی ملانے کے ہیں۔ لیکن شرع میں شرکت سے یہ مراد ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ایک عقد ہو جو اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں جوہرۂ نیرہ۔

شرکت کی قسمیں ☼ **ترجمہ:** شرکت دو طرح پر ہے:

① ایک شرکت املاک کی۔ ② دوسری شرکت عقود کی۔

املاک کی شرکت یہ ہے کہ ایک چیز کے دو وارث ہو جائیں یا دو آدمی مل کر اسے خرید لیں پس (اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ ان) دونوں (شریکوں) میں سے ایک کو دوسرے کے حصہ سے بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حصہ میں مثل اجنبی آدمی کے ہے۔

دوسری قسم یعنی شرکت عقود کی چار قسمیں ہیں:

① مفاوضہ ② عنان ③ شرکت صنائع ④ شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ ☼ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو آدمی یہ شرط کر لیں (یعنی آپس میں یہ ٹھہرالیں) کہ مال میں اور تصرف میں اور قرضہ میں دونوں برابر رہیں گے۔ پس یہ شرکت ایسے دو آدمیوں میں جائز ہے کہ دونوں آزاد ہوں دونوں مسلمان ہوں دونوں بالغ ہوں دونوں

عاقل ہوں اور آزاد اور غلام کے درمیان میں اور لڑکے اور بالغ کے درمیان میں اور مسلمان اور کافر کے درمیان میں یہ شرکت جائز نہیں ہے اور یہ وکالت اور کفالت پر منعقد ہوتی ہے (یعنی یہ دونوں شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں) اور ان میں سے جونسا کوئی چیز خریدے گا تو وہ سب شرکت میں ہوگی۔ سوائے اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے کے اور ان میں سے جس کے ذمہ ایسی چیز کے بدلے قرض ہوگا کہ اس میں شرکت درست ہوتی ہے تو دوسرا اس کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی دونوں کے یکساں اور برابر ہونے کی وجہ سے دوسرا ضامن ہوگا۔ کیونکہ یہ شرکت کفالت پر منعقد ہوتی ہے پس اس شرکت ہی کی وجہ سے دوسرا اس کا کفیل ہو گیا ہے۔ کہ اس کے بدلہ میں وہ دے گا۔ اس لیے قرض خواہ اس سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ جوہرہ

ترجمہ: اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو ایسا مال ورثہ میں ملے گا جس میں شرکت درست ہوتی ہے یا کسی نے اس کے لیے ہبہ کر دیا اور وہ اس کے قبضہ میں آ گیا تو (شرکت) مفاوضہ باطل ہو جائے گی اور شرکت عنان ہو جائے گی۔

شرکت دراہم و دنانیر (یعنی روپیہ اور اشرفیوں) ہی سے منعقد ہوتی ہے۔ یا ان پیسوں سے جن کا رواج ہو اور ان کے سوا اور چیزوں میں جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر لوگ کسی چیز سے معاملہ کرنے لگیں (یعنی بجائے روپیہ وغیرہ دینے کے اس کا رواج ہو جائے مثلاً سونے چاندی کی ڈھیلیاں تو ان دونوں کے ساتھ بھی شرکت درست ہو جائے گی۔

اگر دو آدمی اسباب میں شرکت کرنی (یعنی ایک دوسرے کے اسباب میں شریک ہونا) چاہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے نصف مال کو دوسرے کے نصف مال سے فروخت کرے پھر دونوں عقد شرکت کر لیں۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے مثلاً ایک آدمی کے پاس آٹھ من گیہوں ہے۔ اور دوسرے کے پاس بارہ من کھجوریں یا اور کوئی چیز ہے تو یہ دونوں چار من گیہوں اور چھ من کھجوروں سے آپس ہی میں فروخت کر کے پھر دونوں عقد شرکت کر لیں۔

شرکت عنان ✵ : لیکن شرکت عنان سو وہ وکالت پر منعقد ہوتی ہے کفالت پر

منعقد نہیں ہوتی۔

فائدہ: یعنی اس میں ایک دوسرے کا وکیل تو ہوتا ہے اور کفیل نہیں ہوتا۔ وکیل ہونے اور کفیل نہ ہونے سے یہ نتیجہ نہ نکلے گا کہ اگر ان میں سے ایک شریک نے کچھ اسباب خریدا تو بائع دوسرے شریک سے اس کی قیمت نہیں مانگ سکتا۔ بلکہ مشتری ہی سے مانگے گا۔ ہاں جب وہ مشتری قیمت دینے لگے تو آدھی یا حصہ رسد اس دوسرے شریک سے لے۔

ترجمہ: اور (اس شرکت عنان میں) مال میں زیادتی ہونی جائز ہے (مثلاً ایک شریک کے دس روپیہ ہوں اور دوسرے کے بیس ہوں) اور یہ بھی درست ہے کہ مال میں دونوں برابر ہوں اور نفع میں کم وزیادہ ہوں۔

یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے تھوڑے مال سے شرکت کرے اور سارے سے نہ کرے۔

یہ شرکت اسی مال سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت مفاوضہ کا درست ہونا ہم بیان کر چکے ہیں۔ (یعنی نقد روپیہ اور اشرفیوں سے ہوتی ہے اور اسباب سے نہیں ہوتی)

جائز ہے کہ یہ دونوں شریک ہو جائیں اور ایک کی طرف سے روپے ہوں اور دوسرے کی طرف سے اشرفیاں ہوں اور ان میں سے جونسا کوئی چیز شرکت کے لیے خریدے گا تو اس کی قیمت کا وہی دیندار ہوگا نہ کہ دوسرا۔ اور یہ اپنے شریک کے حصہ کے موافق اس سے لے لے۔

اگر ان دونوں نے ابھی کوئی چیز (شرکت کی) نہیں خریدی تھی اور شرکت کا سارا روپیہ جاتا رہا یا دونوں میں سے ایک کا جاتا رہا تو یہ شرکت باطل ہو جائے گی اور اگر ان میں سے ایک نے اپنے روپیہ سے کوئی چیز خرید لی تھی اور دوسرے نے ابھی کچھ نہیں خریدی تھی کہ اس کا روپیہ جاتا رہا تو یہ (ایک کی) خریدی ہوئی دونوں میں ان کی شرط کے مطابق (مشترک) رہے گی اور خریدنے والا اپنے شریک کے حصہ کے موافق اس کی قیمت کا روپیہ اس سے لے لے اور یہ شرکت ہو جاتی ہے۔

اگر ان دونوں نے روپیہ نہ ملایا ہو اور شرکت اس صورت میں درست نہیں رہتی کہ

جب نفع میں سے ایک شریک کے لیے کچھ معین روپیہ ٹھہرا دیا جائے۔

فائدہ : مثلاً دو آدمی شریک ہوں اور ایک دوسرے سے کہے کہ اس میں جو کچھ نفع ہو گا اس میں سے پانچ روپیہ تمہیں دوں گا۔ اور باقی میں رکھوں گا تو اس طرح سے شرکت کرنی درست نہیں ہوتی۔

ترجمہ: شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان کے دونوں شریکوں کو یہ اختیار ہے کہ مال کو بضاعت اور مضاربت کے طور پر کسی کو دے دیں۔

فائدہ : بضاعت اسے کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنا مال دوسرے آدمی کو دے دے تا کہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع اسے دیتا رہے کیونکہ تاجروں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کنز کی شرح عینی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور (یہ بھی اختیار ہے کہ) ایسے عادل کو وکیل کر دے جو اس میں تصرف کرے اور رہن رکھ دے اور رہن رکھ لے اور ایک اجنبی آدمی کو اس کے لیے نوکر رکھ لے اور نقد اور ادھار (جیسا موقع دیکھے) خرید و فروخت کرے اور اس مال پر اس وکیل کا قبضہ مثل امانت پر قبضہ ہونے کے ہو گا۔ (کہ اگر تلف ہو گیا تو اس پر تاوان نہ آئے گا)

شرکت صنائع ❋ شرکت صنائع یہ ہے کہ دو پیشہ ور مثلاً دو درزی یا دو رنگریز اس شرط پر شریک ہو جائیں کہ دونوں کام لیں گے اور دونوں ہی اجرت تقسیم کر لیں گے تو اس قسم کی شرکت جائز ہے۔

ان دونوں میں سے جب کوئی کسی کام کو لے گا تو اس پر اور اس کے شریک پر اس کو کرنا لازم ہو گا۔ اور اگر ایک نے کیا اور دوسرے نے نہ کیا تو اس کی اجرت دونوں میں نصفا نصف ہو گی۔

شرکت وجوہ ❋ شرکت وجوہ یہ ہے کہ دو آدمی اس شرط پر شریک ہو جائیں کہ دونوں اپنے اپنے اعتبار پر خرید و فروخت کریں اور روپیہ پیسہ دونوں کے پاس نہ ہو۔ یہ شرکت اس طرح پر جائز ہے۔

ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اس میں کہ جو دوسرا خرید لے پس اگر دونوں میں یہ شرط ہو گئی ہے کہ جو چیز خریدی جائے گی وہ نصفا نصف ہو گی تو نفع بھی نصفا نصف ہی ہو گا اور اس میں کمی زیادتی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی نفع میں یہ نہ ہوگا کہ ایک دو حصے لے لے اور دوسرا ایک حصہ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع کا استحقاق ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ضمان اس خریدی ہوئی چیز کی ملک کے تابع ہے۔ مثلاً اگر کوئی اس میں سے نصف حصہ کا مالک ہے تو اسے نصف قیمت دینی پڑتی ہے اور جو تین حصوں کا مالک ہے اسے تین حصوں کی دینی پڑتی ہے اس لیے نفع بھی اسی ملک کے موافق قرار دیا جائے گا۔ عینی شرح کنز۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں تین تہاگ رہے گی (یعنی ایک کے دو حصے ہوں گے اور دوسرے کا ایک حصہ) تو نفع بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا۔

شرکت وجوہ ✻ ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے میں شرکت درست نہیں ہے اور ان دونوں میں سے جب کوئی کچھ شکار کرے گا یا ایندھن لائے گا تو وہ اسی کا ہوگا اس کے شریک کا اس میں حصہ نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں نے ملا نہ دیا ہو اور اگر ملا دیا ہے تو وہ دونوں میں اسی کے موافق تقسیم ہوگا جو دونوں میں شرط ٹھہر چکی ہے اور اگر کوئی شرط نہیں ٹھہری تو ہر ایک کا قول دوسرے کے دعوے کے مقابلہ میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اور اگر دو آدمی شریک ہو جائیں ایک کا خچر یا بیل ہو اور دوسرے کا چرس ہو۔ اس شرط پر کہ اس چرس سے پانی کھینچا جائے اور اجرت دونوں میں نصفا نصف ہو تو یہ شرکت جائز نہیں ہے اور اجرت سب اس کی ہوگی جس نے پانی کھینچا ہے اور اس پر خچر یا بیل کی اجرت مثل واجب ہوگی۔

فائدہ: اجرت مثل سے یہ مراد ہے کہ جو ویسے بیل وغیرہ کا کرایہ پانی کھینچنے میں دیا جاتا ہوگا وہی اسے بھی دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور جو شرکت فاسد ہو جائے اس میں نفع اصلی مال کے حساب سے تقسیم ہوگا اور کمی زیادتی کی شرط باطل ہو جائے گی (کیونکہ نفع مال کے تابع ہوتا ہے اس لیے اس کے اندازہ سے دیا جائے گا)

ایک شریک مر گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا تو وہ شرکت باطل ہو گئی۔

دونوں شریکوں میں سے ایک کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے (شریک) کی بغیر اجازت اس کے مال کی زکوٰۃ دے دے۔

فائدہ: کیونکہ زکوٰۃ دینا تجارت میں داخل نہیں ہے اس لیے اس میں کچھ تصرف کرنے کا اسے اختیار نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ہر ایک نے اپنی زکوٰۃ دینے کی دوسرے کو اجازت دے دی تھی پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنی بھی اور دوسرے کی بھی زکوٰۃ دے دی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا (یعنی جس نے بعد میں دی ہوگی) ضامن ہوگا خواہ اسے پہلے کے دینے کی خبر ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں نے آگے پیچھے دی ہو اور اگر دونوں نے ساتھ دی ہے تو ہر ایک دوسرے کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اسے معلوم نہیں ہوا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

كتاب المضاربة

مضاربت کا بیان

ترجمہ: مضاربت اسے کہتے ہیں کہ دو شریکوں میں سے روپیہ ایک کا ہو اور کام (یعنی تجارت وغیرہ کرنا) دوسرے کا اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔

مضاربت اسی مال (یعنی روپیہ وغیرہ) سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت کا درست ہونا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

شرط مضاربت (کے درست ہونے) کی یہ ہے کہ نفع میں دونوں شریک ہوں ان دونوں میں سے کوئی نفع میں سے معین روپوں کا مستحق نہیں ہوتا۔

فائدہ: مثلاً اگر کسی نے پچاس روپیہ مضاربت کے طور پر دیئے تو اس دینے والے کو استحقاق نہیں ہے کہ نفع میں سے پانچ روپیہ اپنے معین کرے بلکہ جو نفع ہو آپس میں بلاتعیین تقسیم کرتے رہیں۔

جس نے روپیہ دیا ہے اسے رب المال کہتے ہیں اور جو تجارت وغیرہ کرے گا اسے مضارب۔

ترجمہ: اور مضاربت میں ضروری ہے کہ یہ روپیہ مضارب کے سپرد کر دیا جائے اور اس روپیہ کے مالک کا اس پر کسی قسم کا قبضہ نہ ہو۔ پھر جب مضاربت مطلق ٹھہر جائے (یعنی کسی جگہ یا کسی خاص اسباب کی اس میں قید نہ ہو) تو مضارب کو خرید و فروخت کرنا اور سفر کر کے (باہر) جانا اور بضاعت پر روپیہ دینا اور (کسی ضرورت کے لیے) وکیل کرنا جائز ہے۔

اسے یہ جائز نہیں ہے کہ مضاربت کے طور پر یہ روپیہ کسی اور کو دے دے۔ ہاں اگر مالک نے اسے اجازت دے دی ہو یا کہہ دیا ہو کہ جس طرح سمجھ میں آئے کر۔

اگر مالک نے کسی خاص شہر یا کسی خاص مال تجارت کرنے کی قید لگا دی ہے تو اس (مضارب) کو اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر مضاربت کی کوئی مدت معین کر دی جائے تب بھی جائز ہے۔ اور اس مدت کے گزرنے پر مضاربت باطل ہو جائے گی۔

مضارب کے لیے رب المال کے باپ اور بیٹے اور اسی شخص کو خریدنا جائز نہیں ہے جو اس (رب المال) کی ملکیت میں آنے پر آزاد ہو جائے (یعنی ذی رحم محرم) اور اگر اس نے ان کو خرید لیا تو یہ خرید اسی مضارب کے لیے ہوگی نہ کہ مضاربت (کے مال) سے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد مضاربت محض نفع حاصل ہونے کے لیے تجویز کیا گیا ہے اور نفع جب ہی ہوگا کہ جب یہ یکے بعد دیگرے اس روپیہ میں تصرف کرے حالانکہ اگر اس نے ذی رحم محرم کو خرید لیا اور وہ اس کے مالک ہو جانے کے باعث آزاد ہو گیا تو اس روپیہ میں یکے بعد دیگرے تصرف ہونا نہ پایا گیا۔ اس لیے یہ مضاربت نہ رہی۔ کذا فی الهدایة

ترجمہ: اور اگر مال میں نفع ہے تب بھی اس مضارب کو ایسے آدمی کا خریدنا جائز نہیں ہے جو مضارب پر آزاد ہو جائے۔

فائدہ: یعنی مضارب کا ذی رحم محرم ہو جو مضارب کی ملکیت میں آ کر اس کی طرف سے فوراً آزاد ہو جائے۔

ترجمہ: اور اگر یہ ایسے آدمیوں کو خریدے گا تو مضاربت کے روپیہ کا (ضامن ہوگا کہ) اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر مال میں نفع نہیں ہے تو اسے ان کا خریدنا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ اگر اس نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو خرید لیا تو وہ آزاد ہو گیا۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں تین تہائی رہے گی (یعنی ایک کے دو حصہ ہوں گے اور دوسرے کا ایک حصہ تو نفع بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا)۔

ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے اور شکار کرنے میں شرکت درست نہیں ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک اسے بیع کر سکتا ہے۔ کنز کی شرح عینی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پھر اگر (خریدنے کے بعد) ان کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کا حصہ ان میں سے آزاد ہو جائے گا اور مضارب کے ذمہ رب المال کا کچھ نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس میں مضارب کی کوئی خطا نہیں ہے نہ قیمت کے بڑھنے میں اور نہ اس کے اپنے حصہ کے مالک ہونے میں بلکہ یہ صورت تو حکم شریعت کی وجہ سے پیش آ گئی ہے۔ کذا فی الہدایۃ والنہایۃ.

ترجمہ: اور یہ آزاد شدہ اپنی قیمت میں سے رب المال کے حصہ کی قیمت ادا کرنے میں کوشش کرے اور جب مضارب نے مضاربت کے طور پر کسی دوسرے شخص کو روپیہ دے دیا حالانکہ رب المال نے اسے اس کی اجازت نہیں دی کہ جس طرح تیری سمجھ میں آئے کرنا تو محض (روپیہ) دینے سے اس پر تاوان نہ آئے گا۔ اور نہ دوسرے مضارب کے محض تصرف کرنے سے یہاں تک کہ اس میں کچھ نفع ہو جائے اور جب نفع ہو جائے گا تو پہلا مضارب رب المال کے نفع کا ضامن ہو جائے گا۔

فائدہ: یہ روایت امام ابوحنیفہؒ سے حسنؒ نے کی ہے کہ نفع ہونے پر ضامن ہوگا۔

امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دوسرے مضارب کے تصرف کرنے ہی سے پہلا مضارب ضامن ہو جائے گا خواہ نفع ہو یا نہ ہو اور ظاہر الروایۃ امام ابوحنیفہؒ سے یہی ہے۔ ہدایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

تقسیم نفع کی صورتیں ✽ **ترجمہ:** اور جب رب المال نے نصفا نصفی نفع پر مضارب کو روپیہ دے دیا اور پھر اسے یہ اجازت دے دی کہ تو یہ روپیہ مضاربت کے طور پر اور کسی کو دے دینا اور اس نے (اپنی طرف سے) تہائی نفع پر دے دیا تو بھی جائز ہے پس اگر رب المال

نے اپنے مضارب سے یہ کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ اس میں نفع دے گا وہ ہم تم نصفا نصف لے لیں گے (تو اس صورت میں) اس رب المال کو نصف نفع ملے گا۔ اور دوسرے مضارب کو تہائی (کیونکہ پہلے مضارب نے اس کا تہائی نفع ٹھہرا دیا تھا) اور پہلے مضارب کو (نفع کا) چھٹا حصہ۔

اگر رب المال نے اس طرح کہا تھا کہ جو نفع اللہ تعالیٰ تجھے دے گا وہ ہم تم دونوں نصفا نصف کر لیں گے تو (اس صورت میں) دوسرے مضارب کو تہائی (نفع) ملے گا اور جو بچے گا رب المال اور پہلا مضارب نصفا نصف لے لیں گے۔

اگر (رب المال نے) یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ نفع دے گا اس میں سے نصف میرا ہے پھر پہلے مضارب نے دوسرے کو بھی نصف ہی نفع پر دے دیا تو (اس صورت میں) نصف نفع دوسرے مضارب کا ہوگا اور نصف رب المال کا اور پہلے مضارب کو کچھ نہ ملے گا۔

اگر دوسرے مضارب نے (اپنے لیے) دو تہائی نفع ٹھہرا لیا ہے تو نصف نفع رب المال لے لے گا۔ اور نصف دوسرا مضارب۔ اور اس دوسرے مضارب کو پہلا مضارب اپنے مال میں سے نفع کے چھٹے حصے کے دینے کا ضامن ہوگا۔

مضاربت کب ختم ہو جاتی ہے ❋ جب رب المال یا مضارب مر گیا تو مضاربت باطل ہوگئی اور جب رب المال اسلام سے مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تب بھی مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔

فائدہ: پہلی صورت میں مضاربت باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مضاربت اصل میں توکیل ہے اور موکل کے مرنے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح وکیل کے مرنے سے بھی' ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

مرتد ہونے کی حالت میں اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس کے دار الحرب میں چلے جانے کا حاکم نے بھی حکم کر دیا ہے تو جس روز وہ مرتد ہوا تھا اسی روز سے مضاربت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ سرکاری حکم ہونے پر وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہتا بلکہ اس کے وارث ہو جاتے ہیں۔ پس یہ مثل اس کے مرنے کے ہو جاتا ہے اور اگر سرکاری حکم نہیں ہوا تو وہ مضاربت موقوف رہتی ہے۔ جوہرۂ نیرہ

ترجمہ: اور اگر رب المال نے مضارب کو معزول کر دیا اور اسے اپنے معزول ہونے کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ اسی اثناء میں اس نے کوئی چیز خرید لی یا کوئی چیز فروخت کر دی تو اس کا تصرف جائز ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ مضارب رب المال کی طرف سے وکیل ہے اور وکیل کو قصداً معزول کرنا اس کے معلوم ہونے پر موقوف ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر اسے اپنا معزول ہونا معلوم ہو گیا اور روپیہ اسباب میں لگا ہوا ہے (نقد روپیہ اس کے پاس نہیں ہے) تو اسے اسباب کا بیچنا جائز ہے اور معزول ہونا اس سے اس کو نہیں روک سکتا اور اس کے بعد اس اسباب کی قیمت سے اسے اور کوئی چیز خریدنی جائز نہیں ہے۔

اگر رب المال نے اسے ایسی حالت میں معزول کیا کہ اصل مال اس کے پاس روپیہ یا اشرفیاں نقد ہیں تو ان میں اب اسے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر رب المال اور مضارب علیحدہ علیحدہ ہو گئے (یعنی مضاربت توڑ دی) اور (مضاربت کا) روپیہ ادھار میں ہے اور مضارب اس میں سے منافع لے چکا ہے تو اس ادھار کے وصول کرنے پر حاکم مضارب پر جبر کرے کہ وہ وصول کر کے رب المال کو دے دے۔

اگر اس میں منافع نہیں ہوا تھا تو اب وصول کرنا مضارب کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ روپیہ وصول کرنے کے لیے تو (اپنی طرف سے) رب المال کو وکیل کر دے۔

اگر مضاربت کے مال سے کچھ تلف ہو جائے تو منافع سے مجرا دیا جائے گا نہ کہ رب المال سے اور اگر تلف شدہ مال منافع سے بڑھ جائے تو اس کا تاوان مضارب کے ذمہ نہیں ہے۔

اگر وہ دونوں تقسیم کر چکے ہیں اور مضاربت بدستور ہے (یعنی اسے ابھی نہیں توڑا) پھر سارا مال یا کچھ مال تلف ہو گیا تو دونوں منافع لوٹا دیں تاکہ رب المال کی اصلی رقم پوری ہو جائے پھر اگر کچھ روپیہ بچے تو اسے دونوں تقسیم کر لیں اور اگر اصلی رقم میں کچھ کمی رہ جائے تو مضارب کے ذمہ اس کا تاوان نہیں ہے۔

اگر دونوں نے منافع تقسیم کر کے مضاربت توڑ دی اور بعد میں پھر مضاربت کر لی

اور سارا مال تلف ہو گیا تو اس صورت میں پہلے منافع کو دونوں نہ لوٹائیں اور مضارب کو نقد اور ادھار دونوں طرح سے بیچنا جائز ہے اور مضاربت کے مال سے نہ کسی غلام کا نکاح کرے نہ کسی لونڈی کا۔

کتاب الوکالة

وکالت کا بیان

ترجمہ: جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا بھی جائز ہے۔

فائدہ: اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز نہیں ہے تو اس میں وکیل کرنا بھی جائز نہیں ہے مثلاً کوئی شراب یا سور وغیرہ حرام چیزوں کی خرید و فروخت کے لیے کسی کو وکیل کر دے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور کل حقوق کے ادا کرنے اور ان کو حاصل کرنے میں وکیل کرنا جائز ہے۔ حقوق پر قبضہ کرنے میں بھی وکیل کرنا جائز ہے مگر حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی انجام دہی پر باوجود موکل کے اس جگہ موجود نہ ہونے کے وکالت درست نہیں ہوتی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حقوق کی جواب دہی کے لیے وکیل کرنا بغیر رضا مندی طرف ثانی کے جائز نہیں۔ ہاں اگر موکل بیمار ہو یا تین منزل پر ہو یا اس سے بھی زیادہ دور ہو۔

صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ بغیر طرف ثانی کی رضا مندی کے وکیل کر دینا جائز ہے۔

وکالت (درست ہونے) کی شرط یہ ہے کہ مؤکل ایسا شخص ہو جو تصرف کا مالک ہو اور اس پر (اس تصرف کے) احکام لازم آتے ہوں۔ (بخلاف لڑکے اور دیوانے کے)

وکیل ایسا شخص ہو جو بیع کو (بلکہ ہر معاملہ کو) سمجھتا اور اس کا قصد کرتا ہو اور اگر آزاد بالغ (عاقل) یا ماذون اپنے جیسوں کو وکیل کر دیں تو جائز ہے۔

اگر کوئی ان میں سے ایسے مجور لڑکے کو وکیل کر دے جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہو یا کسی مجور غلام کو وکیل کر دے تو جائز ہے لیکن حقوق کو ان دونوں سے کوئی تعلق نہ ہو گا بلکہ وہ ان

دونوں کے مؤکلوں کی طرف راجع ہوں گے۔

وکیل کے تصرفات ❊ وہ معاملات جو وکلاء کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں:

ایک وہ کہ جن کو وکیل اپنی طرف منسوب کرتا ہے جیسے خرید و فروخت' اجارہ' پس ان کے حقوق وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ مؤکل کی طرف۔ پس وکیل ہی مبیع کو (مشتری کے) سپرد کردے گا اور وہی قیمت وصول کرے گا اور جب کوئی چیز خریدے گا تو اسی سے قیمت طلب کی جائے گا اور وہی مبیع پر قبضہ کرے گا اور اس سے (مبیع کے اندر) عیب (وغیرہ ہونے) میں جھگڑا کیا جائے گا۔

دوسرے وہ کہ جن کو وکیل اپنے مؤکل کی طرف منسوب کرتا ہے جیسے نکاح' خلع' دم عمد سے صلح کرنی کیونکہ ان کے حقوق مؤکل کی طرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ وکیل کی طرف۔

پس شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہیں ہوسکتا اور نہ عورت کے وکیل پر۔ اس عورت کا (خاوند کے) سپرد کرنا لازم ہے اور اگر (خود) مشتری سے قیمت مانگے تو مشتری کے لیے جائز ہے کہ اس کو قیمت نہ دے۔

فائدہ: کیونکہ یہ مؤکل بیع اور اس کے حقوق کی بہ نسبت بالکل اجنبی ہے اور اس کا مختار کار وہ وکیل ہی ہے ہدایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر مشتری نے مؤکل کو قیمت دے دی تو جائز ہے (قیمت ادا ہو جائے گی) اور وکیل کو دوبارہ اس سے قیمت مانگنی جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی کسی شخص کو کسی چیز کے خریدنے کے لیے وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اس کی جنس اور صفت بتا دے اور اس کی قیمت معین کر دے ہاں اگر اس نے اس کو مختار عام کر دیا اور یہ کہہ دیا ہے کہ جو کچھ دیکھے میرے لیے خرید لے (تو اس صورت میں قیمت وغیرہ معین کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

جب وکیل نے کوئی چیز خرید لی اور اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ پھر اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو جب تک یہ مبیع اس کے قبضہ میں ہے اس عیب کی وجہ سے اس کا واپس کر دینا جائز ہے۔

اگر اس نے مؤکل کے سپرد کر دی تھی تو اب بغیر مؤکل کی اجازت کے اس کو واپس نہ

کرے۔

عقد صرف اور (عقد) سلم میں (بھی) وکیل کرنا جائز ہے پس اگر وکیل قبضہ کرنے سے پہلے اپنے معاملہ والے سے جدا ہو گیا تو وہ عقد باطل ہو جائے گا اور مؤکل کے جدا ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

جب وکیل بالشراء نے (یعنی جو کسی چیز کے خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا تھا) اپنے روپیہ میں (مبیع) کی قیمت دے دی اور مبیع پر قبضہ کر لیا تو وہ قیمت اسے مؤکل سے لے لینی چاہیے اور اگر قبل اس کے کہ وکیل اپنے روپیہ کی وجہ سے اس مبیع کو روکے اور وہ مبیع وکیل کے پاس تلف ہو جائے تو وہ مؤکل کے مال سے تلف ہو گی (یعنی تلف ہونے پر بھی وکیل مؤکل سے لے گا)

وکیل کے لیے جائز ہے کہ جب تک اس کی قیمت وصول نہ کر لے وہ مبیع مؤکل کو نہ دے پس اگر اس نے مبیع کو (قیمت لینے کی وجہ سے) روک لیا اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ مثل ضمان رہن کے دیندار ہو گا۔

فائدہ: یعنی اگر اس تلف شدہ مبیع سے قیمت کا پورا اپھٹ سکتا ہے تو مؤکل کے ذمہ کچھ نہیں۔

اگر قیمت میں کمی رہتی ہے تو جس قدر کمی ہے یہ وکیل مؤکل سے وصول کرے جیسا کہ رہن میں بھی یہی ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مثل ضمان بیع کے دیندار ہو گا۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور مثل ضمان بیع سے یہ مراد ہے کہ اس مبیع کی قیمت وکیل کے ذمہ ہو گی۔ خواہ تھوڑی یا بہت ہو کیونکہ وکیل مؤکل کی نسبت مثل بائع کے ہے اس کا مبیع کو روکنا قیمت وصول کرنے کے لیے تھا۔ اور جب اسی کے پاس مبیع تلف ہو گئی تو گویا بائع ہی کے پاس تلف ہوئی۔ لہٰذا اب یہ مؤکل سے قیمت نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے دو آدمیوں کو وکیل کر دیا تو جس چیز میں یہ دونوں وکیل کیے گئے ہیں اس میں ان میں سے ایک کو بلا دوسرے کے موجود ہوئے تصرف کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر اس نے ان دونوں کو کسی جواب دہی یا بغیر کسی عوض کے اپنی بیوی کو طلاق دینے یا بغیر

کسی عوض اپنے غلام کو آزاد کرنے یا امانت واپس کر دینے یا قرض ادا کرنے کے لیے وکیل کیا ہو۔

فائدہ: کیونکہ ان کاموں کو ان میں سے ایک بھی انجام دے سکتا ہے دو کے ہونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے دوسرے یہ کہ جب کسی جواب دہی میں دونوں شریک ہوں گے تو دونوں انھیں سمجھائیں گے۔ لہٰذا ان میں سے ایک دوسرے کے قائمقام ہو جائے (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور وکیل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جس کام میں وہ خود وکیل کیا گیا ہے اس میں کسی اور کو وکیل کر دے۔ ہاں اگر مؤکل نے اسے اجازت دے دی ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر پس اگر اس نے اپنے مؤکل کی بغیر اجازت کے کسی کو وکیل کر دیا اور اس کے وکیل نے اس کے سامنے ہی کچھ خرید و فروخت کی تو جائز ہے اور اگر اس کی عدم موجودگی میں کی اور اس کے پہلے وکیل نے اس کو پسند کر لیا تو بھی جائز ہے۔

وکیل کی معزولی ٭ مؤکل کو جائز ہے کہ جب چاہے اپنے وکیل کو وکالت سے معزول کر دے پھر اگر وکیل کو اپنے معزول ہونے کی خبر نہیں پہنچتی تو وہ اپنی وکالت پر رہے اور جب تک اسے معلوم نہ ہو اس کا تصرف جائز اور معتبر ہے۔

فائدہ: کیونکہ وکیل کرنا مؤکل کا حق ہے پس یہ اپنے حق کو باطل کر سکتا ہے۔ ہاں اگر اس کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو گیا ہو تو اس صورت میں وکیل کو معزول کرنے میں اس غیر کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ اور یہ جائز نہیں ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور مؤکل کے مرنے اور اس کے بالکل دیوانہ ہونے اور مرتد ہو کر دار الحرب میں چلے جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے اور جب کسی نے (خرید یا فروخت کے لیے) مکاتب کو وکیل کیا پھر وہ (بدل کتابت ادا کرنے سے) عاجز ہو گیا یا ماذون غلام کو وکیل کیا پھر وہ مجور ہو گیا یا دو شریک تھے پھر وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے (یعنی شرکت توڑ دی) تو یہ سب صورتیں وکالت کو باطل کر دیتی ہیں خواہ وکیل کو معلوم ہو یا نہ ہو اور جب وکیل مر گیا یا وہ بالکل دیوانہ ہو گیا تو اس کی وکالت باطل ہو گئی اور اگر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو اس کا تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ مسلمان ہو کر پھر آ جائے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کے دارالحرب میں چلے جانے کا قاضی نے بھی حکم دے دیا ہو اور مبسوط میں شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ اگر وکیل مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا وہ سب ائمہ کے نزدیک وکالت سے معزول نہیں ہو جاتا جب تک کہ اس کے چلے جانے کا قاضی حکم نہ دے دے۔ اسی طرح کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی کام کے لیے ایک شخص کو وکیل کیا اور پھر مؤکل خود اس کام کو کرنے لگا جس کے لیے اس کو وکیل کیا تھا تو وہ وکالت باطل ہوگئی۔

وکالت کے متفرق مسائل ✻ جو خرید و فروخت کرنے کے لیے وکیل ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ اور اپنے دادا اور اپنے بیٹے اور اپنے پوتے اور اپنے غلام اور اپنے مکاتب سے خرید و فروخت کرے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ پوری پوری قیمت کے ساتھ ان کے ہاتھ اس کا کچھ بیچ دینا جائز ہے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع کے وکیل کو جائز ہے کہ (جس چیز کے بیع کر دینے کا وہ وکیل ہے اسے) کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کر دے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ایسی کمی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے جس کا لوگوں میں رواج نہ ہو اور خریداری کے وکیل کو برابر قیمت اور اس قدر زیادہ قیمت کے ساتھ خریدنا جائز ہے جس کا لوگوں میں رواج ہو اور رواجی قیمت سے زیادہ کے ساتھ جائز نہیں ہے اور لوگوں میں اس قیمت کے رواج ہونے سے یہ مراد ہے کہ قیمت لگانے والے اس کی اتنی قیمت نہ لگاتے ہوں (ہاں ضرورت کے وقت اتنی قیمت دے دینے کا رواج تاجروں میں ہو) اور اگر بیع کا وکیل مشتری کی طرف سے قیمت کا (خود ہی) ضامن ہو جائے تو اس کی ضمانت باطل ہے اور اگر کسی نے ایک غلام کو بیچنے کے لیے کسی کو وکیل کیا اور اس نے نصف غلام کو بیچ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر کسی نے ایک غلام خریدنے کے لئے کسی کو وکیل کیا اور اس نے نصف غلام خرید لیا تو یہ خریدنا (بالاجماع) موقوف رہے گا اگر بعد میں اس نے باقی غلام بھی خرید لیا تو یہ مؤکل کو لینا پڑے گا (ورنہ نہیں) اور اگر کسی نے ایک آدمی کو اس لئے وکیل کیا کہ دس کلو گوشت ایک روپیہ میں خرید کر لائے اور وکیل نے ویسا ہی گوشت جو ایک روپیہ میں دس کلو بکتا

ہے ایک روپیہ میں بیس کلو خرید لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مؤکل کو دس کلو گوشت آٹھ آنے میں لینا لازم ہوگا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ سارا (یعنی بیس کلو) لینا پڑے گا۔ اور اگر کسی نے بلاتعین ایک غلام کے خریدنے کے لیے کسی کو وکیل کر دیا تو اس وکیل کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس چیز کو اپنے لیے خرید لے اور اگر کسی نے بلاتعیین ایک غلام کے خریدنے کا کسی کو وکیل کر دیا اور پھر وکیل نے ایک غلام خریدا تو وہ وکیل ہی کا ہوگا۔ ہاں اگر وکیل یہ کہے کہ میں نہ موکل کے لیے قصد کر کے خریدا ہے یا اس نے مؤکل کے روپیہ سے خریدا ہے (تو ان دونوں صورتوں میں) مؤکل کا ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جو وکیل جواب دہی کے لیے ہے حق پر قبضہ کرنے کے لیے بھی ہے اور جو وکیل قرض پر قبضہ کرنے کے لیے ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہی اس میں جواب دہی کرنے کے لیے بھی ہے اور جب جواب دہی کے وقت وکیل نے قاضی کے اجلاس میں اپنے مؤکل کے ذمہ (کسی چیز) کا اقرار کر لیا تو اس کا اقرار جائز ہوگا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک قاضی کے سوا اور کسی کے اجلاس میں وکیل کا مؤکل کے ذمہ اقرار کر لینا جائز نہیں ہے ہاں وہ جواب دہی سے نکل جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر قاضی کے اجلاس میں بھی اس کا اقرار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک شخص کو اس لیے وکیل کیا کہ فلاں آدمی پر ایک چیز کا دعویٰ کر دے اور وکیل نے قاضی کے اجلاس میں اس کے دعوے کے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا یا مدعا علیہ کا وکیل تھا اور اس نے اپنے مؤکل کے ذمہ اس چیز کے ہونے کا اقرار کر لیا تو اس قسم کے اقرار کرنے میں ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے جو تین میں ذکر کیا گیا ہے کذافی الجوہرہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں فلاں آدمی کی طرف سے اس کا قرض وصول کرنے کے لیے وکیل ہوں اور مقروض نے اس کی تصدیق کر لی تو (قاضی کی طرف سے) اسے حکم دیا جائے کہ قرض کو وہ اس کے حوالے کر دے۔

فائدہ: حکم کیے جانے سے یہ مراد ہے کہ قاضی اس سے زبردستی دلا دے۔ کیونکہ اس کے

تصدیق کر لینے سے اس کی وکالت ثابت ہوگئی ہے کیونکہ اس کا تصدیق کرنا اپنے ذمہ اقرار کر لینا ہے۔

ترجمہ: پس اگر وہ مؤکل آ گیا اور اس نے (بھی) اس وکیل کی تصدیق کر لی تو جائز ہے ورنہ وہ مقروض اسے دوبارہ روپیہ ادا کرے اور خود پھر وکیل سے وصول کرے اگر اس کے پاس روپیہ ہو۔

فائدہ: اور اگر وکیل کے پاس نہ ہو تو پھر اس سے کچھ نہیں لے سکتا۔ ہاں اگر دیتے وقت کسی کو ضامن کر لیا تو اب اس ضامن کو پکڑے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی کہے کہ میں (فلاں کی طرف سے) امانت وصول کرنے کا وکیل ہوں اور امانت دار اس کی تصدیق کرے تو اس کو امانت دے دینے کا قاضی حکم نہ دے۔

کتاب الکفالہ

کفالت (یعنی ضمانت) کا بیان

ترجمہ: کفالت کی دو قسمیں ہیں ایک کفالت جان کی (جسے حاضر ضامنی کہتے ہیں) دوسری کفالت مال کی (یعنی مال کا ضامن ہو جانا)

حاضر ضامنی ٭ اور جان کی کفالت کر لینی جائز ہے اور اس میں مکفول بہ (یعنی جس کی کفالت کی ہے اس) کو حاضر کرنا ہوتا ہے اور کفالت اس وقت منعقد (اور صحیح) ہو جاتی ہے کہ جب کسی نے اس طرح کہا کہ میں فلاں آدمی کے نفس کا ضامن ہو گیا یا اس کی گردن یا اس کی روح یا اس کے بدن یا اس کے سر یا اس کے نصف یا اس کے تہائی (بدن) کا ضامن ہو گیا اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ میں اس کا ضامن ہوں یا وہ میرے ذمہ ہے یا میری طرف ہے یا کہا میں اس کا ذمہ دار ہوں یا اس کا میں کفیل ہوں پس اگر کفالت میں مکفول بہ کو کسی خاص وقت پر سپرد کر دینے کی شرط کر لی ہے تو اس وقت پر جب مکفول لہ اس کو طلب کرے گا تو اس کفیل پر اس کو حاضر کر دینا لازم ہوگا۔ پس اگر اس نے حاضر کر دیا تو فبہا ورنہ اس (کفیل) کو

قید کر لے اور اگر اس نے اسے حاضر کر کے ایسی جگہ اس کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ مکفول اس سے جھگڑ سکتا ہے تو یہ کفیل (اپنی) کفالت سے بری ہو جائے گا۔

فائدہ: اور اگر کسی ایسی جگہ اس کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ وہاں جھگڑا نہیں کر سکتا مثلاً کہیں جنگل وغیرہ میں سپرد کر دیا تو اس صورت میں یہ کفیل کفالت سے بری نہ ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کوئی اس بات کا کفیل ہوا کہ وہ مکفول کو قاضی کے اجلاس میں سپرد کر دے گا۔ پھر اس نے اسے بازار میں سپرد کر دیا تو وہ بری ہو جائے گا۔ اور اگر جنگل میں سپرد کر دے گا تو بری نہ ہوگا تو بری نہ ہوگا اور مکفول بہ مر جائے تو کفیل بالنفس (یعنی حاضر ضامنی والا) کفالت سے بری ہو جائے گا اور اگر کوئی کسی کا اس شرط سے کفیل ہوا کہ میں نے اسے فلاں وقت حاضر نہ کیا تو جو اس کے ذمہ ہو میں اس کا ضامن ہوں۔ اور اس کے ذمہ ہزار روپیہ تھے پھر اس نے اسے اس وقت حاضر نہ کیا تو وہ روپیہ اس ضامن پر لازم نہ ہوگا اور یہ اس کے حاضر کرنے کی کفالت سے بری نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس کے ذمہ کفالت کی وجہ سے مال کا واجب ہونا اس کے حاضر کرنے کی کفالت کے منافی نہیں اس وجہ سے کہ ان میں سے ہر کفالت اطمینان کے لیے ہے اور جب اس نے مال کے ضامن ہونے کو اس کے حاضر نہ کرنے کی شرط پر معلق کر دیا تو یہ تعلیق درست ہوگئی اور جب وہ شرط نہ پائی گئی تو مال اس کے ذمہ لازم ہوگیا ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدود اور قصاص میں حاضر ضامنی کرنی جائز نہیں ہے لیکن مال کی ضمانت جائز ہے خواہ وہ جس کی ضمانت کی جاتی ہے معلوم ہو یا نہ ہو مگر وہ دین صحیح ہو۔

فائدہ: یعنی ایسا دین ہو جو بغیر ادا کیے یا بغیر قرض خواہ کے معاف کیے ذمہ سے ساقط نہ ہو۔ جیسے خریدی ہوئی چیزوں کی قیمتیں اور جنایتوں کے تاوان بخلاف دین کتابت کہ وہ دین ضعیف ہے کیونکہ وہ باوجود اپنے منافی یعنی رقیت کے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اسی واسطے مکاتب اپنے آپ کو عاجز کر کے اس بدل کتابت کو ساقط کر دینے کا خود مختار ہوتا ہے کفایہ۔

مالی ضمانت ✽ ترجمہ: مثلاً کوئی یہ کہے کہ اس کی طرف سے میں ہزار درہموں کا ضامن ہوں یا (کہے کہ) جو کچھ تمہارا اس کے ذمہ ہے یا جو کچھ تمہارا اس بیع میں چاہیے ہوگا (میں اس

کا ضامن ہوں) اور مکفول لہٗ کو اختیار ہے چاہے اس سے طلب کرے جس کے ذمہ اصل روپیہ ہے اور چاہے اس کفیل سے طلب کرے۔ اور کفالت کو شرطوں پر معلق کرنا جائز ہے۔

فائدہ: لیکن وہ شرط اس کا سبب اور اس کے مناسب ہونی چاہیے۔

ترجمہ: مثلاً کوئی کہے کہ جو چیز تم فلانے کے ہاتھ بیچو تو اس کی قیمت میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) جو تمہارا اس کے ذمہ واجب ہو وہ ادا کرنا میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) تمہاری جو چیز فلاں آدمی مار لے تو وہ میرے ذمہ ہے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ تمہارا جو کچھ اس کے ذمہ ہو میں اس کا ضامن ہوں۔ پھر اس کے ذمہ ایک ہزار روپیہ کا ہونا گواہوں سے ثابت ہو گیا تو ان ہزار روپیہ کا یہ کفیل ضامن ہو گا اور اگر گواہوں سے ثبوت نہیں ہوا تو پھر اس کفیل کا کہنا مع اس کی قسم کے معتبر ہو گا (یعنی اسے قسم دی جائے گی) اس مقدار میں کہ جس کا مکفول عنہ اقرار کرتا ہو اور اگر مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا اقرار کر لیا تو اس کے کفیل کے مقابلہ میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ دوسرے کے ذمہ ہونے کا اقرار کرتا ہے اور اس کا اسے اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرے تو چونکہ اس کا اسے اختیار ہے اس لیے اس میں اس کی تصدیق کر سکتے ہیں جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: مکفول عنہ کی اجازت اور بے اجازت (دونوں طرح) کفالت جائز ہے۔ پس اگر اس کی اجازت سے کفیل ہوا ہے تو جو کچھ کفالت کی وجہ سے دیا ہو وہ پھر مکفول عنہ سے لے لے اور اگر اس کی بے اجازت کفیل ہو گیا تھا۔ تو اب اپنا دیا ہوا اس سے نہ لے۔

فائدہ: پہلی صورت میں تو لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے اس کا قرض اس کی اجازت سے ادا کیا ہے اس لیے واپس لے لے اور دوسری صورت میں نہ لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے احسان کرنے کے طور پر ادا کر دیا ہے اور احسان کرنے والا واپس نہیں لیا کرتا۔ کفایہ

ترجمہ: اور کفیل کو جائز نہیں ہے کہ مکفول عنہ کی طرف سے روپیہ ادا کرنے سے پہلے اس سے روپیہ کا مطالبہ کرے پس اگر مال کے کفیل (یعنی ضامن) کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو اسے اپنے مکفول عنہ کو گرفتار کر لینا جائز ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اس (مطالبہ) سے بری کرا دے۔

فائدہ : کیونکہ اصل یہ مکفول عنہ ہی ہے اسی نے اس جنجال میں پھنسایا ہے لہٰذا اس کا بری کرانا بھی اسی کے ذمہ ہے اور اگر کفیل پر سخت تقاضہ ہو تو وہ بھی اپنے مکفول عنہ پر سخت تقاضہ کرے۔ بنایہ وغیرہ۔

ترجمہ: اور جب طالب (یعنی روپیہ والے) نے مکفول کو بری کر دیا یا اس سے اپنا قرضہ وصول کر لیا تو یہ کفیل (بھی) بری ہو جائے گا اور اگر اس نے کفیل کو بری کر دیا ہے تو مکفول عنہ بری نہ ہوگا۔

فائدہ : اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفیل تابع ہے اور وہ اصل ہے اور اصل اپنے تابع کے حکم میں نہیں ہوتا۔

ضمانت کے متفرق مسائل ✲ **ترجمہ**: اور کفالت سے بری کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنا جائز نہیں ہے اور جو حق کفیل سے پورا ہونا ممکن نہ ہو تو اس کی کفالت درست نہیں ہے جیسے حدود اور قصاص۔

فائدہ : مطلب یہ ہے کہ نفس حد اور قصاص کا کسی کو کفیل ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں نیابت جاری نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ اسی کے ذمہ لازم ہوتی ہے جو خطا کر کے اسے اپنے ذمہ لیتا ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اگر کوئی مشتری کی طرف سے قیمت کا ضامن ہو گیا تو یہ کفالت جائز ہے۔ اور اگر کوئی بائع کی طرف سے بیع کا ضامن ہوا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے لادنے کے واسطے کوئی گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا۔ اگر گھوڑا وغیرہ معین نہیں ہے تو لادنے کی کفالت درست نہیں ہے اور اگر معین ہے تو وہ کفالت درست ہے۔

فائدہ : کیونکہ جانور غیر معین ہونے کی صورت میں کفیل اس پر لادنے سے عاجز ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کی ملک میں نہیں ہے ہاں اگر جانور معین ہے تو پھر اپنے جانور پر لاد سکتا ہے۔ عنایہ

ترجمہ: اور کفالت بغیر اس کے درست نہیں ہوتی کہ مکفول لہ اسی مجلس عقد میں (یعنی جہاں کفالت کی بابت گفتگو ہوئی ہے) اس کفالت کو قبول کرے لیکن ہاں ایک مسئلہ میں اور وہ یہ مسئلہ یہ ہے کہ بیمار اپنے وارث سے کہے کہ میرے ذمہ جس قدر قرض ہے تم میری طرف سے اس کے کفیل ہو جاؤ تو یہ (وارث) باوجود قرض خواہوں کے نہ ہونے کے اس کا کفیل ہو گیا تو

جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ حقیقت میں وصیت ہے اور اسی وجہ سے یہ درست بھی ہو جاتی ہے اگر چہ وہ ان مکفول لہم یعنی قرض خواہوں کا نام بھی نہ لے۔ جوہرہ

ترجمہ: اور اگر دو آدمیوں کے ذمہ کچھ قرض تھا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے ضامن تھا تو ان دونوں میں سے ایک اگر کچھ ادا کرے تو جب تک وہ نصف سے نہ بڑھ جائے یہ اپنے شریک سے واپس نہ لے اور جب نصف سے زیادہ ہو جائے تو وہ زیادہ اس سے لے لے اور اگر ایک آدمی کی طرف سے ایک ہزار روپیہ کے دو آدمی اس شرط پر ضامن ہوئے کہ ان دونوں میں سے (بھی) ہر ایک دوسرے کا ضامن ہے تو ان میں سے ایک جب کچھ ادا کرے تو اس کا نصف وہ اپنے شریک سے لے لے خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو اور مال کتابت کی کفالت جائز نہیں ہے برابر ہے کہ اس کی کفالت کوئی آزاد کرے یا غلام کرے۔

فائدہ: کیونکہ کفالت دین صحیح کی ہوتی ہے اور مال کتابت دین صحیح نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو غلام عاجز ہو کر بلا ادا کیے اپنے ذمہ سے ٹال سکتا ہے۔ اور کفیل بغیر ادا کیے بری نہیں ہوا کرتا۔ جوہرہ

ترجمہ: اگر کوئی (مفلس) آدمی مر گیا اور اس کے ذمہ بہت سا قرض ہے اور اس نے کچھ نہیں چھوڑا پھر اس کی طرف سے قرض خواہوں کے لیے ایک (اور) آدمی کفیل ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ کفالت درست نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے۔

کتاب الحوالہ

حوالہ کا بیان

ترجمہ: حوالہ قرضوں میں جائز ہے اور محیل، محتال اور محتال علیہ (تین شخصوں) کی رضامندی سے درست ہوتا ہے۔

محیل، محتال اور محتال علیہ کی تعریف ✵ **فائدہ**: محیل قرض اتارنے والے کو کہتے ہیں

اورمحتال قرض خواہ کو یعنی جس کا دوسرے پر قرض اتارا جائے اور محتال علیہ وہ ہے کہ جس پر قرض اتارا جائے اور یہ کفیل کے درجہ میں ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور جب حوالہ پورا ہو جائے تو محیل قرض سے بری ہو جاتا ہے۔

فائدہ: یعنی جس وقت محتال نے حوالہ کو قبول کر لیا تو محیل قرض اور اس کے مطالبہ دونوں سے بری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درمختار میں ہے۔

ترجمہ: اور محتال لہٗ (یعنی وہی قرض خواہ) پھر محیل پر تقاضہ نہ کرے ہاں اگر اس کا حق تلف ہو گیا ہے اور حق تلف ہونا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوطرح ہے یا تو محتال علیہ حوالہ کا انکار کر دے اور حلف کر جائے اور اس (قرض خواہ) کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہو یا وہ محتال علیہ مفلسی کی حالت میں مر جائے اور کچھ نہ چھوڑے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں بھی ہیں اور تیسری ایک اور صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی زندگی ہی میں حاکم اس کے مفلس ہونے کا حکم دے دے اور اگر محتال علیہ نے (اپنے) حوالہ کا روپیہ محیل سے طلب کیا اور محیل نے یہ کہا کہ میں نے تجھ پر اسی روپیہ کی حوالت کی تھی جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس محیل کا یہ کہنا معتبر نہ ہوگا اور اس روپیہ کی برابر اسے دینا پڑے گا اور اگر محیل نے محتال لہٗ سے وہ روپیہ مانگا جس کی اس نے حوالت کرائی تھی اور یہ کہا کہ میں نے تجھے اسی واسطے دلوایا تھا تا کہ تو اسے میرا سمجھ کر میری طرف سے قبضہ کر لے اور وہ محتال کہے کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے وہی روپیہ دلوایا ہے جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس صورت میں قسم کے ساتھ محیل کا قول مانا جائے گا۔

ہنڈی کا حکم ✻ سفاتج مکروہ ہے اور سفتجہ اس قرض کو کہتے ہیں کہ جس کا دینے والا رستہ کے خوف سے امن میں ہو جائے۔

فائدہ: سفتجہ قریب قریب ہنڈی کے ہے کیونکہ ہنڈی بھی ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجتے ہیں تو جہاں سے ہنڈی آتی ہے وہاں روپیہ داخل کرنے والا گویا قرض دینے والا ہے اور وہ راستہ کے خوف سے بےفکر ہو جاتا ہے۔ بلکہ دوسرے شہر میں جا کر اس ہنڈی کے ذریعہ سے روپیہ وصول کر لیتا ہے۔ اور یہ مکروہ تحریمی ہے اور اسی حکم میں منی آرڈر ہے۔

کتاب الصُّلح

صلح کا بیان

صلح کی قسمیں ٭ ترجمہ: صلح تین طرح پر ہے۔ صلح مع اقرار، صلح مع انکار، صلح مع سکوت' اور صلح مع سکوت یہ ہے کہ مدعا علیہ نہ اقرار کرے اور نہ انکار کرے اور تینوں طرح صلح کرنا جائز ہے۔ پس صلح مع اقرار مال کے دعوے میں مال ہی کے ساتھ ہوتو اس میں ان امور کا اعتبار کیا جائے گا جن کا اعتبار فروختنی چیزوں میں کیا جاتا ہے۔

فائدہ: کیونکہ اس میں بیع کے معنی موجود ہیں اس لیے کہ بیع کے معنی یہ ہیں کہ مشتری و بائع دونوں کی رضامندی سے دونوں کے حق میں مال کا مال سے بدلہ ہو جائے۔ اور یہاں یہ صورت ہے اس لیے اگر زمین وغیرہ غیر منقولہ چیزوں پر صلح ہوگی تو ان میں شفعہ بھی جاری ہوگا اور وہ عیب کی وجہ سے واپس بھی ہو جائیں گی اور خیار شرط اور خیار رویت بھی رہے گا۔ اور علی ہذا القیاس۔ ہدایہ والنہایہ

ترجمہ: اور اگر مال سے کسی پر صلح ہوگی تو وہ مثل اجاروں کے سمجھی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس میں اجارہ کے معنی پائے جاتے ہیں پس اس میں وقت معین کرنا شرط ہوگا اور اس وقت اور مدت کے اندر ان دونوں میں سے ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جائے گی جیسا کہ اجارہ باطل ہو جاتا ہے اس لیے کہ یہ بھی اجارہ ہی ہے۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور جو صلح سکوت اور انکار سے ہو وہ مدعا علیہ کے حق میں قسم کا فدیہ دینے کے طور پر ہے۔

فائدہ: کیونکہ جس چیز کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے یہ مدعا علیہ اسے اپنی سمجھتا ہے۔ لہٰذا یہ دی ہوئی چیز اس کا بدلہ نہیں ہے اور چونکہ یہ جھگڑا اس کے ذمہ لگ گیا ہے اس لیے اس کا فدیہ دے کر اس سے چھوٹ جانا جائز ہے۔

: اور مدعی کے حق میں معاوضہ ہے۔

فائدہ: کیونکہ مدعی نے جس چیز کا دعویٰ کیا ہے اسے یہ اپنا حق سمجھتا ہے اور یہ چیز جس پر صلح ہوئی ہے اپنے اس حق کے بدلہ میں لیتا ہے لہٰذا یہ معاوضہ ہے۔

ترجمہ: اور اگر صلح مع انکار یا مع سکوت کسی گھر پر ہوئی تو اس میں شفعہ کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی گھر پر صلح مع اقرار ہوئی تو اس میں شفعہ جائز ہوگا اور اگر اقرار سے صلح ہوئی تھی پھر اس صلح کی چیز میں کوئی حصہ دار نکل آیا تو مدعا علیہ اس (حصہ دار کے) حصہ کے موافق (مدعی سے اپنا دیا ہوا) عوض واپس کر لے۔ اور اگر صلح انکار یا سکوت سے ہوئی تھی پھر اس متنازعہ فیہ کا کوئی حقدار نکل آیا تو مدعی اس عوض کو واپس کر دے اور پھر اس حق دار سے جھگڑے اور کوئی جزوی حصہ دار نکلا ہے تو اسی کے حصہ کے موافق واپس کر دے اور پھر اس حصہ کی مقدار میں اس حصہ دار سے نپٹ لے اور اگر کسی نے ایک مکان میں (اپنا حق ہونے کا) دعویٰ کیا اور اس کی تفصیل کچھ نہیں بیان کی پھر اس میں سے کسی چیز پر صلح ہوگئی بعد اس کے اس مکان کا کوئی جزوی حصہ دار نکل آیا تو یہ مدعی اس عوض میں سے کچھ واپس نہ کرے۔

فائدہ: کیونکہ جب اس نے تفصیل نہیں کی تو ہوسکتا ہے کہ اس کا دعویٰ اسی میں ہو جو اس حصہ دار کو دینے کے بعد باقی رہ گیا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب کوئی ایسے سارے ہی مکان کا حقدار نکل آئے تو اس وقت مدعا علیہ سے اپنا دیا ہوا لے لے گا۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور مال کے دعووں سے اور منافع سے اور جنایت عمد اور جنایت خطا سے صلح کر لینی جائز ہے اور حد کے دعویٰ سے جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے بندہ کا حق نہیں ہے اور دوسرے کے حق کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے پس اگر کسی نے زانی یا چور یا شراب خور کو پکڑا اور حاکم کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا اور اس ماخوذ نے کچھ مال پر صلح کر لی تا کہ یہ اسے چھوڑے تو یہ اصل باطل ہے اور اس لینے والے کو چاہیے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ واپس کر دے۔ (حاشیہ چلپی)

ترجمہ: اور اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کر دے (یعنی یہ کہے کہ یہ میری بیوی ہے اور وہ انکار کرتی ہے) پھر وہ عورت اسے کچھ مال دے کر اس سے صلح کر لے یہاں تک کہ یہ اس دعوے کو چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ خلع کے حکم میں ہوگی اور اگر کسی عورت نے کسی

مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا (کہ اس نے مجھ سے نکاح کر رکھا ہے) اور وہ مرد اسے کچھ دے کر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ مرد کا یہ روپیہ وغیرہ دینا دعویٰ چھڑانے کے لیے ہے پس اگر اس دعوے کے چھوڑنے کو عورت کی طرف سے فرقت کے لیے ٹھہرائیں تو فرقت میں روپیہ وغیرہ مرد نہیں دیا کرتا بلکہ عورت دیا کرتی ہے اور اگر اسے فرقت کے لیے نہ ٹھہرائیں تو فرقت پھر اس روپیہ کے بدلہ میں کوئی چیز نہیں لہٰذا یہ درست نہیں ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر ایک آدمی نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے۔ اور اس نے کچھ روپیہ اسے دے کر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے (یعنی جب کہ مدعا علیہ کا نسب معلوم نہ ہو) اور مدعی کے حق میں یہ مال کے بدلے آزاد کرنے کے حکم میں ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی چیز پر صلح ہو جو دوسرے کے ذمہ بطور قرض کے تھی تو اسے معاوضہ پر حمل نہ کریں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ مدعی نے اپنا حق کچھ لے لیا ہے اور کچھ چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار درہم (یا روپیہ) کھرے تھے اور اس نے پانچ سو کھوٹوں پر صلح کر لی تو جائز ہے۔

فائدہ: اور ان پانچ سو کو یہ نہ کہیں گے کہ ان ہزار کا معاوضہ ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ مدعی نے پانچ سو چھوڑ دیئے ہیں اور پانچ سو لے لیے ہیں۔

ترجمہ: اور یہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا اس نے اپنا کچھ حق اسے معاف کر دیا ہے۔ اور اگر وہ ایک ہزار مؤجل پر صلح کر لے تب بھی جائز ہے اور اس کا یہ مطلب ہوگا کہ گویا اس نے اپنے حق ہی میں مہلت دے دی ہے اور اگر وہ (انہی ایک ہزار روپیہ میں) ایک مہینے کی مہلت سے اشرفیوں پر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ مدعا علیہ کے ذمہ قرض کی اشرفیاں دینی لازم نہ تھیں اور نہ اس صورت کو حق کی مہلت دینے پر حمل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مدعی کا حق روپوں میں تھا نہ کہ اشرفیوں میں اور ان اشرفیوں کے معاوضہ ہونے کے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے اور یہاں معاوضہ ہو نہیں سکتا کیونکہ روپوں کو اشرفیوں سے ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس سے سود ہونا لازم آتا ہے۔ لہٰذا

یہ صلح درست نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور اگر کسی کے (دوسرے کے ذمہ) ایک ہزار روپیہ مؤجل تھے پھر وہ اسی وقت پانچ سو مل جانے پر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی کے ایک ہزار درہم سیاہ تھے پھر وہ پانچ سو سفید پر صلح کرنے لگے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے کسی سے صلح کرنے کے لیے دوسرے آدمی کو وکیل کر لیا اور اس نے صلح کر لی تو یہ صلح کا روپیہ وکیل کے ذمہ لازم نہ ہوگا اگرچہ وہ خود ہی اس کا ضامن (بھی) ہو گیا ہو بلکہ وہ روپیہ مؤکل پر لازم ہوگا۔

بلا اجازت صلح کرانے کا حکم ❋ اگر وکیل نے مؤکل کی طرف سے اس کی بلا اجازت کسی چیز پر صلح کر لی ہے تو اس کی چار صورتیں ہیں:

① اگر مال پر صلح کی اور خود ہی اس کا ضامن (بھی) ہو گیا تو یہ صلح پوری ہو جائے گی۔

② اگر یہ کہا کہ میں ان دو ہزار پر صلح کرتا ہوں یا اس غلام پر صلح کرتا ہوں تو یہ صلح (بھی) پوری ہو جائے گی اور غلام یا ان دو ہزار روپوں کا مدعی کے سپرد کر دینا اس کے ذمہ لازم ہوگا۔

③ اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار روپیہ پر صلح کرتا ہوں اور وہ ہزار روپیہ مدعی کے سپرد بھی کر دیئے تو یہ صلح بھی درست ہے۔

④ اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار روپیہ پر صلح کرتا ہوں اور وہ ہزار روپیہ مدعی کے حوالے نہیں کیے تو صلح موقوف ہے اگر مدعا علیہ نے اجازت دے دی تو ہو جائے گی اور ایک ہزار اس پر لازم آ جائیں گے اور اگر اجازت نہ دی تو صلح باطل ہو جائے گی۔

صلح کے متفرق مسائل ❋ اگر دو آدمیوں کا روپیہ ایک آدمی کے ذمہ تھا پھر ان میں سے ایک نے اپنے حصہ میں ایک کپڑے پر صلح کر لی تو اب دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے یہ اپنا نصف لینے کے لیے اسی کے سر ہو جائے جس کے ذمہ قرض ہے اور چاہے اپنے شریک سے نصف کپڑا لے لے۔ ہاں اگر اس کا شریک اس کے لیے چوتھائی روپیہ کا ضامن ہو گیا ہو اور اگر (ان دونوں میں سے) کوئی اپنے حصہ کا نصف روپیہ وصول کر چکا ہے تو اس کے دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ جو کچھ وہ وصول کر چکا ہے اسی میں شریک ہو جائے اور پھر دونوں باقی

روپیہ اس قرضدار سے وصول کرلیں اور اگر ان میں سے ایک نے اپنے حصہ کے روپیہ کا کچھ اسباب خرید لیا تو اس کے شریک کو اختیار ہے کہ چوتھائی روپیہ (اپنے حصہ کا) اس سے وصول کرے۔

اگر دو آدمیوں نے بدہنی کی پھر ان میں سے ایک نے اپنے حصہ کے راس المال پر صلح کرلی تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ صلح جائز ہے اور اگر ایک ترکہ چند ورثہ کا ہو پھر وہ اپنے میں سے ایک کو کچھ مال دے کر علیحدہ کردیں اور وہ ترکہ زمین یا اسباب تھا تو یہ صلح جائز ہے خواہ جو کچھ انھوں نے دیا ہے وہ تھوڑا یا بہت اور اگر ترکہ چاندی تھی اور انھوں نے اسے سونا دے دیا۔ یا (ترکہ) سونا تھا اور انھوں نے اسے چاندی دے دی تو یہ بھی جائز ہے خواہ ان کا دیا ہوا تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ اور اگر ترکہ سونا اور چاندی یا اور کچھ ہو اور وہ اس سے فقط سونے یا فقط چاندی پر صلح کرلیں تو یہ ان کا دیا ہوا اس کے حصہ سے زیادہ ہونا چاہیے جو اسی جنس میں ہوتا کہ اس کا حصہ اس کے برابر (اور اس کے مقابل) ہو جائے اور یہ زیادہ اس کے اس حصہ کے مقابلہ میں ہو جائے جو باقی میراث میں ہے۔

اگر ترکہ لوگوں پر قرض تھا اور سب حصہ داروں نے ایک حصہ دار سے اس شرط پر صلح کی کہ اس صلح کرنے والے کو وہ (یعنی تجھے ہم) قرض سے علیحدہ کردیں اور سارا قرض انہی کا ہو جائے گا تو یہ صلح باطل ہے اور اگر یہ شرط کرلی ہے کہ قرض داروں کو وہ اپنے حق سے بری کردے اور اپنا حصہ پھر ان وارثوں سے نہ لے تو یہ صلح جائز ہے۔

كتاب الهبة

ہبہ کا بیان

ترجمہ: ہبہ ایجاب وقبول سے درست ہوتا ہے اور قبضہ سے پورا ہو جاتا ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''لایجوز الهبة الامقبوضة'' یعنی موہوب لہٗ

کی ملک قبضہ کرنے کے بعد ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس پر تو سب کا اجماع ہے۔ کہ جواز ہبہ بدون قبضہ کے بھی ہو جاتا ہے اور ہبہ ایک چیز کے بخش دینے کو کہتے ہیں اور جو بخشے اسے واہب کہتے ہیں اور جس کے لیے بخشے اسے موہوب لہٗ اور وہ چیز موہوب کہلاتی ہے خواہ روپیہ پیسہ ہو یا کچھ اسباب وغیرہ ہو۔

ترجمہ: پس اگر موہوب لہٗ بغیر واہب کی اجازت کے اسی مجلس میں (موہوب پر) قبضہ کرلے تو جائز ہے اور اگر (اس مجلس سے) علیحدہ ہونے کے بعد قبضہ کرے تو جائز نہیں ہے ہاں اگر واہب نے قبضہ کرنے کی اسے اجازت دے دی ہو۔

ہبہ منعقد ہونے کی صورتیں ✻ ہبہ واہب کے اس طرح کہنے سے ہو جاتا ہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا یا بخش دیا یا عطا کیا یا یہ کھانا کھانے کے واسطے میں نے تجھے دے دیا۔ یا یہ کپڑا میں نے تیرا ہی کر دیا۔ یا یہ چیز میں نے عمر بھر کے واسطے تجھے دے دی یا اس جانور پر میں نے تجھے سوار کر دیا۔ جس وقت کہ اس سوار کرنے سے اس نے ہبہ کی نیت کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی ہبہ کی نیت کر لی ہوگی تو ہبہ ہو جائے گا ورنہ عاریۃً دینا قرار دیا جائے گا۔

ہبہ کی جائز و ناجائز صورتیں ✻ **ترجمہ:** اور جو چیز تقسیم ہو سکتی ہے اس کو بغیر تقسیم کیے اور دوسرے کی ملک اور غیر کے حقوق سے جدا کیے بغیر اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور جو مشترک تقسیم نہ ہو سکے اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

فائدہ: تقسیم نہ ہو سکنے سے یہ مراد ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد وہ بالکل فائدہ اٹھانے کے قابل نہ رہے مثلاً ایک غلام ہو یا ایک گھوڑا وغیرہ ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد اس سے اس قسم کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے جس قسم کا تقسیم ہونے سے پہلے ہوتا تھا۔ مثلاً کوئی چھوٹا سا گھر ہو چھوٹا سا حمام ہو یا کوئی چھوٹا کپڑا ہو۔ درمختار میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی مشترک چیز (مثلاً مکان وغیرہ) کا کچھ حصہ ہبہ کر دے تو یہ ہبہ فاسد ہے۔ پس اگر اس کو (ہبہ کرنے کے بعد) تقسیم کر دیا اور موہوب لہٗ کو سونپ دیا تو جائز ہے اور اگر کوئی آٹا گیہوں میں اور تیل تلوں میں ہبہ کرے تو یہ ہبہ (بھی) فاسد ہے اور اگر (گیہوں کو) پیس کر اس کے حوالہ کر دے تو یہ تب بھی جائز نہ ہوگا۔

فائدہ : کیونکہ ہبہ کرتے وقت تو آٹا موجود ہی نہ تھا۔ لہٰذا اب آٹا ہونے پر دوبارہ ہبہ کرنا چاہیے۔ (درمختار)

ترجمہ: اور اگر وہ چیز (جو ہبہ کی گئی ہے) موہوب لہٗ کے قبضہ میں (پہلے ہی سے) تھی تو ہبہ ہونے ہی سے وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ اس پر جدید قبضہ نہ کرے اور اگر باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے (یعنی نابالغ) کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو وہ لڑکا فقط ہبہ ہی ہونے سے اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر ایسے بچے کے لیے کسی غیر نے کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس پر اس کے باپ کے بدون قبضہ کیے وہ ہبہ پورا نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایک یتیم بچی کے لیے کوئی چیز ہبہ کی اور اس کی طرف سے اس کے پرورش کرنے والے نے اس چیز پر قبضہ کر لیا تو وہ ہبہ ہو جائے گا۔ اور اگر بچہ اپنی ماں کی گود میں تھا اور اس کی ماں نے اس کی طرف سے قبضہ کر لی تو تب بھی ہبہ درست ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بچہ کسی غیر کی گود میں تھا جو اس بچہ کی پرورش کرتا تھا اور اس نے اس بچہ کی طرف سے قبضہ کر لیا تو بھی یہ جائز ہے اور اگر لڑکا سمجھ دار تھا اور اس نے ہبہ پر خود ہی قبضہ کر لیا تب بھی جائز ہے اور اگر دو آدمی (اپنا مشترک) ایک مکان ایک آدمی کے لیے ہبہ کر دیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ایک آدمی دو آدمیوں کے لیے ہبہ کر دے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہبہ درست نہ ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ درست ہو جائے گا۔

فائدہ : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے درست نہ ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ کہ ایسی مشترک چیز کو جو تقسیم ہونے کے قابل ہو ان کے نزدیک ہبہ کرنا درست نہیں ہے۔

ہبہ واپس لینے کا حکم ✵ ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک اجنبی آدمی کے لئے کوئی چیز ہبہ کر دی تو اس کا پھیر لینا جائز ہے۔ لیکن اگر موہوب لہٗ نے اس کا کچھ معاوضہ دے دیا ہو یا اس میں اپنی کوئی چیز ملا لی ہو (جیسے ستو تھا اور اس نے اس میں اپنا گھی ملایا)۔ یا واہب اور موہوب لہٗ میں سے ایک مر گیا یا ہبہ موہوب لہٗ کی ملک سے (بیع کر دینے وغیرہ کے باعث) نکل گیا ہو تو ان سب صورتوں میں ہبہ واپس نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنے ذی رحم محرم (یعنی رشتہ دار) کے لیے کر دیا ہے تو اس کو واپس لینا ہرگز نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی چیز شوہر بیوی کو' بیوی شوہر کو ہبہ کر دے تو وہ بھی واپس نہیں ہو سکتی۔

هبہ بالمعاوضہ کا حکم ٭ جب موہوب لہٗ نے واہب سے کہا کہ اپنے ہبہ کا یہ عوض لے لو۔ یا اس کا بدلہ لے لو یا اس کے مقابلہ میں لے لو پھر واہب نے اس پر قبضہ کرلیا تو اب (ہبہ کو) واپس کرلینا ساقط ہو جائے گا (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر موہوب لہٗ کی طرف سے محض سلوک کرنے کے طور پر کسی اجنبی آدمی نے اس کا کچھ معاوضہ دے دیا تب بھی واپس کرلینا ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: کیونکہ معاوضہ دینا حق ہی کے ساقط کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اجنبی کی طرف سے بھی درست ہو جائے گا جیسے بدل خلع اور بدل صلح کا حکم ہے۔ جوہرۂ نیرہ

ترجمہ: اور اگر (موہوب لہٗ کے بدلہ دینے کے بعد) نصف ہبہ کا کوئی حق دار نکل آیا تو وہ (اپنے دیئے ہوئے میں سے) نصف بدلہ اور اگر نصف بدلہ کا کوئی مستحق نکل آیا تو وہ (واہب) ہبہ میں سے کچھ واپس نہ لے ہاں اگر باقی بدلے کو بھی لوٹا دے تو پھر اپنا سارا ہبہ پھیر سکتا ہے۔

فائدہ: اسی پر فتویٰ ہے لیکن اگر موہوب لہٗ نے ہبہ میں کوئی ایسی چیز ملا دی ہے تو پھر واہب اس ہبہ کو بھی نہیں پھیر سکے گا۔

ترجمہ: اور ہبہ کو واپس لینا درست نہیں ہے ہاں (واہب اور موہوب لہٗ) دونوں کی رضا مندی سے یا حاکم کے حکم کرنے سے (واپس لینا جائز ہے)۔ اور ہبہ کی ہوئی چیز (موہوب لہٗ کے پاس) تلف ہوگئی پھر اس کا کوئی مستحق نکل آیا اور اس نے موہوب لہٗ سے اس کا تاوان لے لیا تو یہ (موہوب لہٗ) واہب سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اور اگر کسی نے بشرط عوض کوئی چیز ہبہ کی تو دونوں عوضوں پر اکٹھا قبضہ ہونا شرط ہوگا۔ اور جب دونوں قبضہ کرلیں گے تو عقد (ہبہ) درست ہو جائے گا اور یہ ہبہ بیع کے حکم میں ہوگا۔ کہ عیب اور خیار رویت کی وجہ سے واپس ہو سکے گا اور اس (شفیع) کو شفعہ بھی پہنچے گا۔

ہبہ عمریٰ کا حکم ٭ عمریٰ جائز ہے معمَر لہٗ کے واسطے اس کی زندگی تک اور بعد اس کے مرنے کے اس کے وارثوں کے واسطے۔

فائدہ: عمریٰ بھی ہبہ کی قسم میں سے ہے کیونکہ عمریٰ کے یہ معنی ہیں کہ کوئی دوسرے سے یہ کہے کہ جب تک تو زندہ رہے میں نے اس مکان کو یا اور کچھ ہو تجھے مالک کر دیا اور جب تو مر جائے گا تو یہ میرا ہی ہو جائے گا۔ پس ہبہ میں پھر واپس ہونے کی شرط نہیں ہوتی اور عمریٰ میں یہ

شرط ہوتی ہے لیکن اس شرط کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور اس میں موہوب لہٗ کو معمرلہ کہتے ہیں اور اس چیز کو عمریٰ۔ پس یہ معمرلہٗ کی زندگی تک اسکی رہتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ہو جاتی ہے۔ کفایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ہبہ کی ایک اور قسم رقبیٰ ✽ ترجمہ: اور رقبیٰ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

فائدہ: رقبیٰ اسے کہتے ہیں کہ کوئی کہے کہ اگر میں تجھ سے پہلے مرجاؤں تو یہ چیز تیری ہے یا دو آدمی آپس میں اس طرح کہہ لیں۔ رقبیٰ رقوب سے مشتق ہے جس کے معنی انتظار کرنے کے ہیں۔ پس گویا وہ مالک کے مرنے کا انتظار کرے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے ایک لونڈی ہبہ کی اور اس کے حمل کو مستثنیٰ کرلیا تو (لونڈی کا) ہبہ درست ہو جائے گا اور (اس کے بچہ میں) استثناء کرنا باطل ہوگا اور صدقہ مثل ہبہ کے ہے اور بغیر قبضہ کئے درست نہیں ہوتا اور نہ ایسی مشترک چیز کو صدقہ کرنا جائز ہے۔ جو تقسیم نہ ہوسکتی ہو۔

فائدہ: یعنی بغیر تقسیم کئے صدقہ جائز نہیں ہے بلکہ تقسیم کرکے صدقہ کرے۔

ترجمہ: اور ایک چیز دو فقیروں پر صدقہ کر دینی جائز ہے اور صدقہ میں (جس پر صدقہ کیا ہے اس کا) قبضہ ہونے کے بعد پھیر لینا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ نذر (یعنی منت) مانی کہ میں اپنا مال صدقہ کروں گا تو اس پر اس قسم کے مال کا صدقہ کرنا لازم ہوگا کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں اپنی ملک کو صدقہ کردوں گا تو اس پر (اپنا) سارا مال صدقہ کر دینا لازم ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اس میں سے اس قدر رکھ لے جو تیرے اور تیرے بال بچوں کے خرچ کو کافی ہو اس وقت تک کہ تو اور مال کمالے اور جب تو اور مال کمالے تو جس قدر تو نے اپنے لئے رکھا اس کے برابر اور صدقہ کرنا۔

كتاب الوقف

وقف کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فقط وقف کرنے سے واقف کی ملک زائل نہیں ہوتی (بلکہ اس کا مالک واقف ہی رہتا ہے) ہاں اگر اس کی ملک زائل ہو جانے کا حاکم حکم دے دے

یا وہ (خود) اسے اپنے مرنے پر معلق کردے یعنی یہ کہہ دے کہ جب میں مرجاؤں تو میں نے اپنا مکان اتنے آدمیوں کے لئے وقف کردیا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقط کہنے ہی سے (اس کی ملک زائل ہوجاتی ہے)

فائدہ: یعنی خواہ وہ اپنے مرنے پر معلق کردے یا نہ کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وقف ان کے نزدیک بمنزلہ غلام آزاد کرنے کے ہے پس جیسے غلام آزاد ہوتے ہی آقا کی ملک سے نکل جاتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وقف کی ملک زائل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس وقف کا کسی کو متولی کرکے اس کے سپرد نہ کردے۔

وقف کسی کی ملکیت نہیں ہوتا ✻ جب ان (تینوں) کے اختلاف کے مطابق وقف ہو جائے تو وقف واقف کی ملک سے نکل جائے گا اور موقوف علیہ کے ملک میں داخل نہ ہوگا۔

فائدہ: موقوف علیہ اسے کہتے ہیں جس پر یعنی جس کے لئے وقف کیا گیا ہو۔ پس اگر وقف اس کی ملک میں داخل ہو جائے تو اسے اس کا بیچنا وغیرہ سب جائز ہوگا۔ مگر چونکہ اس کی ملک میں داخل نہیں ہوتا اس لئے نہ اسے اس کو بیچنا جائز ہے اور نہ ہبہ کرنا اور نہ رہن کرنا۔ جوہرہ

ترجمہ: اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشترک شئے کا وقف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی جو شئے تقسیم ہوسکتی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ شرح وقایہ

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

وقف کی صحیح صورت ✻ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقف اس وقت پورا ہوتا ہے کہ واقف وقف کا آخر ایسی طرح کرے جو کبھی منقطع نہ ہو۔

فائدہ: کیونکہ وقف سے مقصود اس کو ہمیشہ کے لئے رکھنا ہے لہٰذا واقف اس طرح کہے کہ مثلاً میں نے اپنی یہ زمین فلاں کی اولاد میں نسل در نسل کے لئے وقف کردی۔ پس اگر اتفاق سے وہ نسل ختم ہوجائے تو اس وقف کا غلہ مساکین کے لئے ہوگا۔ کیونکہ مساکین کا اثر کبھی ختم نہیں ہوتا اور اگر یوں نہیں کہا تو وقف درست نہ ہوگا۔ جوہرہ

: اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر وقف میں واقف نے ایسی جہت کا نام لیا جو

منقطع ہو جائے تب بھی وقف درست ہے اور وہ بعد اس جہت (یعنی لوگوں کے) فقیروں کے لئے ہو جائے گا۔ اگرچہ اس نے ان کا نام لیا ہو۔ اور زمین کو وقف کرنا جائز ہے اور ایسی چیز کو وقف کرنا جائز نہیں ہے جو منقول ہوتی اور بدلتی ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے ایک زمین مع بیلوں و کمیروں کے وقف کر دی اور وہ کمیرے اس کے غلام تھے تو یہ وقف جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہتھیار وغیرہ وقف کرنا جائز ہے۔

احکام وقف ✻ اور جب وقف ہو جائے تو پھر اس کا بیچنا اور کسی اور کو اس کا مالک بنا دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ مشترک ہو اور شریک اسے تقسیم کرانا چاہے تو اسے تقسیم کر دینا درست ہے۔

فائدہ: اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ ان کے نزدیک مشترک چیز کو وقف کرنا جائز ہے اور طرفین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور واجب (وقف میں) یہ ہے کہ پہلے وقف کے حاصل (اور منافع) کو اس کی مرمت میں صرف کیا جائے خواہ وقف کرنے والے نے یہ شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔ یا نہ لگائی ہو۔ اور اگر کسی نے کوئی مکان اپنی اولاد کے رہنے کے لیے وقف کر دیا تو یہ جائز ہے اور اس کی مرمت اسی کے ذمہ ہے جو اس میں رہے۔ پس اگر وہ رہنے والا مرمت نہ کرائے یا تنگدست ہو تو اس مکان کو حاکم کرایہ پر دے دے اور اس کے کرایہ (کی آمدنی) سے اسے مرمت کرا دے اور جب اس کی مرمت ہو جائے تو پھر اسی کو دے دے جس کے لیے اس میں رہنا وقف کیا گیا ہے اور اگر وقف مکان کی کوئی دیوار وغیرہ گر جائے تو حاکم اس کے بدلے کو اسی وقف کی مرمت میں صرف کرے اگر ضرورت ہو اور ضرورت نہ ہو تو اسے (حفاظت سے) رکھ لے۔ یہاں تک کہ جب اس کی مرمت کی ضرورت ہو تو اسے اسی میں صرف کر دے اور اسے مستحقین وقف میں تقسیم کر دینا جائز نہیں ہے۔

اگر وقف (زمین) کے غلہ کو وقف کرنے والا اپنے لیے (وقف) کرے یا اس کا متولی خود ہی رہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے مسجد بنائی تو وہ (بن جانے کے بعد بھی) اسی کی ملک رہے گی

یہاں تک کہ وہ (خود) اسے مع اس کے راستہ کے اپنی ملک سے جدا کر دے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے پس جب اس میں ایک آدمی (بھی) نماز پڑھ لے گا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کی ملک سے اس وقت نکلے گی جب وہ خود یہ کہہ دے کہ میں نے اسے مسجد کر دیا اور اگر کسی نے مسلمان کے لیے کوئی سقایہ یا مسافر خانہ یا آمد و رفت کے لیے کوئی مکان بنایا یا اپنی زمین قبرستان کے لیے وقف کر دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی ملک رہے گی۔ یہاں تک کہ اس کے وقف ہونے کا حاکم حکم کر دے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کے کہنے ہی سے اس کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس سقایہ سے لوگوں نے پانی پی لیا اور اس مسافر خانہ اور اس مکان میں لوگ ٹھہرنے لگے اور اس قبرستان میں دفن کرنے لگے تو اس کی ملک سے خارج ہو جائے گی۔

کتاب الغصب

مسائل غصب کا بیان

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مثلی چیز غصب کر لی اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئی تو اس کے ذمہ اس کے مثل تاوان دینا لازم ہوگا اور اگر وہ مثلی نہیں تھی تو اس کے ذمہ اس کی قیمت دینی لازم ہوگی۔

فائدہ: غصب کے معنی چھیننے کے ہیں اور غاصب چھیننے والے کو کہتے ہیں۔ اور مغصوب چھینی ہوئی چیز کو خواہ کچھ ہی ہو۔

ترجمہ: اور غاصب پر اس عین مغصوب کو واپس کر دینا واجب ہے اور اگر غاصب نے اس کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو حاکم اسے قید کر دے یہاں تک کہ یہ یقین ہو جائے کہ اگر وہ اس کے پاس ہوتی تو یہ اسے ضرور ظاہر کر دیتا پھر اس کا بدلہ دینے کا اس پر حکم کر دے اور غصب ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منقول ہو سکیں۔ (جیسے چوپائے اور کپڑا وغیرہ) اور اگر کسی نے کوئی زمین غصب کر لی پھر وہ اس کے پاس تلف ہو گئی۔

فائدہ: زمین کا تلف ہونا یہ ہے کہ وہاں پر کوئی دریا آ گیا یا اس میں کھائی پڑ گئی اور کسی طرح کا نقص آ گیا۔

ترجمہ: تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے غاصب پر تاوان نہیں ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر غاصب کے کچھ کرنے یا وہاں رہنے سے اس زمین میں کچھ نقصان ہو جائے تو اس کا تاوان تینوں اماموں کے نزدیک واجب ہو گا۔ اور جب (منقولی) مغصوب چیز غاصب کے ہاتھ سے (یعنی اس کے پاس) تلف ہو گئی خواہ اس نے (کچھ اس میں) کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس پر اس کا تاوان لازم ہے اور اگر اس کے پاس کچھ اس میں نقصان آ گیا ہے تو اس نقصان کا تاوان لازم ہے اور اگر کسی نے (کسی کی) ایک بکری بغیر اجازت اس کے مالک کے ذبح کر ڈالی تو اب اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے وہ اس بکری کی قیمت اس سے لے لے اور یہ بکری غاصب کو دے دے اور چاہے اس بکری کو بھی لے لے۔ اور اس کے نقصان کا اس سے تاوان لے لے اور اگر کسی نے کسی کا تھوڑا سا کپڑا پھاڑ دیا تو وہ اس کے نقصان کا ضامن ہو گا (اور وہ کپڑا مالک کا رہے گا) اور اگر بہت پھاڑ دیا ہے کہ اب وہ کام میں نہیں آ سکتا تو اس کے مالک کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی پوری قیمت کا اس سے تاوان نہ لے لے اور اگر غاصب کے فعل سے عین مغصوب ایسی بدل جائے کہ نہ اس کا وہ نام رہے (کہ جو غصب کرنے سے پہلے تھا) اور نہ اس سے اس کا اعلیٰ درجہ کا فائدہ حاصل ہو تو وہ اپنے مالک کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور غاصب اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس کا تاوان دے گا اور جب تک غاصب اس کا بدلہ ادا نہ کر دے گا تو اس کو اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہو گا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً کسی نے ایک بکری غصب کر کے اسے ذبح کر ڈالا اور اس کے گوشت کے کباب کر لیے یا ویسے پکا لیا یا گیہوں غصب کیے ان کو پیس لیا۔ یا لوہا غصب کر کے اس کی تلوار بنالی۔ یا تانبا غصب کر کے اس کے برتن بنوا لیے اور یا کسی نے چاندی یا سونا غصب کر کے اس کے روپیہ یا اشرفیاں یا برتن بنوا لیے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اپنے مالک کی ملک سے نہیں نکلیں گے (صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے) اور اگر کسی نے کوئی ساکھو غصب کر کے (اسے دروازے پر رکھ لیا اور) اس پر

دیوار بنالی تو اس سے اس کے مالک کی ملک زائل ہو جائے گی اور غاصب پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگی اور اگر کسی نے کچھ زمین غصب کر کے اس میں باغ لگالیا یا مکان بنالیا تو اس سے کہا جائے گا کہ اپنے درختوں اور دیواروں کو اکھاڑ لے اور یہ زمین خالی کر کے اس کے مالک کے حوالہ کر دے اور اگر ان کے اکھیڑنے سے زمین میں کچھ نقصان آتا ہو تو مالک کے لیے جائز ہے کہ ان درختوں و دیواروں کے اکھیڑے ہوؤں کی قیمت غاصب کو دے دے (پھر وہ درخت اور دیواریں اس کی ملک ہو جائیں گی) اور اگر کسی نے ایک کپڑا غصب کر کے اسے سرخ رنگ لیا یا ستو غصب کر کے اس میں گھی (وغیرہ) ملا لیا تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے اس غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ویسا ہی ستو لے لے اور وہ (کپڑا اور ستو) غاصب کو دے دے اور چاہے انہی دونوں کو لے لے اور جو رنگ اور گھی وغیرہ ان (دونوں) میں زیادہ ہوا ہے اس کا معاوضہ دے دے اور اگر کسی نے کوئی چیز غصب کر کے اسے غائب کر دیا۔ پھر مالک نے اس سے اس کی قیمت لے لی تو قیمت دے کر اس کا مالک ہو جائے گا اور قیمت میں غاصب کا قول معتبر ہوگا۔ اس کی قسم کے ساتھ۔ ہاں اگر مالک اس قیمت سے زیادہ قیمت ہونے پر کوئی گواہ پیش کر دے (تو مالک ہی کا قول مانا جائے گا) پھر (اگر مالک کے قیمت لینے کے بعد) وہ چیز ظاہر ہوگئی اور اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے جو مالک نے تاوان کے طور پر لے لی تھی حالانکہ وہ قیمت خود مالک ہی کے کہنے سے یا اس کے گواہ کی گواہی دینے سے یا غاصب کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے مالک نے لی تھی تو اب اس مالک کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اب وہ غاصب ہی کی ہے۔

یعنی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ اب اس کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے غاصب سے اور کچھ وصول کرنے لگے کیونکہ غاصب اس کی رضامندی سے اس چیز کا مالک ہو چکا ہے اس لیے کہ جتنی قیمت کا مالک نے دعویٰ کیا تھا وہ ادا کر چکا (جوہرہ)

ترجمہ: اگر مالک نے وہ قیمت غاصب کے کہنے سے یا اس کی قسم کے موافق لی تھی۔ تو اب مالک کو اختیار ہے چاہے اس قیمت ہی کو رکھے اور چاہے (اپنی) اس چیز کو لے لے اور وہ (لیا ہوا) عوض واپس کر دے۔ اور مغصوبہ (لونڈی اور بکری وغیرہ) کا بچہ اور اس کی بڑھوتری اور

مغصوب باغ کا پھل غاصب کے پاس امانت کے طور پر رہے گا اور اگر اس کے پاس (خود بخود ہی) تلف ہو جائے تو اس پر تاوان نہ ہوگا ہاں اگر اس میں اس نے کچھ تعدی کی ہو یا مالک نے مانگا ہو اور اس نے نہ دیا ہو (تو اس پر تاوان لازم ہوگا) اور اگر بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے لونڈی میں کچھ نقصان آ جائے تو وہ نقصان غاصب کے ذمہ ہوگا۔ پس اگر بچہ کی قیمت سے وہ نقصان پورا ہو سکتا ہے تو اسی سے اس کو پورا کر دیا جائے گا اور غاصب کے ذمہ) سے اس کا تاوان ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ایک لونڈی پانچ سو روپیہ کی تھی اور جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کی قیمت چار سو روپیہ رہ گئی اور سو روپیہ کی قیمت کا وہ بچہ بھی ہے تو اس صورت میں یہ دونوں اصل مالک کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور غاصب کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور اگر وہ بچہ اتنی قیمت کا نہیں ہے کہ جس سے اس کی ماں کی قیمت پوری ہو جائے تو اس کمی کا ضامن غاصب ہوگا۔ (کذافی العنایہ)

ترجمہ: اور غاصب مغصوب کے منافع کا ضامن نہیں۔ ہاں اگر اس کے استعمال سے کچھ نقصان آ جائے تو اس نقصان کا وہ تاوان دے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب یا سور کو تلف کر دے تو ان دونوں کی قیمت کا وہ ضامن ہوگا اور اگر یہ دونوں کسی مسلمان کی تھیں اور مسلمان ہی تلف کر دیں تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

کتاب الودیعة

ودیعت وامانت کا بیان

لغت میں ودیعت کے معنی چھوڑنے کے ہیں اور شریعت میں ودیعت کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کو حفاظت کے لیے ایسے شخص کے پاس رکھ دیں جو قابل تصرف ہو باوجودیکہ وہ چیز مالک ہی کی ملک کے حکم میں رہتی ہے۔

ودیعت وامانت میں فرق ✻ ودیعت اور امانت میں یہ فرق ہے کہ ودیعت تو قصداً

حفاظت کے لیے دی جاتی ہے اور امانت اس چیز کو کہتے ہیں جو بلا قصد کسی کے پاس آ جائے۔ مثلاً ہوا سے کوئی کپڑا اڑ کے کسی کی گود میں آ پڑے اور ودیعت کا حکم یہ ہے اگر وہ چیز اتفاق سے مالک کے پاس پہنچ جائے تو مودع یعنی جس کے پاس ودیعت رکھی ہے اور جسے امین بھی کہہ دیتے ہیں اس کے ضمان سے بری ہو جائے گا۔ اور امانت کو جب تک کہ خود امانتدار مالک کے حوالے نہ کرے وہ اس وقت تک بری نہیں ہوتا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی ہے اگر اس کے پاس تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا (یعنی اس سے تاوان نہ لیا جائے گا) اور مودع کو اختیار ہے کہ یا تو اس کی وہ خود حفاظت کرے اور یا اپنے گھر کے آدمیوں سے کرائے اور اگر اس نے اپنے گھر کے آدمیوں کے سوا اور کسی سے حفاظت کرائی یا کسی کے پاس ودیعتاً رکھ دی (اور وہ تلف ہو گئی) تو یہ ضامن ہوگا۔ ہاں اگر اس کے گھر میں آگ لگ جائے اور اس وجہ سے وہ اپنے ہمسایہ کے پاس رکھ دے یا وہ (مودع یعنی امین) کشتی میں تھا اور وہ کشتی ڈوبنے لگی تو اس ودیعت کو اس نے دوسری کشتی میں پھینک دیا (اور وہ تلف ہو گئی تو یہ ضامن نہ ہوگا) اور اگر مودع نے ودیعت اپنے مال میں اس طرح ملائی کہ علیحدہ نہیں ہو سکتی تو اس کا وہ ضامن ہوگا۔ یعنی (اس کا تاوان دے گا) اور اگر ودیعت والے نے اپنی ودیعت مانگی اور مودع نے نہیں دی حالانکہ وہ دے سکتا تھا (اور پھر تلف ہو گئی) تو اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر ودیعت مودع کے مال میں بغیر اس کے کچھ کیے مل گئی تو اس میں مودع اور مالک ودیعت دونوں شریک ہو جائیں گے اور اگر مودع نے تھوڑی سی ودیعت خود خرچ کر لی اور باقی تلف ہو گئی تو جس قدر اس نے خرچ کی ہے اس کا تاوان دے گا اور اگر مودع نے کچھ ودیعت اپنے خرچ میں لگا دی اور پھر اتنی ہی لے کر باقی میں ملا دی (پھر وہ تلف ہو گئی) تو یہ ساری کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی جو خرچ کر لی تھی اس کا ضامن خرچ ہی کرنے کی وجہ سے ہوگا اور باقی کا اس ملا دینے کی وجہ سے (کذا فی الدر المختار)

ترجمہ: اور اگر مودع نے ودیعت میں کچھ تعدی کی مثلاً ودیعت میں کوئی جانور (گھوڑا وغیرہ) تھا اور اس نے اس پر سواری کی۔ یا کپڑا تھا وہ اس نے پہن لیا۔ یا (ودیعت میں) غلام

تھا اور اس نے اس سے خدمت لی یا کسی اور کے پاس ودیعتاً رکھ دی اور پھر وہ تعدی موقوف کر دی اور دوسرے کے پاس سے لے کر پھر اپنے پاس رکھ لی (پھر وہ تلف ہوگئی) تو یہ اس کا دیندار نہ ہوگا اور اگر صاحب ودیعت نے اس سے مانگی اور اس نے دینے سے انکار کر دیا (اور وہ تلف ہوگئی) تو یہ دیندار ہوگا اور اگر اقرار بھی کر لیا تو تاوان سے بری نہ ہوگا اور مودع کو ودیعت سفر میں لے جانی جائز ہے اگر چہ اس میں بوجھ اور تکلیف ہو۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے کہ مالک ودیعت نے سفر میں لے جانے سے منع نہ کیا ہو۔

سفر میں لے جانے کی تین صورتیں ❋ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ودیعت ایسی وزنی نہیں ہے کہ جس میں بار برداری کی ضرورت ہو اور راستہ بے خوف ہے تو اس صورت میں بالاتفاق لے جانی جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ودیعت وزنی ہے اور راستہ بھی بے خوف نہیں ہے تو اس صورت میں لے جانی بالاتفاق جائز نہیں۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ امانت وزنی ہے اور راستہ بے خوف ہے تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لے جانی جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کے پاس کچھ ودیعت رکھی پھر ان میں سے ایک آکر اپنا حصہ مانگنے لگا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب تک دوسرا (حصہ والا) نہ آجائے مودع اسے نہ دے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کا حصہ اسے دے دے اور اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے پاس ایسی کوئی چیز ودیعت رکھی جو تقسیم ہو سکتی ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں سے ایک ساری دوسرے کے پاس رکھ دے بلکہ یہ دونوں اسے تقسیم کر لیں پھر ہر ایک اپنے اپنے نصف کی حفاظت کرے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جو تقسیم نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں جائز ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کی اجازت سے (اس ساری کی) حفاظت کرے اور اگر صاحب ودیعت نے مودع سے یہ کہا کہ یہ ودیعت تم اپنی بیوی کے پاس نہ رکھنا اور اس نے اس کے پاس رکھ دی (اور وہ تلف ہوگئی) تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے یہ کہا کہ اس ودیعت کو تم اسی کوٹھری میں رکھنا اور مودع نے اس مکان کی دوسری کوٹھری میں رکھ دی تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر دوسرے مکان میں رکھ دی ہے تو ضامن ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حفاظت وغیرہ میں دو مکانوں کا حکم مختلف ہوتا ہے کہ کوئی زیادہ محفوظ ہوتا ہے اور کوئی کم ہوتا ہے ہاں اگر اس حکم میں دونوں برابر ہوں یا دوسرا پہلے سے بھی زیادہ ہو تو ودیعت رکھنے والے کے ذمہ تلف ہونے سے تاوان نہ آئے گا۔ (جوہرہ)

کتاب العاریة

مانگی ہوئی چیز کا بیان

ترجمہ: عاریت جائز ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کے منافع کا مالک کر دینے کو عاریت کہتے ہیں۔

عاریت کے الفاظ ❋ وہ ان الفاظ کے کہنے سے درست ہو جاتی ہے کہ میں نے تجھے مانگے دے دی یا یہ زمین میں نے تجھے کھانے کے لیے دے دی یا یہ کپڑا میں نے تجھے بخش دیا یا یہ جانور میں نے تجھے سواری کے لیے دے دیا جس وقت کہ اس سے ہبہ کی نیت نہ کی ہو۔

فائدہ: یعنی اخیر کے دو لفظوں میں سے ہر ایک سے کیونکہ یہ دونوں لفظ اس چیز کا مالک بنا دینے کے لیے آتے ہیں اور جب ان سے ہبہ مراد نہ ہوگا تو مجازاً عاریت پر حمل کر لیے جائیں گے۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور یہ غلام میں نے تجھے خدمت (لینے) کے لیے دے دیا۔ یا میرا گھر تیرے رہنے کے لیے ہے یا میرا گھر تیرے عمر بھر رہنے کے لیے ہے۔ اور عاریت دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے اسے واپس لے لے اور عاریت مستعیر کے پاس (یعنی جسے عاریت دی گئی ہے) امانت (کے طور پر) ہوتی ہے۔ اگر بغیر اس کی تعدی کے تلف ہو جائے تو اس پر تاوان واجب نہیں ہوگا اور مستعیر کو یہ جائز نہیں ہے کہ جو اس نے عاریتاً لی ہے اسے کرایہ پر دے دے اور اگر اس نے کرایہ پر دے دی اور وہ تلف ہو گئی تو اسے تاوان دینا پڑے گا اور اسے عاریت دینا جائز ہے۔ اس وقت کہ وہ چیز ایسی ہو کہ دوسرے کے استعمال کرنے سے اس میں کچھ فرق نہ آتا ہو اور درہم و دنانیر (یعنی روپیہ اشرفیوں) اور کیلی اور وزنی چیزوں کو عاریت دینا قرض

ہے۔(عاریت نہیں ہے)

فائدہ: کیونکہ عاریت دینا منافع کا مالک کر دیتا ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان کے خرچ کیے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لیے ان میں عاریت نہیں ہوسکتی۔(جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص زمین کو اس لیے عاریتاً لے تا کہ اس میں مکان بنائے یا باغ لگائے تو جائز ہے۔ اور جس نے عاریت دی ہے اسے پھر واپس لے لے جائز ہے اور یہ اس سے کہہ دے کہ وہ دیواروں اور درختوں کو اکھیڑ ے۔ پس اگر اس نے عاریت کا کوئی وقت معین نہیں کیا تھا (یعنی یہ نہیں کہا تھا کہ اتنے دنوں میں اسے واپس لے لوں گا) تو اس کے ذمہ کچھ تاوان نہیں ہے اور اگر وقت معین کر دیا تھا اور اس وقت سے پہلے لینے لگا تو دیواروں اور درختوں کے اکھیڑنے سے جو نقصان ہوگا اس کا معیر مستعیر کے لیے ضامن ہوگا (یعنی جس نے عاریتاً دی تھی وہ جبر نقصان اس کو دے گا جس نے عاریتاً لی تھی) اور عاریت کے واپس پہنچانے کی مزدوری مستعیر کے ذمہ ہے۔

فائدہ: یعنی اگر وہ عاریت ایسی ہے کہ قلی کے ذریعہ سے مالک کے مکان پر پہنچتی ہے تو اس قلی کی مزدوری عاریتاً لینے والے کے ذمہ ہے۔

ترجمہ: اور جو چیز کرایہ پر دی گئی ہو اس کے واپس پہنچانے کی مزدوری کرایہ پر دینے والے کے ذمہ ہے۔ مغصوبہ چیز کے واپس پہنچانے کی مزدوری غاصب کے ذمہ ہے اور ودیعت واپس پہنچانے کی مزدوری ودیعت رکھنے والے کے ذمہ ہے (یعنی مالک کے ذمہ جس نے دوسرے کے پاس ودیعت رکھی تھی) اور اگر کسی نے ایک گھوڑا عاریتاً لیا اور پھر اس گھوڑے کو اس کے مالک کے اصطبل میں پہنچا دیا۔ وہاں جا کر وہ مر گیا تو یہ ضامن نہ ہوگا اور اگر کسی نے کوئی چیز (یعنی برتن وغیرہ) عاریتاً لی اور (پھر) وہ مالک کے گھر پہنچا دی اور اس کے سپرد نہیں کی (اور وہ تلف ہوگئی) تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر ودیعت کو (اس کے) مالک کے پاس پہنچا دی (اور اس کے سپرد نہیں کیا) اور وہ تلف ہوگئی تو ودیعت رکھنے والا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم

کتاب اللقیط

لاوارث بچہ کا بیان

فائدہ: لغت میں لقیط ایک گری ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور شرع میں لقیط اس زندہ بچہ کا نام ہے جس کو فقر و فاقہ کے ڈر سے پھینک دیا ہو کہ اس کے ہونے سے اور خرچ بڑھ جائے گا۔ یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لیے پھینک دیا ہو۔ عینی نے اسی طرح لکھا ہے اور جوہرہ میں کہا ہے کہ اگر کوئی بچہ شہر میں پڑا ہوا ملا ہے تو اس کو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر جنگل میں ہے تو اسے اٹھا لینا واجب ہے کیونکہ اس میں اس کی زندگی ہے ورنہ وہ وہاں پڑا ہوا مر جائے گا۔

ترجمہ: لقیط آزاد ہوتا ہے اور اس کے کھانے وغیرہ کا خرچ بیت المال سے اٹھایا جائے گا اور اگر لقیط کو کسی نے اٹھا لیا ہے تو اور کسی کو اس سے لینے کا اختیار نہیں ہے پھر اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس کا قول مع اس کی قسم کے معتبر ہوگا۔ اور اگر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ہے اور ان میں سے ایک نے بدن میں کوئی علامت بیان کی تو اس (کے لینے) کا زیادہ حقدار یہی ہوگا اور اگر لقیط مسلمانوں کے شہر میں ملا ہے یا ان کے کسی گاؤں میں سے ملا ہے پھر ایک ذمی نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس بچہ کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا (یعنی یہ اس کا بیٹا قرار دیا جا کر اس کا وارث سمجھا جائے گا) اور وہ بچہ مسلمان ہوگا۔ اور اگر ذمیوں کے گاؤں میں سے ملا ہے یا کسی مندر یا گرجا میں سے ملا ہے تو وہ ذمی ہوگا (یعنی اسے ذمی قرار دیں گے) اور اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا غلام یا میری لونڈی ہے تو اس کا یہ کہنا نہیں سنا جائے گا اور وہ بچہ آزاد رہے گا۔ اور اگر کسی غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا لڑکا ہے تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ آزاد ہی رہے گا۔ اور اگر لقیط کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ملے تو وہ لقیط ہی کا ہوگا اور لقیط کے اٹھانے والے کو (اگر وہ لقیط لڑکی ہے) تو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے مال میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس کے واسطے (یعنی اس کی طرف سے) ہبہ پر قبضہ کر لینا جائز ہے کہ کوئی پیشہ سیکھنے کے لیے اسے کسی پیشہ ور کے سپرد کر دے اور اس سے مزدوری کرائے۔

کتاب اللقطة

گری پڑی چیز کا بیان

فائدہ: لقطہ اس کو کہتے ہیں جو کوئی چیز پڑی ہوئی مل جائے۔

ترجمہ: لقطہ پانے والے کے پاس امانت (کے طور پر) ہوتا ہے جب کہ وہ اس پر کسی کو گواہ کر لے کہ میں اس چیز کو حفاظت سے رکھنے یا اس کے مالک کے پاس پہنچا دینے کے لیے اٹھاتا ہوں۔ پس اگر وہ دس درہم سے کم (قیمت) کی ہے تو چند روز اس کی تشہیر کرے (یعنی یہ کہتا پھرے کہ یہ کس کی ہے تاکہ اس کا مالک معلوم ہو جائے) اور اگر دس درہم یا اس سے بھی زیادہ کی ہے تو اس کی تشہیر پورے سال بھر تک کرے۔ اگر اس کا مالک آ جائے (تو فبہا) اسے دے دے ورنہ اسے خیرات کر دے اور اگر اس کے خیرات کر دینے کے بعد اس کا مالک آیا تو اس مالک کو اختیار ہے چاہے اس خیرات کو بدستور رکھے اور چاہے اس اٹھانے والے سے تاوان لے لے۔

فائدہ: اگر اس نے تاوان لے لیا تو اس نے جسے خیرات دی تھی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہاں اس کا ثواب اسے ہوگا۔

ترجمہ: بکری گائے اونٹ میں بھی لقطہ ہونا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی اگر ان میں سے کوئی گم ہوئی کسی کو مل جائے تو اسے پکڑ لینا جائز ہے لیکن یہ حکم ایسے موقع کا ہے کہ جہاں ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً اس جنگل میں شیر آتا ہو یا شہر میں ہیں اور وہاں چور آتے ہوں اور اگر اس قسم کا خوف نہیں ہے تو پھر سوائے بکری کے اوروں کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اگر اس پائی ہوئی (بکری وغیرہ) پر پانے والے نے حاکم کی بغیر اجازت کے کچھ خرچ کر دیا ہے (یعنی کھلا پلا دیا ہے تو یہ مالک سے) واپس نہیں لے سکتا اور اگر حاکم کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو اس کے مالک کے ذمہ دین ہوگا۔ اور یہ مقدمہ حاکم کے ہاں جائے تو وہ اس

میں غور کرے اگر وہ چوپایہ کچھ فائدہ کا ہے تو اسے کرایہ پر دے دے اور کرایہ ہی میں سے اس پر خرچ کرے اور اگر فائدہ کا نہیں ہے اور یہ ڈر ہے کہ اس کا خرچ اس کی قیمت کو بھی لے ڈوبے گا تو (خود) حاکم اسے بیچ دے اور اس کی قیمت حفاظت سے رکھوا دے اور اگر اس کو کھلانے پلانے ہی میں کچھ زیادہ مصلحت (اور فائدہ) ہے تو اس کی اجازت دے دے اور اس خرچ کو اس کے مالک کے ذمہ دین قرار دے دے۔ پھر جس وقت اس کا مالک آئے تو اس پانے والے کو جائز ہے کہ جب تک اس سے وہ خرچہ وصول نہ کر لے وہ چوپایہ نہ دے۔ زمین حل اور زمین حرم کا لقطہ برابر ہے۔ اور جب کوئی آدمی آ کر یہ دعویٰ کرے کہ یہ لقطہ میرا ہے تو جب تک وہ اس کے گواہ پیش نہ کر دے اس کو نہ دیا جائے پھر اگر وہ اس کی علامت بتلا دے تو پانے والے کے لیے اس کا دینا جائز ہے۔

فائدہ: علامت سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ روپے ہیں تو ان کی تعداد بتلا دے کہ اتنے روپے اور ایسے ہیں اور اگر جانور ہے تو اس کے پاؤں وغیرہ کا رنگ بتلا دے۔

ترجمہ: اور واپس دینے میں اس پر جبر کیا جائے اور لقطہ بطور صدقہ کے مالدار کو نہ دے اور اگر پانے والا مالدار ہے تو اسے اس لقطہ سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اور اگر فقیر ہے تو فائدہ اٹھانے میں کچھ حرج نہیں ہے اور جب پانے والا خود مالدار ہے تو اسے اپنے باپ اور بیٹے اور ماں اور بیوی پر وہ لقطہ صدقہ کر دینا جائز ہے جس وقت کہ وہ فقیر ہوں۔

کتاب الخنثیٰ

خنثیٰ کا بیان

ترجمہ: اگر کسی بچہ کے فرج اور ذکر دونوں ہوں تو وہ خنثیٰ ہے پھر اگر وہ ذکر سے پیشاب کرتا ہے تو لڑکا (یعنی مرد کے حکم میں ہے) اور اگر فرج سے کرتا ہے تو لڑکی (یعنی عورت کے حکم میں) ہے اور اگر (فرج و ذکر) دونوں ہیں اور ایک راستہ سے پیشاب پہلے نکلتا ہے تو اس کو پہلے ہی طرف منسوب کیا جائے گا۔

فائدہ: یعنی اگر پیشاب ذکر سے پہلے آتا ہے تو مرد ہوگا اور اگر فرج سے پہلے نکلتا ہے تو عورت ہوگی۔ کیونکہ پیشاب کا نکلنا اس امر کی دلیل ہے کہ اصلی عضو یہی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب ایک راستہ سے پیشاب آ گیا تو بس اسی کے موافق حکم دے دیا جائے گا کیونکہ یہ پوری علامت ہے پھر اگر دوسرے راستہ سے پیشاب نکل آیا تو اس سے اس حکم میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ زیلعی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر دونوں سے برابر ہی آتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زیادہ پیشاب آنے کا اعتبار نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ پیشاب کی کمی زیادتی تو مخرج کی تنگی اور فراخی کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کمی زیادتی سے دلیل نہیں ہوسکتی۔

ترجمہ: اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جس مخرج سے زیادہ پیشاب آئے گا اس کی طرف منسوب کیا جائے گا اور جب خنثیٰ بالغ ہو جائے اور اس کے داڑھی نکل آئے یا وہ عورتوں سے مل جائے (یعنی وہ صحبت کر لے) تو وہ مرد ہے اور اگر عورت کی چھاتیوں کی طرح اس کی چھاتی ابھر آئے یا اس کی چھاتیوں میں دودھ اتر آئے یا اسے حیض آ جائے یا حمل رہ جائے یا کوئی مرد فرج کی طرف سے اس سے صحبت کرے تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہیں ہوئی تو خنثیٰ مشکل ہے اور جب یہ (نماز پڑھنے) امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان میں کھڑا ہو۔ اور اگر اس کے پاس مال ہے تو اس کے مال سے ایک لونڈی خریدی جائے کہ وہ اس کے ختنہ کرے اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو امام بیت المال سے اس کے لیے ایک لونڈی خرید دے اور جب وہ لونڈی ختنہ کر دے تو اسے بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دے۔ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک لڑکا اور ایک خنثیٰ چھوڑا تو اس کا مال امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین سہام پر تقسیم کیا جائے گا۔ دو سہام لڑکے کے اور ایک سہام خنثیٰ کا اور یہ میراث میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت ہے۔ ہاں اگر اس کے سوا کچھ اور ثابت ہو جائے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ خنثیٰ کو نصف میراث لڑکے کی دی جائے گی اور نصف دختر کی اور یہی قول شعبی کا ہے۔ شعبیؒ کے قول کے قیاس میں صاحبینؒ

کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کل مال کے سات حصے کیے جائیں۔ چار حصے لڑکے کے اور تین حصے خنثیٰ کے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ مال کے بارہ حصے کیے جائیں سات لڑکے کے اور پانچ خنثیٰ کے۔

کتاب المفقود

گم شدہ شخص کا حکم

ترجمہ: جب کوئی شخص غائب ہو جائے اور کہیں اس کا پتہ نہ لگے اور یہ نہ معلوم ہو کہ آیا زندہ ہے یا مر گیا ہے تو قاضی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو اس کے مال کی حفاظت کرے اور اس کا انتظام رکھے اور اس کے حقوق کو (جو لوگوں پر ہوں) وصول کرے اور اس کے مال میں سے اس کی بیوی اور اس کے چھوٹے بچوں کو خرچ دے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان میں تفریق نہ کرائے (یعنی اس کی بیوی کو دوسرا نکاح کر لینے کا حکم نہ دے اور جب اس کی پیدائش کے دن سے لے کر ایک سو بیس برس پورے ہو جائیں گے تو اب ہم اس کے مر جانے کا حکم دے دیں گے (اور اب فتویٰ نوے برس پر ہے) اس کے بعد اس کی عورت عدت میں بیٹھے اور اس کے جو ورثاء اس وقت میں موجود ہوں ان میں اس کا مال تقسیم کر دیا جائے اور جو وارثوں میں سے اس (حکم) سے پہلے مر گیا ہے وہ اس کی کسی چیز کا وارث نہ ہوگا اور یہ مفقود اس کا وارث نہ ہوگا جو اس کے مفقود ہونے کی حالت میں مر گیا ہو۔

نوٹ: حالات وواقعات کے پیش نظر علماء احناف نے اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے مسلک پر فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "**الحلیة الناجزه فی الحلیلة العاجزة**" مولانا اشرف علی التھانوی۔

کتاب الاباق

غلام کے بھاگنے کا بیان

ترجمہ: جب کوئی غلام بھاگ جائے اور تین دن کی مسافت سے یا اس سے زیادہ (دور) سے کوئی اسے پکڑ کے اس کے مولیٰ (یعنی آقا) کے پاس پہنچا دے تو وہ اس پر مزدوری (دیئے جانے) کا مستحق ہے اور وہ مزدوری چالیس درہم ہیں اور اگر اس سے کم دور سے لایا ہے تو اسی حساب سے اس کو دینا چاہیے۔ اور اگر اس غلام کی قیمت چالیس درہم بھی نہیں ہے تو ایک درہم کم کر کے اس کی ساری قیمت اس کو دلا دی جائے اور اگر اس سے بھی چھوٹ کر بھاگ جائے کہ جو پکڑ کے لایا تھا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور نہ یہ مزدوری کا مستحق ہے اور چاہیے کہ جب کوئی غلام کو پکڑے تو اس پر کسی کو گواہ کر دے کہ میں اس غلام کو اس لیے پکڑتا ہوں تا کہ اسے اس کے آقا کے پاس پہنچا دوں اور اگر بھاگا ہوا غلام رہن تھا (یعنی اس کے آقا نے اسے رہن رکھ دیا تھا) تو اس کی مزدوری مرتہن کے ذمہ ہوگی۔

فائدہ: کیونکہ اس غلام کے بھاگ جانے کی وجہ سے اس کا روپیہ سب جاتا رہا تھا اور جب وہ غلام کو پکڑ لایا تو اس کا روپیہ پھر بدستور ہو گیا۔ لہٰذا اس کی مزدوری اسی کے ذمہ ہے۔

(مجمع الانہر ۱۲)

کتاب احیاء الموات

ویران زمین کو آباد کرنے کا بیان

ترجمہ: موات وہ زمین ہے کہ اس میں پانی نہ آنے یا زیادہ پانی (یعنی دریا وغیرہ) آ جانے کی وجہ سے اس سے کچھ فائدہ نہ ہو سکے یا اور کوئی ایسا سبب ہو (مثلاً شور وغیرہ ہو گئی ہو) جس کی وجہ سے اس میں کھیتی وغیرہ نہ ہو سکتی ہو۔ پس دار الاسلام میں جو زمین عادی ہو (یعنی ہمیشہ

سے بنجر ہی پڑی ہو اور) کوئی اس کا مالک نہ ہو وہ ایسی مملوک یعنی کسی کے قبضہ میں ہو کہ اس کا مالک کوئی خاص آدمی نہ ہو اور وہ بستی سے اس قدر دور ہو کہ جب کوئی آدمی اس طرف کی آخر آبادی سے کھڑا ہو کر چلائے تو اس زمین تک اس کی آواز نہ پہنچے پس وہ موات ہے جو شخص اس کو امام سے اجازت لے کر (یعنی بادشاہ وقت کی اجازت لے کر) آباد کرے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر امام کی بغیر اجازت آباد کرے گا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مالک ہو جائے گا اور جیسا کہ مسلمان اس کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح ذمی بھی اس کو آباد کر لینے سے اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر کسی نے (بنجر) زمین کو ویسے ہی ڈالے رکھا اور تین برس تک اس میں کچھ نہیں بویا' جوتا' تو امام اس سے لے کر اور کسی کو دے دے۔ اور آبادی کے قریب کی زمینوں کو آباد کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان بستی والوں کے مویشیوں کے چرنے اور ان کی کھیتوں کے لدن وغیرہ ڈالنے کے لیے چھوڑ دی جائے اور اگر کسی نے جنگل میں کنواں کھدوایا تو اس کنویں کا حریم بھی اسی شخص کا ہے۔

فائدہ: حریم کنویں کے آس پاس کی زمین کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: پس وہ کنواں گائے بکریوں (کو پانی پلانے) کے واسطے ہے (یعنی اس کا پانی ہاتھ سے کھینچا جاتا ہے) تو اس کا حریم چالیس ہاتھ کا ہوگا اور اگر وہ چرس چلانے کے واسطے ہے تو اس کا حریم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ اور اگر وہ چشمہ ہے تو اس کا حریم پانچ سو ہاتھ کا ہوگا پس جو شخص اس کنویں کے حریم میں دوسرا کنواں کھودنا چاہے تو اس سے منع کر دیا جائے گا اور جس زمین کو فرات (یعنی کوفہ کا دریا) یا دجلہ (یعنی بغداد کا دریا) چھوڑ دے اور وہاں سے پانی ہٹ جائے تو دیکھیں کہ اگر وہاں پانی پھر آ سکتا ہے تو اس زمین کو آباد کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پانی ایسا ہٹا ہے کہ پھر نہیں آ سکتا تو وہ مثل موات کے ہے اور اگر وہ کسی کی حریم نہ ہو تو جو شخص اسے حاکم کی اجازت سے آباد کرے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور اگر کسی شخص کی نہر دوسرے کی زمین پر (جاری ہو) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حریم نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس (کے حریم ہونے) کا ثبوت گواہوں سے ہو جائے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس نہر والے کے لیے اس نہر کی پٹڑی ہوگی جس پر وہ چل سکے اور اس نہر کی مٹی ڈال سکے۔

کتاب الماذون

تصرفات کے لیے اجازت دیئے ہوئے غلام کا بیان

ترجمہ: جب مولیٰ (یعنی آقا) نے اپنے غلام کو اجازت دے دی (یعنی یہ کہہ دیا کہ میں تجھے تجارت کرنے کی اجازت دیتا ہوں) اور کوئی قید نہیں لگائی تو اس کا تصرف تمام (قسم کی) تجارتوں میں (بالاتفاق) جائز ہے اور اسے خریدنے اور فروخت کرنے گرو رکھنے سب کا اختیار ہے۔ اور اگر فقط ایک ہی قسم کی (تجارت کرنے کی) اجازت دی ہے اوروں کی نہیں دی تو وہ بھی ماذون ہوگا۔ اور اگر کسی (خاص) معین چیزوں کی اجازت دی ہے تو وہ ماذون نہیں ہے اور قرضوں اور غصب کی ہوئی چیزوں کی بابت ماذون کو اقرار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ اقرار کرنا تجارت کے توابع میں داخل ہے اس لیے کہ اگر اس کا اقرار درست یعنی معتبر نہ ہو تو لوگ اس سے خرید و فروخت کرنے اور معاملہ کرنے سے ضرور بچیں گے اور جب اس کا اقرار اس کی صحت کی حالت میں ہو تو اس کے ذمہ قرض ہونے یا نہ ہونے کی صورتوں کے اندر اقرار کرنے میں کچھ فرق نہیں ہے۔ ہاں اگر بیماری کی حالت میں اقرار کرے تو صحت کی حالت کا قرض مقدم سمجھا جائے گا جیسا کہ آزاد میں ہے۔ بخلاف اس اقرار کے جو تجارت کے سبب سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو کیونکہ اس کے حق میں یہ مثل مجور کے ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اسے اپنا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اپنے غلام اور لونڈیوں کا نکاح کرنا جائز ہے اور نہ یہ (غلام لونڈی کو) مکاتب کرے اور نہ کچھ لے کر آزاد کرے اور نہ کسی چیز کے عوض یا بلاعوض کچھ کرے ہاں اگر تھوڑا سا کھانا تحفتہً دے دے تو جائز ہے یا ایسے شخص کی مہمانداری کرے کہ جس نے اس کی دعوت کی ہو۔ اس کے کیے ہوئے قرض اس کی گردن پر ہوں گے۔ قرض خواہوں کی درخواست پر ان قرضوں (کے ادا کرنے) میں اسے فروخت کر دیا جائے۔ ہاں اگر (اس کا) مولیٰ اس کا بدلہ دے دے اور اس کی قیمت ان قرض خواہوں میں حصہ رسد

تقسیم کردی جائے اور اگر کچھ قرض پھر بھی باقی رہ جائے تو وہ اس کے آزاد ہونے کے بعد (اگر کبھی ہو جائے تو) اسی سے وصول کیا جائے۔ اور اگر اس کا آقا اس پر حجر کر دے (یعنی اسے تصرف سے معزول کر دے) تو جب تک اس کی اطلاع بازار والوں کو نہ ہو جائے گی وہ مجور نہ ہو گا (اور اس کا تصرف معتبر ہو گا) اور اگر اس کا آقا مر گیا یا بالکل دیوانہ ہو گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا تو یہ ماذون (غلام) مجور علیہ ہو جائے گا (یعنی اس کی اجازت سے معزول ہو جائے گا) اور جب یہ مجور علیہ کر دیا جائے تو جو مال اس کے قبضہ میں ہو اس کی بابت اس کا کچھ اقرار کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے کہ جو مال اس کے پاس ہو اگر اس کی بابت وہ یہ کہے کہ یہ میرے پاس دوسرے آدمی کی امانت ہے یا اس سے میں نے غصب کر لیا ہے۔ یا اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کرے تو وہ قرض اور غصب وغیرہ اس مال سے ادا کر دیئے جائیں گے۔ جوہرہ

فائدہ: اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار درست نہ ہوگا۔ اور جب اس کے ذمہ اس قدر قرض ہو جائے کہ جو اس کے مال اور اس (خود) کی قیمت سے بھی بڑھ جائے تو جو مال اس کے پاس ہے اس کا آقا اس کے مال کا مالک نہ رہے گا۔ پس اگر آقا اس کے غلاموں کو آزاد کرنے لگے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوں گے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جو کچھ اس وقت ماذون کے پاس ہے اس کا آقا مالک ہو جائے گا۔ اور اگر غلام ماذون (اپنے) آقا کے ہاتھ مناسب قیمت سے کوئی چیز فروخت کرے تو جائز ہے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت کا ہے کہ جب اس غلام کے ذمہ قرض ہو کیونکہ اس وقت اس کا آقا اس کے کسب وغیرہ سے مثل اجنبی کے ہے اور اس کے ذمہ قرض نہیں ہے تو پھر ان دونوں میں خرید وفروخت نہ ہوگی کیونکہ یہ غلام اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب آقا کا ہے۔ جوہرہ

فائدہ: اور اگر نقصان سے بیچے تو جائز نہیں ہے اور اگر آقا اپنے ماذون غلام کے ہاتھ کوئی چیز پوری قیمت سے یا نقصان سے فروخت کرے تو یہ فروخت جائز ہے۔ پس اگر آقا نے قیمت پر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے مبیع اس کے حوالہ کر دی تو وہ قیمت باطل ہو جائے گی کیونکہ جب آقا نے قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع اس کے حوالہ کر دی تو قیمت آقا کی طرف سے اس غلام

کے ذمہ قرض ہوگئی اور آقا کا غلام کے ذمہ قرض نہیں ہوا کرتا اور جب یہ قیمت باطل ہوگئی تو اب یہ ایسا ہوگیا کہ گویا آقا نے بلا قیمت اس کے ہاتھ بیع کر دی۔ اور قیمت کے باطل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اب آقا اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ ہاں اسے بیع واپس لینی جائز ہے۔ جوہرہ

ترجمہ: اور اگر آقا اس مبیع کو روک لے یہاں تک کہ اس کی قیمت وصول ہو جائے تو یہ جائز ہے اور اگر آقا نے غلام ماذون کو آزاد کر دیا اور اس کے ذمہ بہت سا قرض ہے تو اس کا آزاد کرنا جائز ہے اور اس کے قرض خواہوں کے لیے اس کی قیمت کا یہ آقا دیندار ہوگا اور اگر اس کی قیمت دے دینے پر کچھ قرض باقی رہ جائے تو وہ اس آزادشدہ غلام سے طلب کیا جائے اور جب ماذونہ لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ پیدا ہو گیا تو یہ اس پر حجر ہے (یعنی وہ اذن سے معزول ہو جائے گی) اور اگر کسی لڑکے کے ولی نے اس لڑکے کو تجارت کرنے کی اجازت دے دی تو وہ خرید و فروخت میں مثل ماذون غلام کے ہے لیکن اس وقت کہ وہ لڑکا خرید و فروخت خوب سمجھتا ہو۔

کتاب المزارعة

کھیتی کرانے کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہائی یا چوتھائی (بٹائی) پر زمین بونے کے لیے دینا باطل ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

فائدہ: تہائی چوتھائی کا لفظ یہاں محض تبرکاً ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ جس وقت نبی ﷺ نے مخابرۃ سے منع فرمایا تو زید بن ثابتؓ نے حضرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مخابرۃ کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ تم تہائی یا چوتھائی (کی بٹائی) پر کسی کی زمین (بونے کے لیے) لے لو ورنہ اس بارے میں کمی یا زیادتی یعنی تہائی سے کم ہو یا چوتھائی سے بھی زیادہ ہو سب برابر ہے اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مصنف نے یہ لفظ اس لیے بڑھا دیئے ہیں کہ ان کے زمانہ میں لوگ اپنے

حصوں پر بٹائیاں کیا کرتے تھے اور باطل سے مراد یہ ہے کہ فاسد ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے اور جس کی ضرورت ہوتی ہے وہ جائز ہوتا ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک مزارعت کی چار صورتیں ہیں:

① جس وقت کہ زمین اور بیج ایک کا ہو۔ اور بیل اور کام کرنا دوسرے کا تو یہ صورت جائز ہے۔

② اگر ایک کی فقط زمین ہو اور کام کرنا اور بیل اور بیج دوسرے کا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

③ اگر زمین اور بیج اور بیل ایک کے ہوں اور کام دوسرے کا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

④ اگر زمین اور بیل ایک کے ہوں اور بیج اور کام دوسرے کا تو یہ صورت باطل ہے اور مزارعت بغیر مدت معین کے کرنی جائز نہیں ہے اور یہ کہ جو پیداوار ہو وہ ان دونوں میں تقسیم ہو جائے۔ پس اگر یہ دونوں رضا مند ہو کر اپنے میں سے ایک کے لیے کچھ پیمانے (غلہ کے) معین کر دیں تو یہ مزارعت باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: ایک کے لیے پیمانے معین کر دینے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً ان میں سے زمین والا یہ کہے کہ میں تو دس مٹکے غلہ لے لوں گا باقی خواہ اس سے کم رہے یا زیادہ رہے وہ تیرا ہے اور کاشتکار اس پر رضامند ہو جائے تو یہ صورت جائز نہیں ہے کیونکہ شاید دس مٹکوں سے زیادہ وہ غلہ پیدا نہ ہو اور پھر ان میں جھگڑا پڑے یا ایک کو مل جانا اور دوسرے کو بالکل نہ ملنا بھی جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ وغیرہ)

ترجمہ: اور یہی حکم اس صورت میں ہے (یعنی جائز نہیں ہے) کہ ڈولوں یا نالیوں پر کھڑے ہوئے کھیتی کی ایک کے لیے شرط کر لیں (کیونکہ شاید اس جگہ کے سوا اور جگہ غلہ پیدا نہ ہو) اور جب مزارعت درست ہو جائے تو پھر جو کچھ پیداوار ہو اسے دونوں اپنی شرط کے موافق آپس میں تقسیم کر لیں اور اگر اس زمین میں کچھ بھی پیداوار نہ ہو تو پھر محنت اور کاشتکار کے لیے کچھ نہیں ہے اور (جب کسی وجہ سے) مزارعت باطل ہو جائے تو اس زمین کو پیداوار بیج والے کی ہو

گی۔ پس اگر بیج زمیندار کی طرف سے تھا تو کاشتکار کو اس قدر مزدوری دی جائے جو اس قسم کے کام کرنے والوں کو ملتی ہو۔ یہ مزدوری اس مقدار سے نہ بڑھے جو حصہ پیداوار میں اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس کو وہی مزدوری دی جائے گی جو اس کام میں اوروں کو ملتی ہو خواہ کہیں تک پہنچ جائے اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے تھا تو زمیندار کو اس زمین کا اتنا کرایہ ملنا چاہیے کہ جو ایسی زمینوں کا دستور ہو اور اگر مزارعت کا معاملہ طے ہو گیا اور پھر بیج والے نے بیج ڈالنے سے انکار کر دیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے۔ اور اگر اس نے انکار کیا ہے جس کی طرف سے بیج نہیں ہے تو اس سے کام کرانے پر حاکم جبر کرے اور جب ان دونوں میں سے ایک مر جائے تو یہ مزارعت باطل ہو جائے گی۔ اور اگر مزارعت کی مدت ختم ہو جائے اور کھیتی ابھی پکی نہ ہو تو کھیتی کے کٹنے تک اس کاشتکار کو اس زمین کا وہ کرایہ دینا پڑے گا جو ویسی زمین کا ہوتا ہو۔ اور کھیتی پر جو کچھ خرچ ہو ان دونوں کے حصوں کے موافق دونوں ہی کے ذمہ ہو گا۔ اور کھیتی کاٹنے اور گاہنے اور کاٹنے کے بعد گاہنے کی جگہ اکٹھی کرنے اور (غلہ علیحدہ کرنے کے لیے) اڑانے کی مزدوری بھی بحصہ رسد ان دونوں ہی کے ذمہ ہو گی اور مزارعت میں یہ شرط کر لی تھی کہ یہ خرچہ کاشتکار کے ذمہ ہو گا تو یہ مزارعت فاسد ہے۔

کتاب المساقات

آبپاشی کے عوض شرکت کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (پودوں میں) پھل کا کوئی حصہ مقرر کر کے شراکت میں پانی دینا جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس وقت جائز ہے کہ جب دونوں کوئی مدت معین کر دیں اور پھل کے حصہ کا نام لیں کہ تہائی یا چوتھائی ملے گا (فتویٰ اسی پر ہے)

کھجوروں اور (عام) درختوں اور انگوروں اور بیگنوں وغیرہ میں شرکت سے پانی دینا

جائز ہے۔ پس اگر کسی نے کھجوروں کے پھل دار درخت پانی دینے کے لیے دے دیئے اگر وہ پانی دینے سے بڑھتا ہے تو یہ دینا جائز ہے اور اگر اس کا بڑھنا ختم ہو چکا ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر یہ پانی دینے کی شرکت فاسد ہو جائے تو پانی دینے والے کو مزدوری ملنی چاہیے جو اس کام والوں کو دی جاتی ہے (اور ان دونوں میں سے ایک کے) مرنے سے یہ شراکت باطل ہو جاتی ہے اور عذروں سے بھی ٹوٹ جاتی ہے جیسے کہ اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

ترجمہ: نکاح ایجاب وقبول کے ایسے دولفظوں سے ہو جاتا ہے کہ ان سے زمانہ ماضی کو بیان کیا جائے یا ایک کو زمانہ ماضی سے بیان کیا جائے اور دوسرے سے مستقبل۔

فائدہ: ماضی کے دونوں لفظ یہ ہیں مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا ہے اور عورت کہے کہ میں نے قبول کرلیا۔ یا کہے کہ میں راضی ہوگئی اور مستقبل کے لفظ سے وہ صیغہ مراد ہے جو امر میں پایا جائے۔ جس کی مثال تین میں ہے۔

ترجمہ: مثلاً ایک (یعنی عورت کہے کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اور دوسرا (یعنی مرد کہے) کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا۔

نکاح صحیح ہونے کی شرط ✵ مسلمانوں کا نکاح بغیر ایسے دو گواہوں کے موجود ہوئے نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں آزاد ہوں بالغ ہوں عاقل ہو مسلمان ہوں یا ایک مرد دو عورتیں ہوں برابر ہے کہ عادل ہوں یا نہ ہوں یا (کسی کو زنا وغیرہ کی) تہمت لگانے میں سزا یافتہ بھی ہوں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی عورت سے دو ذمیوں کی گواہی پر نکاح کرلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح جائز ہو جائے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہ ہوگا جب تک کہ یہ دونوں مسلمانوں کو گواہ نہ کرلے۔

جن سے نکاح حلال نہیں اور حلال ہے ✵ مرد کو اپنی ماں سے اور دادی اور نانی سے

اور بیٹی پوتی سے اگر چہ نیچے کی ہوں (یعنی پڑپوتیاں وغیرہ ہوں) نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اپنی بہن بھانجیوں سے اور نہ بھتیجیوں سے اور نہ پھوپھی اور خالہ سے جائز ہے اور نہ اپنی ساس سے خواہ اس کی بیٹی سے صحبت کر چکا ہو یا نہ کر چکا ہو۔ اور نہ اپنی ایسی بیوی کی بیٹی سے جائز ہے جس سے یہ صحبت کر چکا ہو برابر ہے کہ وہ لڑکی اس کی پرورش میں ہو یا اور کسی کی پرورش میں ہو اور نہ اپنے باپ کی بیوی (یعنی اپنی سوتیلی ماں) سے اور نہ اپنے دادے اور پردادے کی بیوی سے اور نہ اپنی (بہو) یعنی بیٹے کی بیوی سے اور نہ اپنے پوتوں کی بیویوں سے جائز ہے اور نہ اپنی رضاعی ماں سے اور نہ رضاعی بہن سے جائز ہے۔

دو (سگی) بہنوں کو صحبت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ نکاح کے ذریعہ سے اور نہ خرید کر اور نہ ایک عورت کو اور اس کی پھوپھی یا خالہ یا بھانجی یا بھتیجی کو جمع کرنا جائز ہے اور نہ ایسی دو عورتوں کو جمع کرے کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہو تو دوسرے سے اسے نکاح کرنا جائز نہ ہو اور ایک عورت کو اس کے پہلے خاوند کی لڑکی کے ساتھ (جو دوسری عورت سے ہو) جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کر لیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام ہو جائیں گی۔

فائدہ: یعنی اس زانی مرد اور زانیہ عورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر اس عورت کی ماں اور بیٹی سے اسے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب کوئی کسی عورت کو شہوت کی حالت میں دیکھ لے یا ہاتھ لگا دے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "**من مس امرأة بشهوة حرمت عليه امها و بنتها**" اور یہی مذہب حضرت عمر اور عمران بن حصین اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت سے صحابہؓ کا تھا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی تو اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے اس (مرد) کو نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ آقا کو اپنی لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ عورت کو اپنے غلام سے کرنا جائز ہے۔ اور اہل کتاب (مثلاً انگریز اور یہود) کی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے آتش پرستوں اور بت پرستوں کی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن صابیہ عورتیں اگر کسی بھی نبی (علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں اور کسی آسمانی کتاب (کے حق ہونے) کی مقر ہوں تو ان سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ اور اگر ستارہ پرست ہیں اور (آسمانی) کتاب کو نہیں مانتے تو ان میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے (کیونکہ وہ مشرک ہیں) اور محرم مرد اور محرمہ عورت کو حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے (ہاں صحبت کرنا جائز نہیں ہے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک آزاد بالغہ عاقلہ عورت کا نکاح اس کے رضامند ہونے پر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے ولی نے نہ کیا ہو خواہ یہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔

فائدہ: ثیبہ شوہر دیدہ عورت کو کہتے ہیں یعنی جس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو اور اس کے باکرہ پن کو زائل کر چکا ہو۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہوگا۔

نکاح اور ولایت کے متفرق مسائل ✻ باکرہ بالغہ عاقلہ لڑکی پر ولی کو زبردستی کرنا (یعنی زبردستی اور اس کی بلا رضامندی اس کا نکاح کر دینا) جائز نہیں ہے اور اگر ولی نے اس سے اجازت مانگی اور وہ خاموش ہو رہی یا ہنس پڑی یا بغیر آواز نکالے رونے لگی تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے۔ اور اگر اس نے (صاف) انکار کر دیا تو پھر ولی اس کا نکاح نہ کرے۔ اور جب ولی ثیبہ سے اجازت لے تو اس کی رضامندی (زبان سے) کہہ دینے کے ساتھ ہونی چاہیے (یعنی وہ کہہ دے کہ میں راضی ہوں اور اگر وہ خاموش ہو جائے تو اجازت نہ ہوگی)

جب کسی لڑکی کا باکرہ پن کودنے سے یا حیض سے یا کسی زخم سے یا زیادہ دنوں تک بیٹھی رہنے کے باعث سے زائل ہو جائے تو وہ کنواریوں ہی کے حکم میں ہے۔ اور اگر زنا سے زائل ہو جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تب بھی وہ کنواریوں کے حکم میں ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ثیبہ کے حکم میں ہے۔ اور جب (باکرہ کا نکاح ہونے کے بعد) شوہر نے باکرہ سے کہا کہ (تیرے ساتھ میرا) نکاح ہونے کی تجھے خبر پہنچ گئی تھی اور تو خاموش ہو گئی تھی اور اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے تو انکار کر دیا تھا تو قول لڑکی ہی کا معتبر ہوگا اور اسے قسم نہ دی جائے گی اور نکاح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی کو قسم نہ دی جائے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس میں قسم دی جائے (کنز میں کہا ہے کہ فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر

ہے) اور نکاح ان (پانچ) لفظوں میں کسی ایک لفظ کے کہنے سے ہو جاتا ہے۔ نکاح' تزویج' تملیک' ہبہ' صدقہ۔

فائدہ: مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا۔ تجھے اپنی بیوی بنا لیا۔ یا عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان کا تمہیں مالک کر دیا یا اپنی جان تمہارے لیے ہبہ کر دی یا صدقہ کر دی تو ان لفظوں سے نکاح ہو جائے گا۔ اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ بیع کے لفظ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اور یہی صحیح بھی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان تمہارے ہاتھ بیع کر دی یہ اس کا باپ کہے کہ اتنے مہر کے عوض میں نے اپنی لڑکی تمہارے ہاتھ بیع کی تو اس سے بھی نکاح ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اجارہ اور اعارہ اور اباحت کے لفظ سے نکاح نہیں ہوتا۔ اور جب نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح ان دونوں کا ولی کر دے تو وہ نکاح ہو جائے گا خواہ لڑکی کنواری ہو یا بیوہ ہو اور ولی سے مراد عصبہ ہے۔ پس اگر ان دونوں کا نکاح (ان کے) باپ یا دادا نے کیا ہے۔ تو بالغ ہونے کے بعد (اس نکاح کے رکھنے یا نہ رکھنے کا) انھیں کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہے (تو بالغ ہونے کے بعد) ان دونوں کو اختیار ہے چاہے اس نکاح کو رکھیں اور چاہے فسخ کر دیں۔

غلام کی اور نابالغ لڑکے کی اور دیوانے کی اور کافر کی مسلمان عورت پر ولایت نہیں ہوتی (یعنی یہ چاروں مسلمان عورت کے ولی نہیں ہو سکتے) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (جب کسی کا کوئی عصبہ نہ ہو تو) رشتہ داروں میں سے غیر عصبات کو بھی نکاح کر دینا جائز ہے۔ جیسے بہن' ماں' خالہ' اور اگر کسی عورت کا کوئی ولی نہ ہو اور اس کا نکاح اس کا وہ آقا کر دے جس نے اسے آزاد کیا تھا۔ تو وہ نکاح ہو جائے گا۔ اور جب (کسی عورت کے دو ولی ہوں ایک قریب کا اور دوسرا دور کا اور) قریب کا ولی بغیبت منقطعہ غائب ہو جائے تو اس سے دور کے ولی کو اس لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ اور غیبت منقطعہ یہ ہے کہ وہ ایسے شہر میں ہو (یعنی وہ شہر اتنی دور ہو) کہ سال بھر میں وہاں ایک دفعہ سے زیادہ قافلے نہ پہنچتے ہوں اور نکاح میں کفو ہونا معتبر ہے پس جب کوئی غیر کفو سے نکاح کر لے تو اس کے ولیوں کو ان دونوں میں جدائی

کرا دینے کا اختیار ہے اور کفو ہونا نسب میں اور دینداری میں اور مال میں معتبر ہے اور مال میں کفو ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ اس عورت کا مہر اور اس کو خرچ دے سکے اور پیشوں میں بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مہر کا بیان ✻ اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کر لیا اور مہر مثل سے اپنا مہر کم کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ولیوں کو اس پر روک لینے کا اختیار ہے۔ یہاں تک کہ اس کا شوہر یا تو مہر مثل پورا کر دے یا اسے طلاق دے دے اور جب باپ نے اپنی بالغ لڑکی کا نکاح کر دیا اور اس کا مہر مہر مثل سے کم ٹھہرایا یا اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا اور اس کی بیوی کا مہر زیادہ کر دیا تو یہ ان دونوں کے حق میں جائز ہے اور سوائے باپ اور دادا کے اور کسی کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور جب نکاح کا مہر ٹھہرا دیا تو نکاح ہو جاتا ہے اور بغیر ٹھہرائے بھی نکاح درست ہو جاتا ہے۔

کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم ہیں۔ اور اگر کسی نے دس سے بھی کم ٹھہرائے تو وہ عورت دس درہم کی مستحق ہوگی۔ اور اگر کسی نے دس درہم یا کچھ زیادہ مقرر کر دیا (اور بعد اس کے) اگر اس نے اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس کے ذمہ یہ مقرر کیا ہوا مہر ہوگا۔ اور اگر کسی نے صحبت یا خلوت کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو اس عورت کو نصف مہر ملے گا۔

اگر کسی نے نکاح کر لیا اور اس عورت کا مہر کچھ نہیں ٹھہرایا۔ یا اس شرط پہ نکاح کیا کہ اسے مہر نہیں ملے گا اور پھر اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔ اور اگر (مہر نہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تھا پھر) اس سے صحبت اور خلوت کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو اس عورت کے لیے متعہ واجب ہوگا۔ اور متعہ سے مراد ایسے تین کپڑے ہیں کہ جیسے وہ عورت پہنتی ہو۔ ایک کرتی ایک اوڑھنی ایک بڑی چادر (جس کے ہونے سے پائجامہ کی ضرورت نہ ہو) اور اگر مسلمان نے کسی سے شراب یا سور پر نکاح کر لیا (یعنی مہر میں یہ چیزیں دینی قرار کر لیں) تو یہ نکاح جائز ہے اور اس عورت کے لیے مہر مثل واجب ہوگا۔ اور اگر کسی عورت سے نکاح کر لیا اور کچھ مہر مقرر نہیں کیا۔ پھر دونوں ایک معین مہر پر راضی ہو گئے تو اب اگر اس نے اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس عورت کے لیے وہی مہر واجب ہوگا (جس پر

دونوں رضامند ہو گئے تھے) اور اگر اس کو صحبت اور خلوت کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو اس کے لیے متعہ واجب ہو گا۔ اور اگر کسی مرد نے نکاح کرنے کے بعد مہر زیادہ کر دیا اور پھر اس نے اس عورت سے صحبت کر لی یا مر گیا تو وہ زیادہ کیا ہوا اسے دینا لازم ہو گا اور صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دینے کی وجہ سے یہ زیادتی ساقط ہو جائے گی۔ اگر کوئی عورت اپنا مہر کم کر دے تو اس کا کم کر دینا جائز ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی سے خلوت کر چکا اور صحبت کرنے سے وہاں کوئی مانع نہ تھا اور پھر اس نے طلاق دے دی تو اب وہ عورت پورے مہر کی مستحق ہو گی۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک (یعنی مرد یا عورت) بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھے یا حج کا یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے یا عورت ایام سے تھی (تو ان صورتوں میں) خلوت صحیحہ نہیں ہو گی (یعنی ان حالتوں میں خلوت ہو جانے سے پورا مہر لازم نہ آئے گا) اگر اس عورت کو طلاق دے دے گا تو نصف مہر واجب ہو گا۔

اگر مجبوب (یعنی جس کے خصیئے اور ذکر کٹا ہوا ہو) اپنی بیوی سے خلوت کر چکا اور پھر اسے طلاق دے دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت کو پورا مہر ملے گا۔ اور متعہ ہر مطلقہ کو دینا مستحب ہے۔ سوائے ایک مطلقہ کے اور وہ وہ ہے کہ جس کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہو۔ اور (نکاح کرنے سے پہلے) اس کا مہر مقرر نہ کیا ہو۔

فائدہ: استثناء کرنے سے یہ مراد ہے کہ ایسی مطلقہ کو متعہ دینا واجب ہے۔ ہاں اگر عورت کی طرف سے جدائی ہوئی تو اس صورت میں واجب نہ ہو گا اور متعہ سے وہی تین کپڑے مراد ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کسی سے کیا کہ وہ (یعنی جس سے نکاح کیا ہے) اپنی بہن یا لڑکی کا نکاح اس سے کر دے تاکہ ہر ایک نکاح دوسرے کا مہر ہو جائے تو یہ دونوں نکاح جائز ہو جائیں گے اور ان دونوں لڑکیوں کے لیے ان کا مہر مثل واجب ہو گا اور اگر کسی آزاد آدمی نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ اس عورت کی ایک سال خدمت کرے گا یا اسے قرآن مجید پڑھا دے گا تو یہ نکاح جائز ہے اور اس عورت کے لیے مہر

مثل واجب ہو گا۔ اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے ایک آزاد عورت سے اس کی ایک سال خدمت کرنے پر نکاح کر لیا تو یہ نکاح ہو جائے گا۔ اور (ایک سال) اسے عورت کی خدمت کرنی ہو گی۔ اور اگر کسی دیوانی عورت کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا نکاح کرنے میں بیٹا ولی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا باپ ولی ہے اور غلام اور لونڈی کا نکاح بغیر ان کے آقا کی اجازت کے جائز نہیں ہوتا۔ اور جب کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا تو مہر غلام ہی کی گردن پر (یعنی اسی کے ذمہ) ہے۔ مہر وصول کرنے کے لیے اسے فروخت کر دیا جائے۔ اگر آقا نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا تو اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ اس لونڈی کو اس کے خاوند کے گھر بھیجے بلکہ وہ لونڈی اپنے آقا ہی کی خدمت کرے اور اس کے شوہر سے کہہ دیا جائے کہ جب تیرا موقعہ لگے تو اپنی بیوی سے صحبت کر لیا کر۔

اگر کسی نے کسی عورت سے ہزار درہم (مہر) پر اس شرط سے نکاح کیا کہ نہ اسے اس شہر سے باہر لے جائے گا اور نہ اس پر اور عورت سے نکاح کرے گا۔ پس اگر اس نے یہ شرط پوری کر دی تو جو کچھ اس کے لیے مہر مقرر کیا ہے وہی دینا ہو گا۔ اور اگر اس نے اس پر دوسرا نکاح کر لیا یا اسے شہر سے باہر لے گیا تو پھر وہ عورت مہر مثل کی مستحق ہو گی۔ اور اگر کوئی مرد کسی عورت سے مہر کی جگہ ایک جانور پر نکاح کرے (جس کی جنس یعنی مثلاً گائے یا بکری وغیرہ ہونا معین ہو جائے) اور اس سے گھٹیا بڑھیا ہونا بیان نہ کیا جائے تو مہر درست ہو جائے گا اور اس قسم کا اوسط درجہ کا جانور دینا ہو گا اور شوہر کو اختیار ہے چاہے وہ جانور دے دے اور چاہے اس کی قیمت دے دے اور اگر کسی نے کسی عورت سے ایسے کپڑے پر نکاح کر لیا کہ جس کا کچھ (حال اور) وصف نہیں بیان کیا گیا (کہ کیسا ہو) تو اس عورت کے لیے مہر مثل واجب ہو گا اور نکاح متعہ اور نکاح موقت جائز نہیں ہے۔

فائدہ: متعہ کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے کہ میں پانچ روپیہ میں تجھ سے دس روز متعہ یعنی فائدہ اٹھاؤں گا۔ اور عورت اسے قبول کر لے۔ اس میں متعہ کا لفظ ہونا ضروری ہے اور وہ ہمارے نزدیک قطعی حرام ہے اور نکاح موقت کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے دو

گواہوں کے سامنے دس روز یا مہینہ بھر کے لیے نکاح کر لے یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (کذا فی الجوہرۃ)

ترجمہ: غلام اور لونڈی کا نکاح جب تک ان کے آقا کی اجازت نہ ہو موقوف رہتا ہے اگر آقا نے اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گا ورنہ ناجائز رہے گا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے بغیر اس کی رضامندی کے نکاح کر لیا ہو اور یا کسی عورت نے بغیر مرد کی رضامندی کے اس سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح بھی ان دونوں کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اگر کوئی اپنے چچا کی بیٹی سے اپنا نکاح خود کر لے (یعنی کوئی اور ولی نہ ہو) تو یہ نکاح ہو جائے گا اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو خود ہی اجازت دے دی کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اور اس مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح پڑھا لیا تو یہ نکاح ہو جائے گا۔

جب کسی عورت کا ولی اس عورت کے مہر کا ضامن ہو گیا تو اس کی ضمانت درست ہے اور اس عورت کو اختیار ہے چاہے (مہر کا) اپنے شوہر سے مطالبہ کرے اور چاہے ولی سے کرے۔ اور اگر نکاح فاسد میں صحبت ہونے سے پہلے قاضی نے میاں بیوی میں جدائی کرا دی تو اس عورت کے لیے مہر نہیں ہے اور یہی حکم جب ہے کہ خلوت کے بعد جدائی کرائی ہو اگر وہ اس عورت سے صحبت کر چکا ہے تو مہر مثل واجب ہو گا لیکن جو ٹھہر چکا ہو اس سے نہ بڑھایا جائے گا۔ اور اس عورت پر عدت کرنی لازم ہو گی اور اس کے بچے کا اس مرد سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

مہر مثل کا اعتبار بہنوں اور پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں سے کیا جاتا ہے (یعنی جو مہر ان کا ہو گا وہی مہر مثل قرار دیا جائے گا) اور اس عورت کی ماں اور خالہ (کے مہر) کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جب کہ وہ دونوں اس کے خاندان کی نہ ہوں۔ اور مہر مثل میں معتبر یہ ہے کہ دونوں عورتیں عمر میں اور جمال میں اور مال میں اور عقل میں اور دین میں اور شہری ہونے میں اور ہم عصر ہونے میں برابر ہوں۔

لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کتابیہ (یعنی یہودیہ یا نصرانیہ) ہو اور آزاد عورت پر (یعنی آزاد عورت کے) نکاح میں ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا جائز

نہیں ہے اور لونڈی پر آزاد عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ اور آزاد آدمی کو چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں ہوں اور اس سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے (اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے) اور غلام دو عورتوں سے زیادہ سے نکاح نہ کرے۔ پس اگر آزاد آدمی نے اپنی چار بیبیوں میں سے ایک کو بائنہ طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے اسے چوتھی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا تھا پھر اسے آزاد کر دیا تو اب (اس کے نکاح رکھنے یا نہ رکھنے میں) اس لونڈی کو اختیار ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اور یہی حکم مکاتبہ کا ہے۔

فائدہ: یعنی جب اس نے اپنی آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد ہو گئی تو اب اسے اختیار ہے کہ چاہے اس نکاح کو رکھے اور چاہے رد کر دے۔

ترجمہ: اور اگر کسی لونڈی نے اپنے آقا کی بغیر اجازت نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد کر دی گئی تو اس کا نکاح درست ہے اور (اس کے رکھنے یا نہ رکھنے کا) اب اسے اختیار نہیں ہے اور اگر کسی نے ایک عقد میں ایسی دو عورتوں سے نکاح کر لیا کہ ان میں سے ایک کا نکاح اس سے درست نہیں ہے تو جس عورت کا نکاح اس سے درست ہے اس کا نکاح ہو جائے گا اور دوسری عورت کا نکاح نہ ہوگا۔

اگر نکاح کرنے کے بعد عورت میں کوئی عیب معلوم ہو تو اس کے شوہر کو اختیار نہیں ہے (کہ اس کی وجہ سے اسے طلاق دے دے) اور اگر شوہر دیوانہ ہو۔ یا جذامی ہو یا اس کو برص کی بیماری ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک (نکاح رکھنے یا نہ رکھنے کا) عورت کو اختیار نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (رفع ضرر کے لیے) اس عورت کو اختیار ہے۔

نامرد شوہر کا حکم ✵ اگر شوہر عنین (یعنی نامرد) ہو تو حاکم اسے ایک سال بھر کی مہلت دے دے (کہ وہ اپنا علاج کرائے) پس اگر اس عرصہ میں وہ صحبت کرنے کے قابل ہو گیا تو اس عورت کو کچھ اختیار نہیں ہے ورنہ اگر عورت چاہے تو حاکم ان دونوں میں جدائی کرا دے اور

یہ جدائی کرانا بائنہ طلاق ہے اور اس عورت کو پورا مہر ملے گا۔ اس وقت کہ وہ اس سے خلوت کر چکا ہو۔ اور اگر شوہر مجبوب ہے (یعنی اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے) تو ان دونوں میں حاکم اس وقت جدائی کرا دے اور اسے مہلت نہ دے اور خصی کو بھی مثل عنین کے مہلت دی جاتی ہے۔

مذہب کے اختلاف میں نکاح کا حکم ❋ اگر کوئی عورت مسلمان ہو گئی اور اس کا شوہر کافر رہا تو قاضی اس پر اسلام کو پیش کرے (یعنی اس سے کہے کہ تو مسلمان ہو جا) اگر وہ مسلمان ہو گیا تو یہ عورت اس کی بی بی ہے اور اگر اس نے اسلام سے انکار کر دیا تو ان دونوں میں جدائی کرا دے اور یہ جدائی کرانا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ بغیر طلاق کے جدا کرا دینا ہے اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو گیا اور اس کی بی بی مجوسیہ (یعنی آتش پرست) ہے تو اس پر بھی اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ اس کی بیوی ہے اور اگر اس نے انکار کر دیا تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرا دے اور یہ جدائی کرانا طلاق نہ ہو گی۔

فائدہ: اس جدائی کے طلاق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی ہے اور عورت اہل طلاق کی نہیں ہے یعنی وہ اپنے آپ طلاق نہیں دے سکتی۔ بخلاف پہلے مسئلے کے کیونکہ وہاں جدائی مرد کی طرف سے ہے اور وہ اہل طلاق ہے۔ جوہرۂ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا تھا تو اسے پورا مہر ملے گا اور اگر صحبت نہیں کی تھی تو اس کے لیے مہر بالکل نہیں ہے۔

فائدہ: مہر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جدائی صحبت سے پہلے اسی کی طرف سے ہوئی ہے۔ خجندیؒ نے لکھا ہے کہ میاں بیوی میں سے ایک کا اسلام سے انکار کر دینا یا مرتد ہو جانا اگر عورت کی طرف سے ہے تو وہ بالاجماع نکاح کو فسخ کرتا ہے اور اگر مرد کی طرف سے ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تب بھی دونوں صورتوں میں فسخ نکاح ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں میں طلاق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مرتد ہو جانا فسخ ہے اور شوہر کا اسلام سے انکار کر دینا طلاق ہے اور مرتد ہونا اسلام سے پھرنے کو کہتے ہیں۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور جب کوئی عورت دارالحرب میں مسلمان ہوگئی تو اس پر جدائی کا حکم نہ ہوگا یہاں تک کہ اسے تین حیض آ جائیں تو وہ اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی اور اگر کتابی عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو ان دونوں کا نکاح بدستور رہے گا اور اگر شوہر یا بیوی دارالحرب میں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جائے تو ان دونوں میں جدائی ہو جائے گی اور اگر اس میں سے ایک قید کر لیا جائے تب بھی ان میں جدائی ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں اکٹھے قید کر لیے جائیں تو جدائی نہ ہوگی اور اگر عورت (دارالحرب سے) ہجرت کر کے ہماری طرف (یعنی دارالاسلام میں) چلی آئے تو اس سے اسی وقت نکاح کر لینا جائز ہے (اگر اسے حمل نہیں ہے تو) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے اور اگر اس کے حمل ہے تو جب تک وہ حمل کو نہ جن لے نکاح نہ کرے۔

مرتدوں کے نکاح کا حکم ✻ اگر شوہر یا بیوی اسلام سے مرتد ہو جائے تو ان میں اسی وقت جدائی ہو جائے گی اور یہ جدائی ان میں بغیر طلاق کے ہوگی۔ پس اگر شوہر مرتد ہوا ہے اور وہ اس سے صحبت کر چکا ہے تو اس عورت کو پورا مہر ملے گا اور اگر صحبت نہیں کی تو یہ نصف مہر کی مستحق ہوگی اور اگر بیوی مرتد ہوگئی تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر صحبت سے پہلے مرتد ہوگئی تو اس کے لیے بالکل مہر نہیں ہے اور اگر صحبت ہونے کے بعد ہوئی ہے تو یہ مہر کی مستحق ہے۔ اور اگر دونوں میاں بیوی مرتد ہو گئے (اور بعد اس کے) پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو ان کا پہلا ہی نکاح بدستور رہے گا۔ اور مرتد کو نہ مسلمان عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ مرتد عورت سے اور نہ کافرہ سے اور اسی طرح مرتدہ عورت نہ مسلمان مرد سے نکاح کرے اور نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔

اولاد کے بارے میں شریعت کا حکم ✻ اگر مرد و عورت میں سے ایک مسلمان ہو تو لڑکا اسی کے دین پر ہوگا۔ اور اسی طرح اگر ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور اس کا لڑکا صغیر (سن) ہو تو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ لڑکا بھی مسلمان ہو جائے گا۔ اور اگر مرد و عورت میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی تو لڑکا کتابی ہوگا۔

نکاح کے متفرق مسائل ✻ اگر کسی کافر نے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا وہ عورت

(اپنے پہلے شوہر) کافر کی عدت میں تھی اور یہ (یعنی بغیر گواہوں کے یا دوسرے کی عدت میں نکاح کر لینا) ان کے مذہب میں جائز ہے۔ پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک) ان کا نکاح بدستور رہے گا۔ اور اگر مجوسی نے اپنی ماں یا اپنی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی۔ اور اگر کسی مرد کے نکاح میں دو آزاد عورتیں ہیں تو ان دونوں کے درمیان تقسیم میں انصاف کرنا اس پر واجب ہے۔

فائدہ: تقسیم میں انصاف کرنے سے یہ مراد ہے کہ ایک رات ایک کے ہاں رہے اور دوسری رات دوسرے کے ہاں یا جتنی معین کر لی جائیں۔ اور اس کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

من كانت له امرأتان و مال الى احدٰهما فى القسم جاء يوم القيامة و شقه مائل.

"یعنی جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ تقسیم میں ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن وہ اس حالت سے آئے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی"۔

ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں یا ثیبہ ہوں (یعنی کنواریوں سے نکاح کیا ہو یا شوہر دیدہ سے کیا ہو) یا ایک باکرہ ہو دوسری ثیبہ ہو (اس حکم میں سب یکساں ہیں) اور اگر ان میں ایک عورت آزاد ہو اور دوسری لونڈی تو آزاد عورت کی دو راتیں ہیں اور لونڈی کی ایک رات اور سفر کی حالت میں ان کی تقسیم کا کچھ حصہ نہیں۔ شوہر ان میں سے جس کو چاہے سفر پر لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ ان میں قرعہ ڈال لے اور جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اسی کو لے جائے اور اگر کوئی عورت اپنی باری کا دن اپنی سوتن کو اپنی رضامندی سے دے دے تو جائز ہے اور بعد میں اسے پھیر لینے کا اختیار ہے۔

کتاب الرضاع

دودھ پلانے کا بیان

ترجمہ: خواہ دودھ تھوڑا پیا ہو یا بہت پیا ہو جس وقت کوئی شیر خوارگی کے زمانہ میں پیئے گا تو اس سے (رضاعی) حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور شیر خوارگی کی مدت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے (یعنی ڈھائی برس) ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک دو برس ہیں۔

فائدہ: یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور جب شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہو جائے تو اس کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اور رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں سوائے (رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی) ماں کے کہ اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے کسی کے دو بچوں کو دودھ پلایا تو ان دونوں کو آپس میں ایک دوسرے کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور نسبی بہن (یا بھائی) کی ماں سے نکاح جائز نہیں ہے اور رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز ہے اور نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اور اپنے رضاعی بیٹے کی بیوی سے بھی جائز نہیں ہے اور جس مرد کا دودھ ہو (یعنی جس مرد کے ذریعہ سے عورت کے دودھ ہوا ہو) حرمت اسی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک عورت نے لڑکی کو دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس عورت کے شوہر پر اور اس کے شوہر کے باپ دادا اور اس کے بیٹوں پر حرام ہو جائے گی۔ اور یہ شوہر جس سے اس عورت کا دودھ اترا ہے اس لڑکی کا باپ ہو جائے گا۔

رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ نسبی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کے ایک بھائی علاتی (یعنی باپ شریک) ہو اور اس بھائی کی ایک اخیافی (یعنی ماں شریک) بہن ہو تو اس کو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

جن دو بچوں نے ایک چھاتی سے (یعنی ایک عورت کا) دودھ پیا تو ان میں سے

ایک کا دوسرے سے نکاح ہونا جائز نہیں ہے۔ اور جس عورت نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو اس لڑکی کا نکاح اس عورت کے لڑکوں میں سے کسی سے جائز نہیں ہے۔ اور جس لڑکے نے کسی کا دودھ پیا ہو تو اس عورت کے شوہر کی بہن سے اس لڑکے کو نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی رضاعی پھوپھی ہے۔

جب کسی عورت کا دودھ پانی میں مل جائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے (یہ رضاعی) حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر پانی غالب ہے تو حرمت ثابت نہ ہوگی اور جب دودھ کھانے میں مل جائے تو اس سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اگرچہ دودھ غالب ہو اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے حرمت ہو جائے گی۔ اور جب دودھ دوا میں مل جائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی عورت کے مر جانے کے بعد اس کا دودھ نکالا اور وہ دوا کے طور پر بچہ کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی عورت کا دودھ بکری کے دودھ میں مل گیا اور زیادہ اس میں عورت کا دودھ ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر بکری کا دودھ غالب اور زیادہ ہے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

اگر دو عورتوں کا دودھ مل گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت سے حرمت ثابت ہوگی کہ جس کا دودھ ان میں سے زیادہ ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حرمت دونوں سے ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی کنواری کے دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں فقہاء نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اس لڑکی کی عمر نو برس کی یا اس سے زیادہ کی ہے تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر نو برس سے کم ہے تو اس کے دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر دو بچوں نے ایک بکری کا دودھ پیا تو ان دونوں میں رضاعت نہ ہوگی اور اگر کسی نے دو عورتوں سے نکاح کیا جن میں ایک صغیرہ تھی اور ایک کبیرہ۔ پھر کبیرہ نے اس صغیرہ کو (اپنا) دودھ پلا دیا تو اس مرد پر دونوں حرام ہو جائیں گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں رضائی ماں بیٹی ہو گئیں اور نسبی ماں بیٹی کو نکاح میں رکھنا حرام ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس شخص نے اس کبیرہ سے صحبت نہ کی تھی تو اس کا مہر بالکل نہیں ہے اور اگر اس سے صحبت کر چکا ہے تو اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور صغیرہ کے لیے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور اگر کبیرہ نے یہ فساد جان کر کیا ہے تو یہ شوہر (صغیرہ کو دیا ہوا) نصف مہر کبیرہ سے وصول کر لے اور اگر اس نے جان کر نہیں کیا تھا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور رضاعت فقط عورتوں کی گواہی سے مقبول نہیں ہوتی بلکہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

کتاب الطلاق

طلاق کی قسمیں (طلاق دینے کا بیان)

طلاق کی قسمیں ❋ طلاق تین طرح پر ہے: احسن الطلاق۔طلاق السنّت۔طلاق البدعت۔ پس احسن الطلاق یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دے کر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

فائدہ: طہر ان دنوں کو کہتے ہیں کہ جن میں حیض نہ آتا ہو۔

ترجمہ: اور طلاق السنّت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے اور طلاق البدعت یہ ہے کہ اسے ایک لفظ سے۔ یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے دے پس جب کسی نے ایسا کیا تو طلاق پڑ جائے گی اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی اور وہ گنہگار ہوگا۔ اور سنت الطلاق دو طرح ہے ایک سنت وقت میں اور ایک عدد میں۔ پس سنت عدد میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا (یعنی جس سے صحبت کر چکا ہو اور جس سے نہ کی ہو) دونوں برابر ہیں اور سنت وقت میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا ہی کے حق میں مخصوص ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے ایک طلاق ایسے طہر میں دے کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو۔ اور غیر مدخول بہا میں اختیار ہے

کہ اسے طلاق خواہ طہر کی حالت میں دے اور خواہ حیض کی حالت میں۔

اگر کسی عورت کو حیض نہ آتا ہو خواہ کم عمر ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے اور اس کا شوہر اسے سنت کے موافق طلاق دینی چاہے تو اسے ایک طلاق دے پھر جب ایک مہینہ گزر جائے تو دوسری طلاق دے دے اور پھر ایک مہینہ کے بعد تیسری دے دے اور ایسی عورت کو اس صورت میں بھی طلاق دینا جائز ہے کہ اس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں کچھ دنوں کا فاصلہ نہ دے۔

فائدہ: امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں ایک مہینہ کا ضرور فاصلہ کرے۔ یعنی صحبت کرنے سے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے اور یہ اختلاف اس عورت میں ہے جو ایسی کم عمر ہو کہ اسے حیض آنے اور حمل رہ جانے کی بالکل امید نہ ہو اور اگر ایسی ہے کہ اس سے یہ امید ہو سکتی ہے تو اس میں بالا جماع افضل یہی ہے کہ اس سے صحبت کر کے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اور حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینی جائز ہے اور اگر اسے سنت کے مطابق تین طلاقیں دینی چاہے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر دو طلاقوں کے درمیان میں ایک مہینہ کا فاصلہ کرے۔ یعنی ہر طلاق ایک ایک مہینہ کے بعد دے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اسے سنت کے موافق ایک ہی طلاق دے۔ اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو وہ طلاق پڑ جائے گی۔ اور مستحب یہ ہے کہ یہ اس سے رجعت کرے پھر جب وہ پاک ہوگا اور اس کے بعد حیض آ کر پھر پاک ہو جائے تو اب اسے اختیار ہے چاہے طلاق دے دے اور چاہے اسے رکھ لے۔

طلاق پڑنے نہ پڑنے کی صورتیں ✵ ایسے ہر شوہر کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے کہ جب وہ عاقل و بالغ ہو۔ اور لڑکے اور دیوانے اور سوتے ہوئے کی طلاق نہیں پڑتی اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا اور بعد میں طلاق دے دی تو اس کی طلاق پڑ جائے گی۔ اور اس کی بیوی پر اس کے آقا کی طلاق نہ پڑے گی۔ اور طلاق دو قسم پر ہے۔ صریح، کنایہ۔

پس صریح یہ ہے کہ کوئی (اپنی بیوی سے) کہے انت طالق (یعنی تجھے طلاق ہے) یا کہے انت مطلقة (تو مطلقہ یعنی طلاق دی ہوئی ہے) یا کہے طلقتک (میں نے تجھے طلاق دے دی) ان لفظوں (کے کہنے) سے رجعی طلاق پڑ جاتی ہے اور ایک سے زیادہ نہیں پڑتی اگرچہ کوئی ایک سے زیادہ کی نیت بھی کرے اور ان لفظوں میں نیت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ انت الطلاق یا کہے انت طالق الطلاق یا کہے انت طالق طالقا (یعنی تو طلاق ہے یا خاص طلاق والی ہے یا تو ایک طلاق والی ہے) پس اگر اس (کہنے والے) نے کچھ نیت نہیں کی تو ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر اس نے ایک کی نیت کی ہے تب بھی ایک ہی ہوگی اور دو کی نیت کی ہے تب بھی ایک ہی ہوگی اور تین کی نیت کی ہے تو تینوں پڑ جائیں گی۔ اور دوسری قسم کنایات ہیں اور ان سے بغیر نیت کے یا کسی موجودہ قرینہ کے طلاق نہیں پڑتی۔

فائدہ: موجودہ قرینہ سے مراد یہ ہے کہ یا تو وہاں طلاق کا ذکر ہو رہا ہو یا شوہر غصہ کی حالت میں ہو۔

ترجمہ: اور کنایات دو قسم کے ہیں ان میں سے تین لفظ ایسے ہیں کہ ان (کے کہنے) سے رجعی طلاق پڑتی ہے اور ایک سے زیادہ نہیں پڑتی اور وہ الفاظ یہ ہیں "اعتدی" (تو عدت میں بیٹھ جا) "استبرئی رحمک" (تو اپنے رحم کو پاک کر لے) "وانت واحدة" (اور تو اکیلی ہے) اور باقی کنایات سے جب کوئی نیت طلاق کی کرے گا تو ان سے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ اور اگر دو کی نیت کرے گا تب بھی ایک ہی ہوگی اور اگر تین کی کرے گا تو تین ہو جائیں گی۔ اور وہ لفظ یہ ہیں مثلاً کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے انت بائن (تو مجھ سے جدا ہے) ومبتة و تبلتة (ان دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی تو مجھ سے قطع تعلق ہے) و حرام (اور حرام ہے) "وحبلک علی غاربک" (اور تجھے اپنا اختیار ہے) "والحقی باھلک" (اور تو اپنے عزیزوں سے مل جا) "وخلیة" (اور تو بالکل چھوڑ دی گئی ہے) "وبریئة" (اور تو بری ہے) "و وھبتک لاھلک" (اور میں نے تجھے تیرے عزیزوں کے لیے ہبہ کر دیا) "وسرحتک" (اور میں نے تجھے چھوڑ دیا) و اختاری (اور تو خود مختار ہو جا) وفارقتک

(اور میں نے تجھے جدا کر دیا) و انت حرة (اور تو آزاد ہے) و تقنعی (اور تو اپنے سر پر چادر اوڑھ لے) و استتری (اور پردہ کر) و اغربی (اور دور ہو) و ابتغی الازواج (اور خصموں کو تلاش کر لے)

پس (ان لفظوں کے کہنے سے) اس کی نیت طلاق کی نہیں ہے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ مگر یہ کہ میاں بیوی طلاق کا ذکر کر رہے ہوں تو اس وقت قاضی طلاق پڑنے کا حکم کر دے گا اور اس کے اور اللہ کے درمیان میں بغیر نیت کے طلاق نہ پڑے گی۔ اور اگر ان دونوں میں طلاق کا ذکر نہ تھا بلکہ دونوں غصہ یا خصومت کی حالت میں تھے تو ایسی صورت میں ہر اس لفظ سے طلاق پڑ جائے گی کہ جس سے گالی گفتار کا ارادہ نہ کیا جاتا ہو اور جو لفظ ایسا ہو کہ اس کے کہنے سے گالی دینا برا کہنا مراد ہوتا ہو تو اس سے بغیر نیت کیے طلاق نہ پڑے گی۔

اگر کسی نے طلاق کو کسی قسم کی زیادتی کے ساتھ موصوف کر دیا تو اس سے بائنہ طلاق پڑے گی۔ مثلاً اس طرح کہے کہ انت طلاق بائن (تو بائنہ طلاق والی ہے) یا کہے انت طلاق اشد الطلاق (تو بڑی سخت طلاق والی ہے) یا یہ کہے انت افحش الطلاق (تو بہت بری طلاق والی ہے) یا یہ کہے انت طلاق الشیطان (تجھ پر شیطان کی طلاق ہے) یا کہے انت طلاق البدعت او کالجبل او ملاء البیت (یعنی تجھے بدعت کی طلاق ہے۔ یا پہاڑ کے برابر طلاق ہے یا مثل گھر بھرے ہوئے کے طلاق ہے)

اگر کسی نے طلاق کو کل کی یا ایسے عضو کی طرف منسوب کیا کہ جس سے سارا جسم مراد لیا جاتا ہو تو وہ طلاق پڑ جائے گی۔ مثلاً یہ کہا کہ تو طالقن ہے یا تیرے سر کو طلاق ہے یا تیری گردن کو طلاق ہے یا تیری روح یا تیرے بدن کو یا تیرے جسم کو یا تیری شرمگاہ کو یا تیرے چہرہ کو طلاق ہے (تو ان سب صورتوں میں طلاق پڑ جائے گی) اور اسی طرح اگر کسی نے عورت کے کسی حصہ کو طلاق دی مثلاً یہ کہا کہ تیرے نصف پر طلاق ہے یا تہائی پر طلاق ہے۔

فائدہ: یعنی اس طرح کہنے سے بھی طلاق پڑ جائے گی اور اسی طرح اگر کسی نے چوتھائی یا چھٹا حصہ یا دسواں حصہ کہا تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔

: اور اگر کسی نے (اپنی بیوی سے) یہ کہا کہ تیرے ہاتھ کو یا تیرے پیر کو طلاق ہے تو

اس کہنے سے طلاق نہ پڑے گی۔ اور اگر کسی نے نصف یا تہائی طلاق دی تو اس سے ایک طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے کسی کے زبردستی کرنے سے طلاق دے دی یا نشہ کی حالت میں دے دی تو بھی طلاق پڑ جائے گی۔ اور اگر کسی نے کچھ کہہ کے یہ کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس سے بھی طلاق ہو جائے گی اور گونگے کی طلاق اشارہ سے پڑ جاتی ہے۔

فائدہ: اشارہ کی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے ایسا اشارہ کیا ہے کہ جس سے اس کا کلام سمجھا جاتا ہے تو اس اشارہ سے طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر ایسا اشارہ نہیں ہے تو اس سے طلاق نہ ہو گی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے طلاق کو نکاح پر معلق کر دیا (مثلاً کسی عورت سے) یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے یا یہ کہا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے تو ان دونوں صورتوں میں نکاح ہونے کے بعد طلاق پڑ جائے گی۔ اور اگر کسی شرط پر معلق کر دیا ہے مثلاً اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق ہے تو اس شرط کے بعد (یعنی جب وہ اس گھر میں چلی جائے گی تو) اسے طلاق ہو جائے گی۔ اور طلاق کو معلق کرنا درست نہیں ہے ہاں اگر وہ شخص یا تو طلاق دینے کا مالک ہو اور یا اپنے مالک ہونے پر معلق کرے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) پس اگر کسی نے اجنبی عورت سے یہ کہہ دیا کہ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق ہے اور پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا اور وہ اس گھر میں چلی گئی تو اسے طلاق نہ ہو گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ طلاق نہ تو نکاح میں دی گئی اور نہ نکاح پر اس کو معلق کیا۔

ترجمہ: اور شرط کے الفاظ یہ ہیں: انْ اذا اذا ما کل کلما متی متی ما۔

فائدہ: ان کی مثال اور معنی یہ ہیں۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بی بی سے کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا یا جب تو نے یہ کام کیا یا جس وقت تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے۔

ترجمہ: پس ان سب الفاظ میں اگر شرط پائی گئی تو یہ قسم پوری ہو جائے گی۔ (یعنی اس شرط کا حکم ختم ہو جائے گا اور ایک طلاق پڑ جائے گی اور دوبارہ شرط پائی گئی تو دوبارہ طلاق نہ پڑے گی لیکن کلما (کے ساتھ شرط کرنے) میں کیونکہ شرط کے مکرر ہونے سے طلاق بھی مکرر ہو گی یہاں

تک کہ اس میں تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔

فائدہ: کلما کے معنی جب بھی اور جس دفعہ کے ہیں پس اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ جب بھی یا جس دفعہ تو گھر میں جائے تجھے طلاق ہے تو اس صورت میں اگر وہ تین دفعہ گھر میں جائے گی تو چونکہ شرط مکرر ہوئی یعنی وہ تین دفعہ گھر میں گئی تو اسے طلاقیں بھی تین پڑ جائیں گی شرط کے اور لفظوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس کے بعد (یعنی تین طلاقیں ہونے اور ان کے بعد) حلالہ ہونے کے (پھر) اسی عورت سے نکاح کر لیا اور پھر وہ اس گھر میں گئی تو اب کوئی طلاق نہ پڑے گی اور قسم کھانے کے بعد ملک کا زائل ہو جانا اس قسم کو باطل نہیں کرتا پس اگر شرط ملک میں پائی گئی تو قسم بھی اتر جائے گی لیکن طلاق نہ پڑے گی۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے یہ گویا ایک قسم ہے پھر اس شوہر نے اس عورت کے وہ کام کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی اور اس کی عدت پوری ہو گئی تو اب شوہر نے قسم کھانے کے بعد اپنی ملک زائل کر دی پس اگر یہ عورت اس کے طلاق دینے سے پہلے اس کام کو کر لیتی تو شرط ملک میں پائی جاتی اور اس وقت وہ قسم بھی اتر جاتی اور اس عورت پر طلاق بھی پڑ جاتی لیکن جب اس نے اس کے طلاق دینے اور عدت پوری ہونے کے بعد وہ کام کیا تو اب شرط ملک میں نہیں پائی گئی اس لیے وہ قسم اتر جائے گی اور اس پر طلاق نہ پڑے گی ہاں اگر عدت میں ہو گی اور اس کام کو کرے گی تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر مرد اور عورت شرط کے وجود میں اختلاف کریں تو اس میں مرد کا قول معتبر ہو گا ہاں اگر عورت گواہ پیش کر دے پس اگر ایسی شرط ہے کہ جو عورت ہی سے معلوم ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں اس عورت کا قول اسی کے حق میں معتبر ہو گا مثلاً مرد نے یہ کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اب اگر وہ عورت کہے کہ مجھے حیض آ چکا ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی اور اگر مرد نے اس سے کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق بھی ہے اور تیرے ساتھ فلانی کو بھی۔ بعد اس کے اس عورت نے کہا کہ مجھے حیض آ گیا ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی

اور اس فلانی کو نہ ہوگی۔

اور اگر مرد نے عورت سے کہا کہ جب تو حیض سے ہو تجھے طلاق ہے پھر اس عورت نے خون دیکھا تو جب تک تین دن تک نہ آتا رہے گا اس پر طلاق نہ پڑے گی اور جب تین دن پورے ہو جائیں گے تو جس وقت اسے حیض شروع ہوا تھا اسی وقت طلاق پڑ جانے کا ہم حکم دے دیں گے (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ حیض عدت میں شروع ہو جائے گا) اور اگر مرد نے عورت سے یہ کہا تھا کہ جب تو ایک دفعہ حیض سے ہو تجھے طلاق ہے تو جب تک یہ عورت اس حیض سے پاک نہ ہو جائے گی اسے طلاق نہ ہوگی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق پڑ جانے کی شرط پورا حیض ہے اور جب تک وہ اس سے پاک نہ ہو جائے اس کا پورا ہونا معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف پہلے مسئلہ کے اس میں شرط فقط حیض کا ہونا ہے لہٰذا اس شرط کا وجود حیض کے دیکھنے ہی سے ہو جاتا ہے مگر اس میں تین دن کی قید ہم نے اس لیے لگا دی ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ حیض ہی کا خون ہے پس جب اس کی تحقیق ہو جائے گی تو اس عورت پر اسی وقت طلاق پڑ جائے گی کہ جس وقت اس نے خون دیکھا تھا علامہ اقطع نے اسی طرح کہا ہے۔

ترجمہ: لونڈی کی دو طلاقیں ہیں اور دو ہی حیض اس کی عدت کے ہیں برابر ہے کہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کی تین طلاقیں ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اس سے صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں تو وہ طلاقیں اس پر پڑ جائیں گی اور اگر ایک ایک کر کے دے گا تو وہ پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاق اس پر نہیں پڑے گی اور اگر اس سے اس طرح کہا تھا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور ایک۔ تو اس پر ایک ہی پڑے گی۔

فائدہ: کیونکہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ وہ پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور طلاق ہونے کی محل نہ رہے گی۔

ترجمہ: اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے۔ پہلے ایک سے تو اس صورت میں ایک پڑے گی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایسی ایک طلاق ہے کہ اس سے پہلے بھی ایک ہے تو دو پڑ جائیں

گی اور اگر یہ کہا کہ ایک طلاق ہے اس کے بعد ایک اور ہے تو ایک ہی پڑے گی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے بعد ایک کے یا ساتھ ایک کے یا اس کے ساتھ ایک اور ہے تو دو پڑ جائیں گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک پھر وہ عورت اس گھر میں چلی گئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ایک طلاق پڑے گی اور صاحبین فرماتے ہیں دو پڑ جائیں گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے مکہ میں طلاق ہے تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی خواہ کہیں ہو اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تجھے گھر میں طلاق ہے (تو اس صورت میں بھی اسی وقت طلاق پڑ جائے گی) اور اگر یہ کہا کہ جب تو مکہ میں جائے تجھے طلاق ہے تو جب تک وہ مکہ میں نہ جائے گی اس پر طلاق نہ پڑے گی۔

اور اگر یہ کہا کہ تجھے کل کو طلاق ہے تو اگلے روز صبح صادق ہوتے ہی اس پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تجھے اپنا اختیار ہے اور اس کہنے سے اس کا مقصود طلاق دینا ہے یا یہ کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے۔ تو اب اس عورت کو اختیار ہے کہ جب تک یہ اس جگہ بیٹھی ہوئی ہے اپنے آپ کو طلاق دے لے اور اگر یہاں سے کھڑی ہو گئی یا اور کوئی کام کرنے لگی تو اب اسے اختیار نہ رہے گا اور شوہر کے اس کہنے سے کہ تجھے اپنا اختیار ہے اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی تین نہ ہوں گی اگرچہ شوہر نے تین کی نیت کی ہو۔

مرد کے کلام میں یا عورت کے کلام میں اپنے آپ کا لفظ ضرور مذکور ہونا چاہیے اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اور عورت نے دے لی تو وہ ایک طلاق رجعی ہو گی اور اگر اس نے تین طلاقیں دے لیں اور شوہر نے ان کی نیت بھی کر لی تھی تو یہ تینوں پڑ جائیں گی اور اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے لے تو اب اس کو اختیار ہے خواہ اپنے آپ کو یہیں بیٹھی ہوئی طلاق دے لے یا اس کے بعد دے لے اور اگر کسی شخص سے کہا کہ تو میری بی بی کو طلاق دے دے تو اسے اختیار ہے چاہے وہیں بیٹھے ہوئے دے دے۔ اور چاہے بعد میں دے دے اور اگر اس نے یہ کہا تھا کہ اگر تو چاہے تو طلاق دے لے تو اس صورت میں اسے خاص اسی مجلس میں طلاق دینے کا اختیار ہو گا اور شوہر نے عورت

سے کہا کہ تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تب اور دشمنی رکھتی ہے تب تجھے طلاق ہے اور عورت نے کہا کہ میں تجھ سے محبت رکھتی یا کہا میں دشمنی رکھتی ہوں تو اس پر طلاق پڑ جائے گی اگرچہ جو کچھ اس نے زبان سے کہا اس کے دل میں اس کے خلاف ہی ہو۔

اگر شوہر نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی اور وہ ابھی عدت میں تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا تو اس عورت کو میراث ملے گی اور اگر اس کی عدت پوری ہونے کے بعد اس کا انتقال ہوا ہے تو پھر میراث نہیں ملے گی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تجھے طلاق ہے یعنی ان شاء اللہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا تو اس پر طلاق نہ پڑے گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک۔ تو اسے دو طلاقیں ہو جائیں گی اور اگر یہ کہا کہ تین ہیں مگر دو۔ تو ایک طلاق ہو گی۔

جب شوہر اپنی بیوی کا مالک ہو گیا کل کا یا چوتھائی کا یا عورت اپنے شوہر کی مالک ہو گئی کل کی یا تہائی چوتھائی کی تو ان دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

فائدہ: یعنی نکاح ٹوٹ جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی لونڈی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا تھا یا اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا تھا پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا اور وہ لونڈی ترکہ میں اس کے بیٹے کے حصہ میں آ گئی تو اس صورت میں شوہر اپنی بیوی کا مالک ہو گیا یا وہ غلام ترکہ میں اس کی بیٹی کے حصہ میں آ گیا تو یہاں بیوی اپنے شوہر کی مالک ہو گئی ان صورتوں میں ان دونوں کا نکاح نہ رہے گا اسی طرح تہائی یا چوتھائی حصہ کے مالک ہونے کو قیاس کر لینا چاہیے حکم دونوں کا ایک ہے۔

باب الرجعة

طلاق لوٹانے کا بیان

یعنی طلاق والی عورت سے رجوع کر لینے کا بیان:

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے دیں تو اس سے اس

کی عدت میں اس کو رجعت کر لینی جائز ہے برابر ہے کہ وہ عورت اس سے راضی ہو یا نہ ہو۔

رجعت کی مختلف صورتیں ✻ اور رجعت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی یا یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی یا اس سے صحبت کر لے یا اس کا پیار لے لے یا اسے شہوت سے چھو لے یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لے اور شوہر کے لیے مستحب یہ ہے کہ رجعت پر دو گواہ کر لے اور اگر نہ کرے تب بھی رجعت درست ہو جائے گی۔ اور اگر عدت گذرنے کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے تو اس سے عدت ہی میں رجعت کر لی تھی اور عورت نے اس کی تصدیق کی تو وہ رجعت درست ہو جائے گی اور اگر عورت نے انکار کر دیا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت پر قسم نہ آئے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی ہے اس کے جواب میں وہ عورت بولی کہ میری تو عدت گزر چکی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ عدت درست نہ ہوگی۔

اگر لونڈی کے شوہر نے اس کی عدت پوری ہونے کے بعد کہا کہ میں نے عدت ہی میں تجھ سے رجعت کر لی تھی اور اس لونڈی کے آقا نے اس کی تصدیق کی (کہ بے شک تو نے رجعت کر لی تھی) اور اس لونڈی نے اس کی تکذیب کی (کہ تو نے رجعت نہیں کی) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور جب (عدت والی عورت کے) تیسرے حیض کا خون دس روز میں بند ہو گیا تو اب رجعت جاتی رہی اور عدت پوری ہو گئی اگر چہ اس نے ابھی غسل نہ کیا ہو اور اگر دس روز سے کم میں خون بند ہو گیا ہے تو ابھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی یہاں تک کہ یہ غسل کر لے یا اس پر ایک نماز کا وقت گذر جائے یا تیمّم کر لے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز بھی پڑھ لے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جب اس نے تیمّم کر لیا تو رجعت کی مدت ختم ہو گئی اگر چہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو اور اگر اس نے غسل کر لیا تھا اور بدن میں کوئی ایسی چیز بھول گئی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا پس اگر (رہی ہوئی جگہ) ایک پورا عضو یا عضو سے زیادہ ہے تو ابھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی اور اگر ایک عضو سے کم ہے تو ختم ہو گئی۔

اور جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو اسے اپنا بناؤ سنگھار کرنا جائز ہے اور اس کے

شوہر کے لیے مستحب یہ ہے کہ بغیر اس سے اجازت لیے اس کے پاس نہ جائے اور اسے اپنے جوتے کی آواز سنا دے (تاکہ اسے معلوم ہو جائے) اور رجعی طلاق صحبت کو حرام نہیں کرتی اور اگر طلاق بائن تین سے کم دی ہیں تو اس مرد کو اس عورت کی عدت ہی میں اور عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں یا لونڈی کو دو ہو چکی ہیں تو اب یہ آزاد عورت یا لونڈی اس مرد کے لیے جائز نہیں ہے یہاں تک کہ یہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرلے اور وہ اس سے صحبت کر کے پھر طلاق دے دے یا مر جائے۔

فائدہ: تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں اور اس دوسرے مرد سے نکاح ہونے کا نام حلالہ ہے اور حلالہ میں صحبت ہونی شرط ہے۔

ترجمہ: اور مراہق لڑکا (یعنی جو قریب بلوغ کے ہو) حلالہ میں مثل بالغ کے ہے اگر لونڈی کو دو طلاق ہونے کے بعد اس کا آقا اس سے صحبت کرلے تو وہ اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حلالہ میں شوہر کے صحبت کرنے کو اللہ نے شرط ٹھہرا دیا ہے اور آقا شوہر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کے صحبت کرنے سے حلالہ پورا نہ ہوگا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے حلالہ کی شرط کر کے اس عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح مکروہ ہے۔

فائدہ: حلالہ کی شرط کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس عورت سے یا اس کے شوہر سے یہ وعدہ کرلے کہ میں اس لیے نکاح کرتا ہوں کہ میرے طلاق دینے کے بعد یہ تیرے لیے حلال ہو جائے اور میں طلاق دے دوں گا پس یہ نکاح مکروہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ **لعن اللّٰہ المحلل و المحلل لہ** یعنی حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

ترجمہ: پس اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دی تو یہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور جب مرد نے آزاد عورت کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دے دیں اور عدت گذرنے کے بعد اس عورت نے دوسرا شوہر کرلیا اس نے اس سے صحبت کی (اور بعد میں طلاق دے دی) اس نے پھر پہلے ہی شوہر سے نکاح کرلیا تو اب یہ شوہر تین طلاقوں کا مالک ہو جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جیسا کہ

دوسرا شوہر تین طلاقوں کا کالعدم کر دیتا ہے اسی طرح تین سے کم کو بھی کر دیتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تین سے کم کو کالعدم نہیں کرتا (یہی قول امام شافعیؒ کا ہے)

جب کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور پھر اس عورت نے (کچھ دنوں کے بعد) یہ کہا کہ میں نے اپنی عدت پوری کرنے کے بعد دوسرا شوہر کر لیا تھا اور اس نے مجھ سے صحبت کر کے مجھے طلاق دے دی تھی اور اب میری (یہ) عدت بھی گذر گئی ہے (اب تو مجھ سے نکاح کر لے) تو دیکھنا چاہیے اگر پہلے شوہر کو طلاق دیئے ہوئے اتنے دن ہو گئے ہیں کہ جس میں دو عدتیں پوری ہو جائیں تو اس پہلے شوہر کو جائز ہے کہ اس عورت کو سچی جانے (یعنی اس کے کہنے کا اعتبار کر لے) جس وقت اس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچی ہی ہے اور اگر اتنے دن نہیں ہوئے ہیں تو اس کے کہنے کو نہ مانے۔

کتاب الایلاء

بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے کا بیان

فائدہ: لغت میں ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں جس کی تفصیل متن میں آتی ہے ایلاء کی دو قسمیں ہیں:

① ایلاءِ مؤقت جس میں مدت معین ہو۔

② ایلاء مؤبدہ جس میں کچھ مدت معین نہ ہو۔

اور یہاں چند امور میں اختلاف ہے اوّل ایلاء موقت کی مدت ہمارے نزدیک چار مہینے ہیں جیسا کہ آیۃ قرآنی سے ثابت ہے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کو اس میں اختلاف ہے دوسرے یہ کہ ایلاء بغیر قسم اور تعلیق کے نہیں ہوتا اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور جمہور کے نزدیک بلاقسم صحبت نہ کرنے سے بھی ایلاء ہو جاتا ہے تیسرے چار مہینے کے اندر صحبت کرنے سے کفارہ لازم آنے میں ہمارے نزدیک کفارہ لازم آ جاتا ہے یہی قول امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کا ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: جب کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ خدا کی قسم میں نزدیک نہ آؤں گا (یہ ایلاء مؤبد ہے) یا (یہ کہا کہ) میں چار مہینے نزدیک نہ آؤں گا (یہ ایلاء موقت ہے) تو یہ شخص مؤلی ہے (یعنی اس کا یہ کہنا ایلاء ہے) پس اگر اس نے چار مہینے کے اندر اس عورت سے صحبت کر لی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی) اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر (اپنے کہنے کے مطابق) اس کے نزدیک نہ گیا یہاں تک کہ چار مہینے گذر گئے تو اس عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

فائدہ: بائنہ طلاق ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس مرد نے اس عورت کا حق روکنے کے ساتھ ظلم کیا ہے اس لیے شریعت نے اسے یہ سزا دی ہے کہ یہ چار مہینے کی مدت گذرنے کے بعد نعمت نکاح اس کے پاس نہ رہے حضرت عثمانؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: پس اگر کسی نے چار مہینے کی قسم کھائی تھی تو (چار مہینے گذرنے پر) یہ قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر ہمیشہ کے واسطے قسم کھالی ہے تو وہ قسم باقی رہے گی۔

فائدہ: مثلاً یوں کہا کہ خدا کی قسم میں کبھی تیرے نزدیک نہ آؤں گا اور ایلاء میں نزدیک نہ جانے سے صحبت نہ کرنا مراد ہوتا ہے پس اگر اس نے صحبت نہ کی اور چار مہینے گذر گئے تو ایک طلاق پڑ جائے گی۔

ترجمہ: پس اگر اس مرد نے اس سے پھر نکاح کر لیا تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا اب اگر اس نے اس سے صحبت کر لی تو فبہا (قسم کا کفارہ لازم آئے گا) ورنہ چار مہینے گذرنے کے بعد دوسری طلاق پڑ جائے گی اس کے بعد اگر اس نے تیسری بار پھر نکاح کر لیا تو پھر ایلاء لوٹ آئے گا اور (اب اگر اس نے صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ لازم آئے گا ورنہ) چار مہینے گذرنے کے بعد تیسری طلاق بھی پڑ جائے گی پس اگر حلالہ ہونے کے بعد اس نے پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اب اس ایلاء سے طلاق نہ پڑے گی ہاں وہ قسم ابھی باقی ہے اگر اس سے صحبت کر لی تو اپنی قسم کا کفارہ دے گا اور اگر کسی نے چار مہینے سے کم پر قسم کھائی تو وہ ایلاء نہ ہوگا اور اگر کسی نے حج روزے یا صدقے یا غلام آزاد کرنے یا طلاق دینے کے ساتھ قسم کھائی تو ایلاء ہو جائے گا۔

فائدہ: حج وغیرہ کے ساتھ قسم کھانے سے یہ مراد ہے مثلاً یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو مجھ پر حج لازم ہو یا روزے رکھنا لازم ہوں یا صدقہ دینا یا غلام آزاد کرنا لازم ہو یا یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو تیری سوکن پر طلاق ہے تو ان سب صورتوں میں ایلاء ہو جائے گا کذافی النہایہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے رجعی طلاق والی سے ایلاء کرلیا تو وہ ایلاء ہو جائے گا اور اگر بائنہ (طلاق والی) سے کیا تو ایلاء نہ ہوگا لونڈی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے اور اگر ایلاء کرنے والا بیمار ہے کہ صحبت نہیں کرسکتا یا وہ عورت بیمار ہے (کہ اس سے صحبت نہیں ہوسکتی) یا وہ ایسی لڑکی ہے کہ اس سے صحبت نہیں کی جاسکتی یا ان دونوں کے درمیان اس قدر مسافت ہے کہ ایلاء کی مدت میں شوہر اپنی بیوی کے پاس نہیں پہنچ سکتا تو ایسے آدمی کا (ایلاء سے) رجوع کرنا یہ ہے کہ اپنی زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے اس سے رجوع کرلیا پس اگر اس نے یہ کہہ دیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس (ایلاء ہی کی) مدت میں یہ تندرست ہوگیا تو اس کا یہ رجوع کرنا باطل ہو جائے گا اور اس کا رجوع صحبت کرنے سے ہوگا۔ اور جب کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے پس اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بول دیا تھا تو ایسا ہی ہوگا۔ اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس کہنے سے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ ایک طلاق بائن ہو جائے گی ہاں اگر اس نے تین کی نیت کی ہوگی (تو اس صورت میں تین ہو جائیں گے) اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہو جائے گا اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس کو حرام ہی کرنے کی نیت کی تھی یا یہ کہے کہ میں نے کچھ نیت نہیں کی تھی تو یہ قسم ہو کر ایلاء ہو جائے گا۔

کتاب الخلع

مال کے بدلے طلاق کا بیان

فائدہ: لغت میں خلع ایک چیز کے زائل کرنے کو کہتے ہیں خواہ کچھ ہی ہو اور شریعت میں خاص

مالک نکاح کے زائل کرنے کو کہتے ہیں جو کچھ مال لے کر خلع کے لفظ سے ہو۔ (عینی)

ترجمہ: جب شوہر بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اب وہ حق تعالیٰ کے حدود کو پورا نہ کرسکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی جان کے عوض مرد کو کچھ مال دے دے۔ کہ جس پر وہ اس عورت سے خلع کر لے پس جس وقت مرد نے یہ کر لیا تو اس خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اس عورت پر وہ مال دینا لازم ہوگا اگر ناموافقت مرد کی طرف سے تھی تو اس کو عورت سے عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے تھی تو مرد کو اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے جو اس نے مہر وغیرہ میں اس کو دیا ہو پس اگر اس نے زیادہ لے لیا تو قضا میں جائز ہے۔

فائدہ: قضا میں جائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ قاضی اس کے جواز کا فتویٰ دے دے گا اگرچہ فیما بینہ وبین اللہ مکروہ رہے گا۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو مال پر طلاق دے دی اور اس عورت نے قبول کر لی تو وہ طلاق پڑ جائے گی اور وہ مال اس عورت پر لازم ہوگا اور یہ طلاق بائنہ ہو گی اگر خلع میں عوض (یعنی مال خلع) باطل ہو گیا مثلاً کسی نے مسلمان عورت سے شراب یا سور پر خلع کیا تھا تو اب شوہر کو کچھ نہ ملے گا اور یہ طلاق بائنہ ہو گی اور طلاق میں عوض باطل ہو گیا تو وہ طلاق رجعی ہو گی۔

فائدہ: یعنی اگر کسی نے خلع کے لفظ سے خلع نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ تجھے دس من شراب پر یا ایک من سور پر طلاق ہے تو یہ طلاق اس عورت پر رجعی پڑے گی اور اس پر مال لازم نہ ہوگا۔

ترجمہ: جو چیز نکاح میں مہر ہو سکتی ہے وہی خلع میں بدل (خلع بھی) ہو سکتی ہے پس اگر عورت نے (اپنے شوہر سے) کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے تو اس پر مجھ سے خلع کر لے شوہر نے خلع کر لیا اور اس کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہ تھا تو اب شوہر کا اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے۔ اور اگر عورت نے یوں کہا تھا کہ جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس پر تو مجھ سے خلع کر لے اس نے کر لیا اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو اس عورت کا مہر (جو اس کے شوہر نے دیا ہو) اسے واپس دلایا جائے گا اور اگر عورت نے یہ کہا تھا کہ جو درہم میرے ہاتھ میں ہیں ان پر تو مجھ

سے خلع کر لے اور اس نے کر لیا اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو اس پر تین درہم لازم دں گے اور اگر عورت نے یہ کہا کہ ایک ہزار روپے کے بدلے تو مجھے تین طلاقیں دے دے اور شوہر نے اسے ایک طلاق دے دی تو ایک ہزار کا ایک تہائی حصہ اس عورت پر لازم ہو گا۔

اور اگر اس نے یوں کہا کہ ایک ہزار روپیہ پر تین طلاق دے دے (یعنی تو ایک ہزار روپیہ کا جب ہی مستحق ہو گا کہ مجھے تین طلاقیں دے دے گا) اور شوہر نے اسے ایک طلاق دے دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت پر کچھ نہ ہو گا اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ایک ہزار کا ایک تہائی اس پر لازم ہو گا اور اگر شوہر نے (اپنی بیوی سے یہ) کہا کہ ایک ہزار روپے کے بدلے یا ایک ہزار روپیہ پر اپنے آپ کو تین طلاقیں دے لے اور اس نے ایک طلاق دے لی تو اس عورت پر طلاق بالکل نہ پڑے گی اور مبارات مثل خلع کے ہے۔

فائدہ: خلع اور مبارات میں فقط لفظی فرق ہے مثلاً خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کر لی تو یہ خلع ہے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنے سے تجھے ایک ہزار روپیہ پر بری کر دیا۔ اور اس عورت نے قبول کر لیا تو یہ مبارات ہے۔ (مصفی)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک خلع اور مبارات ایسے ہر حق کو ساقط کر دیتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے شوہر اور بیوی میں ہر ایک کا دوسرے کے ذمہ ہو اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ مبارات تو ساقط کر دیتا ہے اور خلع نہیں کرتا اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ دونوں نہیں کرتے پر جس حق کا میاں بیوی نام لے دیں۔

کتاب الظہار

ظہار کا بیان

فائدہ: لغت میں ظہار اسے کہتے ہیں کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے۔ اور شرع میں ظہار کے یہ معنی ہیں کہ اپنی منکوحہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس کے لیے کبھی حلال نہیں ہوتی۔ خواہ وہ محرم نسبی ہو یا رضاعی۔ (نہایہ)

ترجمہ: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے تو یہ عورت اس پر حرام ہوگئی نہ اس کو اب اس سے صحبت کرنا جائز ہے اور نہ چھونا اور نہ پیار لینا۔ یہاں تک کہ یہ اپنے (اس) ظہار کا کفارہ دے دے پس اگر کفارہ دینے سے پہلے اس نے اس سے صحبت کرلی تو یہ استغفار کرلے اور پہلے کفارہ کے سوا اس پر اور کچھ نہیں ہے اور جب تک کفارہ نہ دے دے دوبارہ صحبت نہ کرے اور جس بات کے دوبارہ کرنے سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس عورت سے دوبارہ صحبت کرنے کا پختہ ارادہ کرلے۔ اور جب کسی نے یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے پیٹ کے ہے یا مثل اس کی ران یا اس کی شرمگاہ کے ہے تو یہ ظہار ہو جائے گا۔

اور اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی محرم عورتوں میں سے ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی کہ جس کے سارے بدن کو دیکھنا اسے کبھی جائز نہیں ہے جیسے بہن پھوپھی' خالہ رضاعی ماں اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ مجھ پر تیرا سر مثل میری ماں کے پشت کے ہے یا تیری شرمگاہ یا تیرا منہ یا تیری گردن یا تیرا نصف بدن یا تہائی بدن (مثل میری ماں کے بدن کے ہے تو اس سے بھی ظہار ہو جائے گا) اور اگر یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے تو اس میں اس کی نیت کی ضرورت ہوگی پس اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے محض تعظیم کا ارادہ کیا تھا تو اس کا کہنا تسلیم کیا جائے گا اور اگر کہے کہ میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو ظہار ہو جائے گا اور کہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ بائنہ طلاق ہو جائے گی اور اگر اس کی کچھ بھی نیت نہ ہو تو کچھ نہ ہوگا ظہار اپنی بیوی کے سوا اور کسی سے نہیں ہوتا پس اگر کسی نے اپنی لونڈی سے ظہار کرلیا تو وہ ظہار نہ ہوگا۔

اور اگر کسی (کی چار بیویاں تھیں) اور اس نے اپنی چاروں بیویوں سے یہ کہہ دیا کہ تم مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہو تو اس کا ان سب سے ظہار ہو جائے گا اور ان میں سے ہر ایک کے عوض میں اس پر کفارہ لازم ہے۔

ظہار کے کفارہ کا بیان ✱ ظہار کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے اگر کسی کو غلام میسر نہ ہو تو وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اگر کسی میں روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ

مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ سب چھونے (وغیرہ) سے پہلے ہو اور اس میں ایک غلام آزاد کر دینا کافی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو مرد ہو یا عورت ہو بچہ ہو یا بڑا ہو ہاں اندھا کافی نہیں ہو سکتا اور نہ جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور بہرا جائز ہے اور وہ بھی کہ جس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر یا داہنا پیر اور بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہو اور جس کے دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں وہ جائز نہیں ہے اور نہ ایسا دیوانہ جائز ہے جسے بالکل سمجھ نہ ہو اور مدبر اور ام ولد اور اس مکاتب کو آزاد کرنا جائز ہے کہ جس نے اپنا بدل کتابت کچھ ادا کر دیا ہو پس اگر کسی نے ایسے مکاتب کو آزاد کر دیا کہ جس نے کچھ بھی ادا نہ کیا تھا تو وہ جائز ہو جائے گا اور اگر کسی نے اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو کفارہ کی نیت سے خرید لیا تو وہ کفارہ میں محسوب ہو جائے گا اور اگر کسی نے مشترک غلام کے نصف کو (یعنی جو اس کے حصہ کا تھا) کفارہ میں آزاد کر دیا اور دوسرے نصف کی قیمت کا ضامن ہو کر پھر اسے بھی آزاد کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں جائز ہے اگر یہ آزاد کرنے والا دولت مند ہو اور اگر غریب و تنگدست ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام آزاد کر دیا تھا بعد اس کے اسی کفارہ میں باقی نصف بھی آزاد کر دیا تو جائز ہو جائے گا اور اگر کسی نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام آزاد کر دیا تھا بعد اس کے جس عورت سے ظہار کیا تھا اسی سے پھر صحبت کر لی اور اس کے بعد جو نصف غلام باقی تھا اسے بھی آزاد کر لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آزاد کر دینا جائز نہ ہو گا (پس) اگر مظاہر (یعنی ظہار کرنے والے) کے پاس کوئی غلام یا لونڈی آزاد کرنے کو نہیں ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے پے در پے اس طرح روزے رکھے کہ ان میں رمضان شریف ہو نہ عید کا دن ہو نہ بقرعید کا دن ہو اور نہ ایام تشریق ہوں اگر ان دو مہینے کے اندر اس عورت سے پھر صحبت کر لی کہ جس سے ظہار کیا تھا اور صحبت رات کو کی ہے تو جان کر اور دن کو کی ہے تو بھول کر تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک روزے پھر نئے سرے سے رکھے۔

فائدہ: دو مہینے کے اندر ہونے کی قید اس لیے ہے کہ اگر کسی نے کفارہ میں روزے نہیں رکھے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شروع کیا تھا اور درمیان میں صحبت کر لی تو اس شخص کے ذمہ نئے

سرے سے روزے رکھنے بالاتفاق نہیں ہے بلکہ وہی (مسکین) پورے کرلے اور رات کو جان کر صحبت کرنے اور دن کو بھول کر کرنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر کسی نے رات کو بھول کر کرلی یا دن کو جان کر کرلی تو اس صورت میں بھی بالاتفاق نئے سرے سے روزے رکھنے نہیں ہیں۔(جوہرہ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے عذر سے یا بغیر عذر کے ان دو مہینے کے اندر کسی دن روزہ نہ رکھا تو پھر نئے سرے سے روزے رکھے اگر غلام نے ظہار کیا تو کفارہ میں سوائے روزے رکھنے کے اور کچھ جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے بلکہ وہ خود اپنے آقا کا مملوک ہے ہاں روزے رکھ سکتا ہے اس لیے اس پر روزے ہی لازم ہیں اور آقا کو اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس کے آقا نے اس کی طرف سے کوئی غلام یا لونڈی آزاد کردی یا (ساٹھ مسکینوں کو) کھانا کھلا دیا تو یہ کافی نہ ہوگا اور اگر مظاہر روزے نہیں رکھ سکتا تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جو دے یا اس کی قیمت دے دے (یہ ہمارا مذہب ہے) پس صبح وشام دو وقت کی ان کی دعوت کردی تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا خواہ وہ تھوڑا کھائیں یا بہت کھائیں اگر کسی نے ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھلا دیا تب بھی جائز ہے اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی دن میں ایک مسکین کو دے دیا تو یہ جائز نہیں ہے یہ ایک ہی دن کا محسوب ہوگا (باقی انسٹھ دن کا اور دے) اگر کھانا کھلانے میں اس عورت سے نزدیکی کرلی جس سے ظہار کیا تھا تو اب نئے سرے سے کھانا نہ کھلائے اور اگر کسی پر ظہار کے دو کفارے واجب تھے اور اس نے دو غلام آزاد کردیئے ان میں اس تعیین کی نیت نہیں کی کہ یہ غلام اس کفارہ کا ہے اور یہ اس کفارہ کا تب بھی اس کے ذمہ سے یہ دونوں کفارے ادا ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر کسی نے چار مہینے کے روزے رکھ لیے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تب بھی جائز ہے اور اگر کسی نے دو کفاروں میں ایک غلام آزاد کردیا یا فقط دو مہینے کے روزے رکھے تو اسے اختیار ہے کہ دونوں کفاروں میں سے جون سے کفارے کے چاہے کردے۔

کتاب اللعان

شوہر و بیوی کا باہم لعنت کا بیان

فائدہ: لعان کے لغوی معنی آپس میں لعنت کرنے کے ہیں اور شرع میں لعان وہ چار گواہیاں ہیں جن کی قسمیں کھا کر تاکید کی جائے اور بعد ان کے ایک دوسرے پر لعنت کرے وہ گواہی مرد کے حق میں قائم مقام حد قذف کے ہو جاتی ہے اور عورت کے حق میں قائم مقام حد حد زنا کے۔ (درمختار وغیرہ)

ترجمہ: جب مرد اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور وہ دونوں گواہی کے قابل ہوں اور عورت ایسی (پارسا) ہو کہ اس پر تہمت لگانے والے کے حد ماری جائے یا (عورت کے لڑکا ہو اور) مرد اس لڑکے کے نسب کا انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے) اور وہ عورت اس تہمت کی سزا اسے دلانی چاہے تو مرد پر لعان کرنا واجب ہے پس اگر وہ لعان کرنے سے رکے تو حاکم اسے قید کر دے یہاں تک کہ یا تو وہ لعان کرے اور یا اپنے آپ کو جھوٹا کہے اور اگر اس نے اپنے آپ کو جھوٹا کہہ دیا تو اس کے حد قذف لگائی جائے۔ (یعنی تہمت لگانے کی سزا اسے دی جائے)۔

اگر مرد نے لعان کر لیا تو پھر لعان کرنا عورت پر بھی واجب ہے اور اگر وہ رکے تو حاکم اس کو بھی قید کر لے تاکہ یا تو وہ لعان کرے اور یا اپنے شوہر کی تصدیق کرے (اور بعد تصدیق کرنے کے اس پر زنا کی حد لگا دی جائے) اور اگر شوہر غلام ہے یا کافر ہے یا پہلے (کسی کو) تہمت لگانے میں سزا پا چکا ہے پھر اس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی ہے تو اس پر حد واجب ہے اور اگر مرد گواہی کے قابل ہے اور عورت لونڈی ہے یا تہمت میں سزا یافتہ ہے یا ایسی ہے کہ اس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگائی جاتی (مثلاً نابالغ لڑکی ہے یا دیوانی یا کسبی ہے) تو ایسی عورت کو تہمت لگانے میں مرد پر نہ حد ہے اور نہ لعان ہے۔

تفصیل لعان کی یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں قاضی کے ہاں حاضر ہوں پہلے چار

مرتبہ مرد گواہی دے۔ ہر مرتبہ اس طرح کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس میں سچا ہوں۔ پھر پانچویں مرتبہ اس طرح کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے اگر اس میں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور ہر دفعہ اس عورت کی طرف اشارہ کرتا رہے پھر چار گواہیاں وہ عورت دے ہر مرتبہ اس طرح کہے کہ مجھ پر جو اس مرد نے تہمت لگائی ہے میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ یہ اس میں بلاشک جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے اگر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جب یہ دونوں لعان کر چکیں تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرا دے اور جدائی کرانا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس وہ پھر عورت ہمیشہ کو حرام ہی رہے گی اور اگر تہمت بچہ کی وجہ سے لگائی ہے (یعنی شوہر نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو قاضی اس بچہ کا نسب اس مرد سے قطع کر کے اس عورت ہی کو دے دے پھر اگر بعد میں وہ مرد اپنی تکذیب کر لے (کہ میں نے جھوٹ اور غلط کہہ دیا تھا) تو قاضی اس کے (تہمت کی) حد لگا دے اور اب اس کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی غیر عورت پر تہمت لگائی اور تہمت کی حد اس کے لگ گئی یا کسی عورت نے زنا کرالیا تھا اور اس کے (زنا کی) حد لگ گئی (تو اس سے بھی نکاح کرنا جائز ہے) اور اگر کسی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور وہ ابھی بچی ہے یا دیوانی ہے تو اس صورت میں نہ ان دونوں میں لعان ہے اور نہ حد ہے۔ اور گونگے کے تہمت لگانے سے لعان نہیں ہو سکتا۔ اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس کہنے سے لعان نہ آئے گا۔

فائدہ: یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل کے ہونے یا نہ ہونے پر یقین نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کے کہنے سے پوری تہمت نہیں ہوئی اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر چھ مہینے سے کم میں اس عورت کے بچہ ہو جائے تو اس حمل کے انکار کرنے پر لعان واجب ہوتا ہے۔ (ہدایہ)

: اگر مرد نے عورت سے یہ کہا کہ تو نے زنا کیا ہے اور حمل زنا کا ہے تو یہ دونوں لعان

کریں اور قاضی حمل (کے نسب) کو مرد سے جدا نہ کرے۔

فائدہ: یعنی ابھی اسے اسی مرد کا قرار دے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ جدا کر دے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بلالؓ کے لڑکے کو ان سے جدا کر دیا تھا اور بلالؓ نے اپنی بیوی پر حمل کی حالت میں تہمت لگائی تھی ہماری دلیل یہ ہے کہ حمل پر احکام ولادت کے بعد ہی مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ولادت سے پہلے ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے اور یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آنحضرت کو اس حمل کا ہونا وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا اس لیے آپ نے اس پر حکم لگا دیا۔ (کذا فی الہدایۃ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے اپنی بیوی کے بچہ ہونے کے بعد اس بچہ کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) یا ایسے وقت انکار کیا کہ اس عورت کو اس بچہ کی مبارکباد دی جاتی تھی اور زچہ پن کی چیزیں خریدی جاتی تھیں تو اس کا انکار کرنا درست ہوگا اور اس کی وجہ سے یہ لعان کرے اور اگر اس کے بعد انکار کیا ہے تو لعان نہ ہوگا اور نسب اسی سے ثابت رہے گا۔

فائدہ: یعنی یہ اسی کا بیٹا کہلائے گا اور اگر وہ مر جائے گا تو یہ اس کا وارث ہوگا۔

ترجمہ: صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ نفاس کی مدت میں بچہ کا انکار کر دینا درست ہے اگر کسی عورت کے دو بچے جوڑواں ہوئے اور اس عورت کے شوہر نے پہلے بچے کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) اور دوسرے کا اقرار کر لیا تو ان دونوں بچوں کا نسب (اس مرد سے) ثابت ہو جائے گا اور اس کے حد لگائی جائے گی اور اگر پہلے کا اقرار کر لیا اور دوسرے کا انکار کیا تب بھی ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اور لعان نہ ہوگا۔

کتاب العدۃ

عدت کا بیان

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی برابر ہے کہ وہ طلاق رجعی یا بائنہ ہو ان دونوں میں بغیر طلاق کے جدائی ہوگئی اور وہ عورت آزاد اور ان عورتوں میں سے ہے کہ جنہیں

حیض میں بغیر طلاق کے جدائی ہوگئی اور وہ عورت آزاد اور ان عورتوں میں سے ہے کہ جنہیں حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین اقراء ہے اور اقراء کے معنی حیض ہیں۔

فائدہ: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اقراء کے معنی اطہار کے ہیں یعنی قرء طہر پاکی کو کہتے ہیں۔ قرء کے معنی حیض ہونے پر ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ **المستحاضة تدع الصلوٰة ایام اقرائها** ۔ یہاں اقراء کے معنی حیض کے ہیں کیونکہ نماز حیض کی حالت میں چھوڑ دی جاتی ہے نہ کہ پاکی کی حالت میں۔ دوسرے آپؐ نے فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ جب تمہیں قرء آئے تو تم نماز چھوڑ دیا کرو اور اس مسئلہ میں بہت طویل بحث ہے جو اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر اس (طلاق والی) عورت کو حیض نہیں آتا خواہ کم عمری کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے تو اس کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہو جانا ہے اور اگر لونڈی ہے (یعنی کسی نے لونڈی کو طلاق دے دی ہے) تو اس کی عدت دو حیض ہے اور اگر حیض نہیں آتا تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے جب کوئی مرد مر جائے اور اس کی بیوی آزاد عورت ہو تو اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہیں اور اگر لونڈی ہے تو دو مہینے اور پانچ دن اور اگر لونڈی حاملہ ہے (اور اس کا شوہر مر گیا ہے) تو اس کی بھی عدت بچہ پیدا ہو جانا ہے اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور دیتے ہی مر گیا اور وہ عورت اس کی وارث ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس کی عدت وہ ہے جو دونوں عدتوں میں زیادہ ہو۔

فائدہ: یعنی اگر چار مہینے دس روز زیادہ ہوں تو اس پر یہی عدت واجب ہوگی اور تین حیض کی مدت زیادہ ہوتی ہو تو پھر حیض ہی کی عدت واجب ہوگی اور یہ فرق اس صورت میں ہے کہ جب شوہر نے اسے بائنہ طلاق دی ہو اور اگر رجعی دی ہے تو پھر بالاتفاق چار مہینے دس دن ہی ہیں۔ (ملا مسکین)

ترجمہ: اگر کسی نے لونڈی (سے نکاح کر رکھا تھا پھر اس) کو رجعی طلاق دے کر اس کی عدت ہی میں اسے آزاد کر دیا تھا تو اس کی عدت مثل آزاد عورتوں کے ہو جائے گی اور اگر اسے

بائنہ طلاق دی تھی یا اس کا شوہر مر گیا تھا پھر (عدت میں) وہ آزاد کر دی گئی تو اس کی عدت مثل آزاد عورتوں کے نہ ہوگی۔

اگر (مطلقہ) عورت آئسہ ہو (یعنی اسے حیض نہ آتا ہو) اور وہ مہینوں کے حساب سے عدت میں بیٹھی تھی پھر اس نے خون دیکھا (یعنی اسے حیض آ گیا) تو اس کی جو عدت گزر چکی ہے وہ ٹوٹ جائے گی (یعنی وہ دن عدت میں محسوب نہ ہوں گے) اور اس عورت پر لازم ہے کہ اب اپنی عدت نئے سرے سے حیض سے شروع کر کے پوری کرے اور اگر کسی عورت کا نکاح فاسد ہو گیا تھا (اور اس کے شوہر نے اس سے صحبت کر لی تھی) یا اس سے کسی نے شبہ سے صحبت کر لی تھی تو ان دونوں کی عدت جدائی اور مرنے میں حیضوں کے ساتھ ہوگی اور اگر ام ولد کا آقا مر گیا یا اس نے اسے آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر کوئی صغیر (شوہر) مر گیا اور اس نے حاملہ عورت چھوڑی تو اس کی عدت (بھی) وضع حمل ہے اور اگر حمل اس کے مرنے کے بعد ظاہر ہوا تو اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہے اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو جس حیض میں اسے طلاق ہوئی ہے وہ عورت اسے عدت میں شمار نہ کرے۔

فائدہ: کیونکہ عدت پورے تین حیضوں کے ساتھ مقرر کی گئی ہے اور اس حیض کا کچھ حصہ گذر چکا ہے اس لیے اس حیض کے شمار ہونے سے پورے تین حیض نہ ہوں گے۔

ترجمہ: اگر عدت والی عورت سے کسی نے شبہ سے صحبت کر لی تو اس پر دوسری عدت لازم ہے اور دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا۔ پس اب جو حیض اسے آئے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار کیا جائے گا۔

فائدہ: تداخل کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی طلاق کے بعد وہ عدت میں بیٹھ گئی اور ابھی اسے ایک حیض آیا تھا کہ کسی نے شبہ سے اس کے ساتھ صحبت کر لی تو اب اس پر لازم ہے کہ اب سے تین حیض آنے تک یہ عدت میں رہے اس وقت دو حیض اس کے شوہر کی عدت پوری کرنے کے لیے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے شوہر کے لیے اور پہلے شوہر پر اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور دوسرے پر مہر مثل (جوہرہ)

ترجمہ: اگر اس نے پہلی عدت پوری کر دی اور دوسری پوری نہ کی تو اب دوسری عدت کو پوری کرنا اس پر واجب ہے اور عدت کی ابتداء طلاق میں طلاق کے بعد سے ہو جاتی ہے اور مرنے میں مرنے کے بعد سے پس اگر کسی عورت کو طلاق ہونا یا (اپنے شوہر کا) مر جانا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گذر گئی تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ عدت زمانہ کے گذرنے کو کہتے ہیں پس وہ مدت گذر گئی تو عدت بھی گزر گئی اگر یہ عورت چاہے تو اسی وقت نکاح کر سکتی ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: نکاح فاسد میں عدت اس وقت ہوتی ہے کہ جب شوہر اور بیوی میں جدائی ہو جائے یا شوہر صحبت نہ کرنے کا پورا قصد کر لے۔

سوگ کے احکام ✻ اور جس عورت کو بائنہ طلاق مل جائے یا کسی کا شوہر مر جائے اگر وہ مسلمان بالغہ ہے تو اسے سوگ کرنا واجب ہے اور سوگ کرنا یہ ہے کہ خوش بو نہ لگائے بناؤ سنگھار نہ کرے (سر میں) تیل نہ ڈالے سرمہ نہ لگائے ہاں اگر کوئی عذر ہو (تو سرمہ لگانا جائز ہے) اور مہندی نہ لگائے اور نہ کسم اور زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور کافرہ اور صغیرہ (یعنی نابالغ لڑکی) پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں حقوق شرع کی مخاطب نہیں ایک کم عمری کی وجہ سے اور دوسری کافرہ ہونے کے باعث اور سوگ کرنا حقوق شرع میں داخل ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور لونڈی اگر کسی کے نکاح میں ہو تو عدت میں اس پر سوگ کرنا واجب ہے اور نکاح فاسد کی عدت میں اور ام ولد کی عدت میں سوگ کرنا نہیں ہے۔

متفرق مسائل ✻ اور عدت والی عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے البتہ اشارہ سے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس عورت کو رجعی یا بائنہ طلاق مل گئی ہو اسے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے رات کو نہ دن کو۔ اور جس عورت کا شوہر مر گیا ہو وہ دن کو اور شروع رات میں باہر پھر لے اور ساری رات کسی کے گھر نہ رہے اور عدت والی عورت پر واجب ہے کہ طلاق ہونے کے وقت جو مکان اس کے رہنے کا ہو وہیں عدت گذارے اور اگر میت کے مکان میں اس کا اتنا ہی حصہ ہو جو اسے کافی نہیں ہو سکتا اور وارث اپنے حصہ (کے مکان) میں سے اسے نکال دیں تو یہ

وہاں سے چلی جائے۔ اور جس عورت کو رجعی طلاق ہو گئی ہو تو پھر اس کے شوہر کو اسے سفر میں لے جانا جائز نہیں ہے (جب تک کہ اس سے رجعت نہ کر لے)

فائدہ: یہ ہمارا مذہب ہے اور امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اسے سفر میں لے جانا جائز ہے اور اس اختلاف کا دار و مدار اس پر ہے کہ ہمارے نزدیک اسے سفر میں لے جانا رجعت نہیں ہے کیونکہ سفر نکاح ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انسان ماں بہن کے ساتھ بھی سفر کرتا ہے اور بی بی کے ساتھ بھی اور جو کام نکاح کے ساتھ مخصوص نہ ہو اس سے رجعت نہیں ہو سکتی اور امام زفرؒ فرماتے ہیں یہ رجعت ہے کیونکہ جو جس عورت کو رکھنا نہیں چاہتا وہ اسے سفر میں نہیں لے جایا کرتا۔ لہٰذا یہ بمنزلہ پیار لے لینے کے ہے۔ (شرح اقطع)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی پھر اس کی عدت ہی میں اس سے نکاح کر لیا اور صحبت کرنے سے پہلے اسے پھر طلاق دے دی تو اس مرد پر پورا مہر واجب ہے اور اس عورت پر نئے سرے سے عدت گذارنی واجب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ایسی عورت کا نصف مہر ہے اور اس پر پہلی ہی عدت کو پورا کر دینا واجب ہے اور جب رجعی طلاق والی عورت کے دو برس میں یا دو برس سے زیادہ میں بچہ پیدا ہو تو جب تک یہ اپنی عدت گذرنے کا اقرار نہ کرے گی اس بچہ کا نسب (اس کے شوہر سے) ثابت ہوگا۔

فائدہ: یعنی یہ بچہ اسی مرد کا کہلائے گا اور اس کے ترکہ کا وارث ہوگا۔

ترجمہ: اگر دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہو گیا تو یہ عورت اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی اور اگر دو برس سے زیادہ میں ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس عورت سے رجعت ہو جائے گی اور اگر بائنہ طلاق والی کے دو برس سے کم میں بچہ ہو گیا تو اس بچہ کا نسب اس (کے شوہر) سے ثابت ہوگا اور اگر جس روز طلاق ہوئی تھی اس سے پورے دو برس میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا ہاں اگر شوہر اس کا دعویٰ کرے (کہ یہ بچہ میرا ہے)

اور اگر کسی عورت کا شوہر مر گیا اور اس کے مرنے کے بعد سے دو برس کے اندر اندر اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور جب عدت والی عورت نے اپنی عدت گذرنے کا خود اقرار کر لیا اور پھر چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا

نسب (اس عورت کے شوہر سے) ثابت ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے میں ہوا تو اب نسب ثابت نہ ہوگا۔

اور جب کسی عدت والی عورت کے بچہ پیدا ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پیدا ہونے کی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیں یا یہ کہ شوہر ہی کے ہاں حمل ظاہر ہو یا شوہر کی طرف سے اقرار ہو (کہ یہ میرے ہی حمل کا بچہ ہے) تو (ان دونوں صورتوں میں) بغیر گواہی کے (بھی) نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں فقط ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور جس دن نکاح کیا تھا جب سے لے کر چھ مہینے میں کم میں اس عورت کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا برابر ہے کہ یہ مرد اقرار کرے یا خاموش رہے اور اگر اس نے اس کی ولادت کا انکار کر دیا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا جو اس کی ولادت کی گواہی دے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہے اور کم سے کم چھ مہینے۔ اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت کو طلاق دے دی تو اس پر عدت نہیں ہے اگر کسی عورت کو زنا سے حمل ہوا اور وہ نکاح کر لے تو اس کا نکاح ہو جائے گا لیکن جب تک وہ اس حمل کو نہ جن لے یہ مرد اس سے صحبت نہ کرے۔

کتاب النفقات

اہل وعیال کو خرچ دینے کا بیان

فائدہ: درمختار میں لکھا ہے کہ شرع میں نفقہ کھانے کپڑے اور گھر کو کہتے ہیں اور عرف میں نفقہ فقط کھانے کو کہتے ہیں۔

نفقہ خاوند کی حیثیت کے مطابق ملے گا ✻ ترجمہ: بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے برابر ہے کہ عورت مسلمان ہو یا کافرہ (یعنی اہل کتاب میں سے) ہو۔ جب عورت اپنے آپ

کو شوہر کے گھر میں اس کے اختیار میں کر دے تو اس پر اس عورت کا نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لیے گھر واجب ہوگا اور اس میں ان دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا برابر ہے کہ شوہر مالدار ہو یا تنگدست ہو۔

فائدہ : پس اگر دونوں مالدار ہیں تو عورت کا نفقہ امیرانہ ہوگا اور اگر دونوں غریب ہیں تو غریبانہ ہوگا اور اگر عورت امیر گھر کی ہے اور شوہر غریب ہے تو اس کا نفقہ غریب گھر کی عورتوں سے کچھ زیادہ ہوگا اور اگر اس کی الٹی صورت ہے یعنی شوہر امیر ہے اور عورت غریب گھر کی ہے تو اس کا نفقہ امیر گھر کی عورتوں سے کچھ کم ہوگا اور اگر ان میں سے ایک بہت ہی امیر ہے۔ اور دوسرا بہت ہی غریب ہے تو اوسط درجہ کا دلایا جائے گا یہی خصافؒ نے اختیار کیا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (رمزالحقائق)

ترجمہ: اور اگر عورت اپنے آپ کو اختیار میں مرد کے کرنے سے رکی رہے یہاں تک کہ وہ اس کا مہر ادا کر دے تب بھی اس کا نفقہ دینا ضروری ہے۔

فائدہ : یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب مہر معجّل ٹھہر گیا ہو اور اگر مہر مؤجل ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو رکھنا جائز نہیں ہے۔

نفقہ ملنے نہ ملنے کی صورتیں ✻ **ترجمہ**: اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے چلی جائے تو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کے گھر میں نہ آ جائے اگر وہ کم سن ہے کہ شوہر اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا (یعنی نہ صحبت کر سکتا ہے نہ خدمت کرا سکتا ہے) تو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے اختیار میں کر دے اور اگر شوہر کمسن ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا اور عورت بڑی عمر کی ہے تو اس کے مال میں سے اس عورت کو نفقہ دینا چاہیے۔

جب کسی مرد نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو اس کی عدت میں اسے نفقہ اور مکان دینا چاہیے برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو اور جس عورت کا شوہر مر جائے اس کے لیے نفقہ نہیں ہے (برابر ہے کہ اسے حمل نہ ہو یا ہو) اور جو جدائی عورت کی طرف سے ہو یعنی اس کی خطا کے سبب سے ہو تو اس عورت کے لیے نفقہ نہیں ہے۔

فائدہ: مثلاً مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے یا اپنے شوہر کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لے یا اپنے اوپر اسے قابو یافتہ کر دے۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی پھر وہ مرتد ہو گئی تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا (برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو) اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر قابو دے دے اگر یہ قابو دینا طلاق کے بعد ہے۔ تو اس کو نفقہ ملے گا (کیونکہ عورت کی یہ خطا جدائی کے بعد ہوئی ہے) اور اگر طلاق سے پہلے ہے تو اسے نفقہ نہیں ملے گا اور اگر عورت (کے ذمہ قرض تھا اور اس) قرض میں قید ہو گئی یا کوئی مرد زبردستی اسے چھین کے لے گیا یا کوئی عورت نامحرم کے ساتھ حج کو چلی گئی تو ایسی عورتوں کے لیے نفقہ نہیں ہے اگر عورت شوہر کے گھر بیمار ہو گئی تو اس کا نفقہ واجب ہو گا۔

اگر شوہر دولتمند ہے تو عورت کے ایک خادم کا نفقہ بھی اس کے ذمہ واجب ہو گا اور ایک سے زیادہ کا واجب نہ ہو گا اور شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کے رہنے کے لیے علیحدہ گھر دے کہ جس میں اس شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو ہاں اگر عورت ان کے شریک ہو کر رہنے پر راضی ہو۔

نفقہ کے متفرق مسائل ✱ اور شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی کے ماں باپ کو اور اس کے بیٹے کو جو دوسرے شوہر سے ہو اور اس کے اور رشتہ داروں کو اس کے پاس جانے سے منع کر دے اور دیکھنے اور بات چیت کرنے سے منع نہ کرے وہ جس وقت چاہیں بات کریں اور دیکھ جایا کریں۔ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو نفقہ نہ دے سکے تو ان دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے بلکہ عورت سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے شوہر کے نام سے قرض لے کر کھاتی رہے اگر کوئی آدمی غائب ہو گیا (یعنی کہیں چلا گیا) اور ایک اور آدمی کے پاس اس کا کچھ مال ہے جو اس کا مال ہونے اور ایک عورت کی بابت اس غائب کی بیوی ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اس عورت کا اور اس غائب کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور ماں باپ کا خرچ قاضی اس مال میں مقرر کر دے اور عورت سے اس کا ایک ضامن لے لے اور غائب کے مال میں سے سوائے ان لوگوں کے اور کسی کا خرچ نہ دلایا جائے۔

اگر قاضی نے کسی عورت کے لیے اس کے شوہر کی تنگ دستی کے مطابق نفقہ کا حکم دے دیا تھا پھر وہ دولت مند ہو گیا اور عورت نے دعویٰ کیا کہ اب میرا نفقہ بڑھنا چاہیے تو قاضی اس کو بڑھا کر امیرانہ نفقہ کر دے۔ اور اگر کچھ مدت گذر گئی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو نفقہ نہیں دیا۔ اور اب وہ ان دنوں کا اس (پر دعویٰ کرتی ہے اور اس) سے مانگتی ہے تو اب اسے ان دنوں کا کچھ نہیں ملے گا ہاں اگر قاضی اس کے لیے پہلے کچھ نفقہ مقرر کر چکا ہو یا عورت نے کسی مقدار پر شوہر سے صلح کر لی ہو تو ان دونوں صورتوں میں گذشتہ دنوں کا نفقہ ادا کرنے کا قاضی حکم دے دے اور اگر نفقہ کا حکم ہونے کے بعد شوہر مر گیا اور چند مہینے گذر گئے تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

اگر شوہر نے سال بھر کا نفقہ پیشگی دے دیا اور پھر مر گیا تو (امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک) اس نفقہ میں سے کچھ واپس نہ لیا جائے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حساب کر کے گذشتہ دنوں کا نفقہ اس عورت (کے حق) کا چھوڑ دیا جائے اور جو بچے وہ شوہر (کے وارثوں) کا ہے اگر کسی غلام نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا تو اس کا نفقہ اس غلام کے ذمہ دین ہے اس نفقہ میں اس کو فروخت کر دیا جائے اگر کسی نے کسی لونڈی سے نکاح کر لیا اور اس کے آقا نے اس لونڈی کو اس کے گھر بھیج دیا تو اس پر نفقہ واجب ہے اور اگر اس کے گھر نہیں بھیجا تو اس پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

بچوں کے نفقہ کا بیان ✵ چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے باپ کے ساتھ اس میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا جیسا کہ عورت کے نفقہ میں شوہر کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوتا پس اگر بچہ دودھ پیتا ہے (اور میاں بیوی میں جدائی ہو گئی) تو اس کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں ہے بلکہ باپ اس کے لیے ایک انا نوکر رکھے جو بچہ کی ماں کے پاس رہ کر اسے دودھ پلائے۔

فائدہ: اگر بچہ کی ماں یہ چاہے کہ انا میرے پاس ہی رہ کر دودھ پلائے تو شوہر ایسا کر لے ورنہ یہ لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر شوہر نے اپنی بیوی کو یا اپنی عدت میں بیٹھی ہوئی بیوی بچہ کو دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھ لیا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر اس کی عدت پوری ہو گئی اور پھر اسے دودھ پلانے پر

نوکر رکھ لیا تو جائز ہے اور (اگر اسی بچہ کی ماں نے تنخواہ زیادہ مانگی اور) باپ نے کہا کہ میں اس عورت کو (یعنی بچہ کی ماں کو) نوکر نہ رکھوں گا اور وہ اور عورت کو لے آیا پھر اس کی ماں بھی اسی تنخواہ پر رضا مند ہوگئی جو غیر عورت کو دی جاتی ہے تو اس میں زیادہ حقدار ماں ہی کا ہے اور اس کے زیادہ تنخواہ مانگنے میں شوہر اس پر زبردستی نہیں کرسکتا۔

فائدہ: زبردستی نہیں کرسکتا یعنی شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر وہ زیادہ تنخواہ مانگے تو اسے تھوڑی تنخواہ دے کر اس سے زبردستی دودھ پلوائے۔

ترجمہ: چھوٹے بچہ کا نفقہ باپ پر واجب ہے اگرچہ وہ دین میں اس کے خلاف ہو جیسا کہ عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اگرچہ وہ دین میں شوہر کے خلاف ہو۔

فائدہ: باب کے شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ خواہ عورت مسلمان ہو یا کتابی ہو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

بچہ کی پرورش کا حکم ٭ **ترجمہ**: جب میاں بیوی میں جدائی ہو جائے (اور ان کا کوئی چھوٹا بچہ ہو) تو بچہ کی پرورش کرنے کی سب سے زیادہ حقدار اس کی ماں ہے اگر ماں نہ ہو تو دادی سے نانی بہتر ہے اور جب نانی نہ ہو تو بہنوں سے دادی بہتر ہے اور اگر دادی بھی نہ ہو تو پھر پھوپھیوں اور خالاؤں سے بہنیں بہتر ہیں اور اخیافی بہن سے حقیقی بہن مقدم ہے اور اگر حقیقی نہ ہو تو پھر اخیافی کا درجہ ہے اور پھر علاتی کا ہے۔

فائدہ: حقیقی بہن بھائی وہ ہوتے ہیں جو ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوں اگر فقط ماں ہی میں شریک ہیں اور باپ دو ہیں تو وہ اخیافی ہیں اور اگر باپ میں شریک ہیں تو وہ علاتی ہیں۔

ترجمہ: پھر خالائیں پھوپھیوں سے بہتر ہیں اور خالاؤں اور پھوپھیوں میں سے بھی یہی ترتیب ہے جو بہنوں میں ہے۔ یعنی پہلے سگی خالہ۔ اس کے بعد اخیافی اور پھر علاتی اور ان میں سے جون سی عورت دوسرا شوہر کر لے گی تو اس کا حق پرورش کا ساقط ہو جائے گا سوائے نانی کے کہ جب وہ اس بچہ کے دادا سے نکاح کر لے (تو اس کا حق پرورش ساقط نہیں ہوتا) اور اگر بچہ کے قریبی رشتے داروں میں کوئی عورت نہیں ہے اور مردوں میں اس کے پرورش کرنے کا جھگڑا ہے تو اس کو پرورش کرنے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو عصبہ ہونے میں سب سے زیادہ

قریب ہو (یعنی باپ کے عزیزوں میں سب سے زیادہ قریب ہو) ماں اور نانی لڑکے کی اس وقت تک حقدار ہیں کہ وہ اکیلا (یعنی اپنے ہاتھ سے) کھانا کھانے لگے پانی پینے لگے کپڑا پہن سکے۔ طہارت کر سکے اور اگر لڑکی ہے تو اس وقت تک کہ اسے حیض آنے لگے اور سوائے ماں اور نانی کے اور عورتیں لڑکی کی اس وقت تک حق دار ہیں کہ وہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کے دیکھنے سے مرد کو شہوت ہونے لگے اور جب کسی لونڈی کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا یا ام ولد جب آزاد ہوگئی تو یہ دونوں بچہ کی پرورش کرنے میں مثل آزاد عورت کے ہیں آزاد ہونے سے پہلے بچہ میں ان کا کوئی حق نہیں ہے اور ذمیہ (یعنی ذمی عورت) اپنے مسلمان بچہ کی (خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو) سب سے زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اسے دین کی سمجھ نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس بچہ پر کفر سے مانوس ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ اوّل شوہر اور بیوی دونوں کافر تھے اور ایک ان کے بچہ تھا پھر شوہر مسلمان ہو گیا تو ان دونوں میں جدائی ہوگئی اور ان دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ یہ بچہ میرے پاس رہے تو جب تک اس بچہ کو دین کی کچھ سمجھ نہ ہو اس کے پرورش کرنے کی حق دار اس کی ماں ہوگی اور جب اسے یہ سمجھ آ جائے گی تو اس کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس وقت اس کے پاس رہنے میں لڑکے کا نقصان ہے۔ (جوہرہ)

متفرق مسائل ✽ **ترجمہ**: اور اگر مطلقہ اپنے بچہ کو شہر سے باہر کہیں لے جانا چاہے تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے ہاں اگر اپنے اس وطن میں لے جائے کہ جہاں اس کے شوہر نے اس سے نکاح کیا ہو (تو وہاں جانا جائز ہے) ہر آدمی پر اپنے ماں باپ دادا، دادی اور نانا، نانی کا نفقہ واجب ہے جب کہ وہ تنگدست اور (محتاج) ہوں۔ اگر چہ دین میں وہ اس کے خلاف ہوں اور باوجود دین میں خلاف ہونے کے اور کسی کا نفقہ واجب نہیں ہے سوائے بیوی اور ماں باپ اور دادا، دادی اور نانا، نانی اور بیٹے اور پوتے کے اور ماں باپ کے نفقہ میں کوئی اپنے بیٹے کو شریک نہیں کر سکتا نفقہ ہر ذی رحم محرم کا واجب ہے جب کہ وہ کمسن اور محتاج ہوں یا عورت بالغہ محتاج ہو جائے یا مرد ہو لیکن اندھا ہو یا محتاج ہو تو یہ نفقہ میراث کے طریقہ پر واجب ہوتا ہے اور لڑکی اور اپاہج لڑکے کا نفقہ ماں باپ کے ذمہ اس طرح واجب ہے کہ باپ کے ذمہ دو تہائی

اور ماں کے ذمہ ایک تہائی اور ان کا نفقہ باوجود دین میں اختلاف ہونے کے واجب نہیں ہے اور نہ محتاج پر واجب ہے اور اگر کسی غائب شخص کا مال (کسی کے پاس امانت) ہے (اور اس شخص کے ماں باپ محتاج ہیں) تو قاضی اس پر اس کے ماں باپ کے نفقہ کا حکم دے دے (کہ اس کے ماں باپ اپنے خرچ کے لائق اس کے مال میں سے لے لیا کریں) اور اگر کسی کے ماں باپ اپنے بیٹے کا کچھ اسباب اپنے نفقہ میں بیچ دیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر زمین بیچیں تو جائز نہیں ہے۔

اور اگر کسی شخص کا مال اس کے ماں باپ کے قبضہ میں تھا۔ اور انہوں نے اس میں سے کچھ خرچ کر لیا تو وہ دین دار نہ ہوں گے اور اگر اس کا مال کسی غیر آدمی کے پاس تھا اور اس نے قاضی کے حکم دیئے بغیر کچھ انہیں دے دیا تو وہ دیندار ہوگا اگر قاضی نے ماں باپ اور اولاد اور ذوی الارحام کے نفقہ کا حکم دے دیا اور پھر کچھ مدت گذر گئی کہ جس میں انہیں نفقہ نہیں ملا تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا ہاں اگر قاضی نے اس کی طرف سے انہیں قرض (لے کر کھانے) کی اجازت دے دی ہو آقا پر اپنے غلام اور لونڈی کا نفقہ واجب ہے اور اگر وہ اس کے دینے سے انکار کر دے اور یہ دونوں کوئی کام جانتے ہیں تو یہ دونوں مزدوری کر کے اس سے اپنا خرچ چلایا کریں اور اگر یہ کوئی کام بھی نہیں جانتے تو پھر ان کے آقا پر جبر کیا جائے کہ وہ انہیں فروخت کر دے۔

کتاب العتاق

غلام آزاد کرنے کا بیان

ترجمہ: عتق (یعنی آزاد کرنا) آزاد عاقل بالغ سے اپنی ملک میں ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی آزاد کرنے والا جب خود بھی آزاد اور عاقل بالغ ہو کر اپنے ہی غلام لونڈی کو آزاد کرے گا تو اس کا آزاد کرنا درست ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

: پس جب کسی نے اپنے غلام یا لونڈی سے کہا کہ تو حر ہے یا معتق یا عتیق ہے یا محر

رہے یا کہے میں نے تجھے حر بنا دیا یا میں نے تجھے آزاد کر دیا تو (ان الفاظ کے کہنے سے) وہ آزاد ہو جائے گا (خواہ غلام ہو یا لونڈی ہو) آقا آزاد کرنے کی نیت کرے یا نہ کرے۔

فائدہ: ان الفاظ کے کہتے ہی آزاد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ الفاظ اس بارے میں صریح ہیں۔ اس لیے ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح جب کسی نے یہ کہا کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیری گردن یا تیرا بدن آزاد ہے یا اپنی لونڈی سے کہا کہ تیری شرمگاہ آزاد ہے (تو اس طرح کہنے سے بھی آزاد ہو جائیں گے) اور اگر کسی نے (اپنے غلام یا لونڈی سے) یہ کہا کہ میں تیرا مالک نہیں ہوں اور اس سے آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر نیت نہیں کی تو آزاد نہ ہوگا اور عتق کے تمام اشاروں کا یہی حکم ہے (کہ جب نیت کی ہوگی تو عتق ہو جائے گا ورنہ نہیں ہوگا) اور اگر یہ کہا کہ میرا تجھ پر غلبہ نہیں ہے اور اس سے آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہوگا اور اگر کسی نے (اپنے غلام سے) کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے (اور اس غلام کی عمر کا اس کے بیٹا ہو سکتا ہے) اور پھر وہ اپنے اسی اقرار پر رہا یا یہ کہا کہ یہ میرا آقا ہے یا یہ کہہ دیا کہ اے میرے آقا تو وہ (غلام) آزاد ہو جائے گا (اور نیت کی ضرورت نہ ہوگی) اور اگر یہ کہا کہ اے میرے بیٹے! یا اے میرے بھائی! تو اس کہنے سے آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایسے غلام سے کہ اس غلام جیسا اس جیسوں کے بیٹا نہیں ہو سکتا یہ کہہ دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ آزاد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنی لونڈی سے یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے اور اس سے اس کو آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد نہ ہوگی۔

اگر کوئی اپنے غلام سے یہ کہے کہ تو مثل آزاد کے ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا (اگر چہ اس نے آزاد کرنے کی نیت کر لی ہو) اور اگر کوئی (اپنے غلام سے) کہے کہ تو نہیں ہے مگر آزاد تو وہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اس کی طرف سے (اس کی ملک میں آتے ہی) آزاد ہو جائے گا۔ اگر کسی مولیٰ نے (یعنی غلام کے آقا نے) اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا تو وہ حصہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا (برابر ہے کہ تہائی ہو یا چوتھائی ہو یا جو کچھ بھی ہو) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اب یہ غلام اپنی بقیہ قیمت

میں اپنے آقا کے لیے کوشش کرے۔

فائدہ : کوشش کرنے سے یہ مراد ہے کہ جو حصہ اس کا آزاد ہونے سے رہ گیا ہے یہ اس کی قیمت کما کر اپنے آقا کو دے دے اور پھر سارا آزاد ہو جائے۔

ترجمہ: اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ (غلام کو کچھ حصہ آزاد کرنے سے) وہ سارا غلام آزاد ہو جائے گا اور جب کوئی غلام دو آدمیوں کی شرکت میں ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا پس اگر یہ (آزاد کرنے والا) دولت مند ہے تو اس کے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ (بھی اپنا حصہ) آزاد کر دے اور چاہے اپنے شریک سے اپنے حصہ کی قیمت کا تاوان لے لے اور چاہے اس غلام سے کموا کر (اپنے حصہ کے روپیہ اس سے وصول کر) لے اور اگر وہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو اب بھی اس کے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنا حصہ آزاد کر دے اور چاہے اس غلام سے محنت کرا (کے وصول کر) لے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو یہ اس سے تاوان لے لے اگر وہ تنگ دست ہے تو یہ غلام سے محنت کرا لے اس کے سوا اسے اور کچھ اختیار نہیں ہے اگر دو آدمیوں نے ایک غلام خریدا اور وہ غلام ان میں سے ایک کا بیٹا ہے تو (اس غلام میں سے اس کے) باپ کا حصہ فوراً آزاد ہو جائے گا اور اس پر تاوان نہ آئے گا۔

فائدہ : برابر ہے کہ خریدتے وقت دوسرے شریک کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے یا نہ معلوم ہوا ہو۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور اسی طرح جب دو آدمی ایک غلام کے وارث ہوئے ہوں (اور وہ ان میں سے ایک کا بیٹا ہو) تو اس کے باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا (اور تاوان نہ آئے گا) اور (دوسرے) شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنے حصہ کو آزاد کر دے اور چاہے اس غلام سے کموا لے۔

فائدہ : اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے دو غلام خریدے کہ وہ دونوں آپس میں باپ بیٹے ہیں اس عورت نے باپ کو آزاد کر کے اس سے اپنا نکاح کرا لیا اور اس کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا پھر یہ عورت مر گئی اور وہی غلام چھوڑا جو اس کے شوہر ثانی کا بیٹا ہے اور اس کے

دو وارث ہیں ایک اس عورت کا لڑکا اور ایک اس کا شوہر یعنی اس غلام کا باپ تو اس صورت میں باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور اس عورت کا لڑکا اس سے تاوان نہیں لے سکتا بلکہ وہ اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے اس سے محنت کرائے۔

ترجمہ: اگر ایک غلام دو آدمیوں کا ہے اور وہ دونوں آپس میں کہیں یعنی ایک کہے اس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے اور دوسرا کہے کہ تو نے آزاد کیا ہے تو وہ غلام (آزاد ہو جائے گا اور اب وہ) ان دونوں کے حصہ (کی قیمت ادا کرنے) میں کوشش کرے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک برابر ہے کہ وہ دونوں مالدار ہوں یا تنگدست ہوں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر دونوں تنگدست ہیں تو دونوں (کا حصہ ادا کرنے) کے لیے کوشش کرے اور اگر ایک مالدار ہے دوسرا تنگدست ہے تو مالدار کو کما کے دے دے اور تنگ دست کو نہ دے۔ اگر کسی نے اپنا غلام اللہ کے واسطے یا شیطان کے واسطے یا کسی بت کے واسطے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص کسی کے زبردستی (کرنے) کی وجہ سے یا نشہ کی حالت میں اپنے لونڈی یا غلام کو آزاد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر کوئی آزادی کو اپنے مالک ہونے پر یا کسی اور شرط پر معلق کر دے تو یہ درست ہے جیسا کہ طلاق میں درست ہے۔

فائدہ: مثلاً کوئی غلام سے یوں کہے کہ اگر میں تیرا مالک ہو جاؤں تو تو آزاد ہے یا اپنے غلام سے یہ کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تو آزاد ہے تو اس کے مالک ہو جانے یا اس کے وہ کام کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: اگر حربی کا غلام دارالحرب سے نکل کر ہماری طرف (دارالاسلام میں) آ جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر کسی نے اپنی حاملہ لونڈی کو آزاد کیا ہے تو وہ لونڈی اور اس کا حمل دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر خاص حمل ہی کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں آزاد نہ ہوگی اگر کسی نے اپنے غلام کو کسی قدر مال پر آزاد کر دیا اور اس غلام نے (وہ مال دینا) قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا یعنی جب اس نے مال دینا قبول کر لیا اسی وقت وہ آزاد ہو گیا۔ اور وہ مال (دینا) اس پر لازم ہے اگر کسی نے (اپنے غلام سے) یہ کہا کہ اگر تو مجھے ایک ہزار روپیہ دے دے تو تو آزاد ہے تو یہ درست ہے اور وہ مال اس (غلام) پر لازم ہے اور یہ

غلام ماذون ہو جائے گا پس اگر اس نے ایک ہزار روپیہ حاضر کر دیا تو اب حاکم اس کے آقا پر جبر کرے کہ وہ اس روپیہ کو لے لے اور اس غلام کو آزاد کر دے لونڈی کا بچہ جو اس کے آقا (کے نطفہ) سے ہو آزاد ہوتا ہے (یہ اس وقت ہے کہ آقا یہ دعویٰ اور اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے) اور جو اس کا لڑکا اس کے اور شوہر سے ہو تو وہ اس کے آقا کا غلام ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ اپنی ماں کے تابع یعنی اسی کے حکم میں ہوتا ہے برابر ہے کہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر آزاد عورت کا بچہ غلام سے ہو تو وہ آزاد ہے۔

کتاب التدبیر

غلام لونڈی کو مدبر کرنے کا بیان

فائدہ: لغت میں تدبیر کے معنی کسی کام کے انجام پر غور کرنے کو اور شریعت میں تدبیر ایسے عتق کے واجب کر دینے کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد چند الفاظ سے حاصل ہو وہ الفاظ اس پر صراحۃً دلالت کرتے ہوں یا اشارۃً۔ (عنایہ)

ترجمہ: جب آقا نے اپنے غلام سے یہ کہہ دیا کہ جب میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا یوں کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے یا کہا تو مدبر ہے یا کہا میں تجھے مدبر کر چکا تو اب وہ غلام مدبر ہو چکا نہ اس کو بیچنا جائز ہے اور نہ ہبہ کرنا ہاں آقا کو اس سے اپنی خدمت کرانی اور مزدوری کرانی جائز ہے اور اگر لونڈی ہے تو اس سے صحبت کرنی اور اس سے اپنا نکاح کر لینا جائز ہے اور جس وقت آقا مر جائے گا تو مدبر اس کے تہائی مال میں سے اگر نکل سکے تو آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس سوائے اس مدبر کے اور مال نہیں ہے تو یہ اپنی دو تہائی قیمت میں کوشش کر کے (اپنے آقا کے وارثوں کو) دے۔ اور اگر اس کے آقا کے ذمہ قرض ہے تو یہ اپنی پوری قیمت کما کے اس کے قرض خواہوں کو دے اور مدبر لونڈی کا بچہ بھی مدبر ہوتا ہے پس اگر مدبر جی کو کسی صفت پر معلق کر دیا مثلاً یوں کہہ دیا کہ اگر میں اس مرض میں یا اپنے اسی سفر میں یا

فلانے مرض میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے تو اس کہنے سے وہ مدبر نہ ہوگا اس کو بیچنا جائز ہے پس اگر آقا اسی صفت پر مرگیا جو اس نے بیان کی تھی تو یہ آزاد ہو جائے گا جیسا کہ مدبر آزاد ہو جاتا ہے۔

باب الاستیلاد

لونڈی کو ام ولد بنانے کا بیان

ترجمہ: جب لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ ہو جائے تو وہ اس کی ام ولد ہو جاتی ہے اس کو فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں آقا کو اس سے صحبت کرنا اور اس سے خدمت کرانا اور مزدوری کرانا اور اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ خود آقا اس کا اقرار نہ کرلے پس اگر اس کے بعد (یعنی پہلے بچہ کا اقرار ہونے کے بعد) اس کے اور بچہ ہو گیا تو اس کا نسب اس (کے آقا) سے بغیر اقرار کے ثابت ہو جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو اس کا انکار معتبر ہوگا۔

جب آقا مرجائے گا تو یہ لونڈی اس کے پورے مال سے آزاد ہو جائے گی (یعنی مدبر کی طرف ایک تہائی مال سے آزاد نہ ہوگی) اگر اس کے آقا کے ذمہ قرض ہوگا تو ان قرض خواہوں کو اپنی قیمت کما کر دینی اس پر واجب نہیں ہے اگر کسی نے غیر کی لونڈی سے نکاح کر کے اس سے صحبت کرلی۔ پھر اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور بعد اس کے یہ شخص اس لونڈی کا مالک ہو گیا (یعنی خرید کر یا اور کسی ذریعہ سے) تو یہ لونڈی (ہمارے نزدیک) اس کی ام ولد ہو جائے گی۔

اگر باپ نے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرلی اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور اس نے اس کا دعویٰ کیا (کہ یہ میرا بچہ ہے) تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور یہ لونڈی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر (یعنی باپ پر) اس لونڈی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور اس کا مہر لازم نہ آئے گا اور نہ اس کے بچہ کی قیمت دینا لازم ہوگی اگر باپ کے ہوتے دادا

اپنے پوتے کی لونڈی سے صحبت کرے (اور بچہ ہو جائے) تو اس سے (اس بچہ کا) نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر باپ مر گیا ہے تو (اس صورت میں) دادا سے نسب ثابت ہو جائے گا جیسا کہ باپ سے ہوتا ہے اگر ایک لونڈی دو آدمیوں کی شراکت میں تھی اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور شریکوں میں سے ایک نے اس کا دعویٰ کیا (کہ یہ میرا بچہ ہے) تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور یہ لونڈی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس لونڈی کا نصف مہر اور اس کی نصف قیمت اس شریک پر واجب ہوگی اور اس بچہ کی قیمت اس کے ذمہ کچھ نہ ہوگی اور اگر ان دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا تو نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا اور یہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہوگی اور ان دونوں پر دونوں کے لیے نصف مہر واجب ہوگا نہ یہ اس سے لے گا اور نہ وہ اس سے اور وہ لڑکا ان دونوں سے بیٹے کی پوری میراث کا وارث ہوگا یعنی جتنا حصہ ایک بیٹے کو ملتا ہے یہ اکیلا اتنا ہی حصہ (دونوں کی میراث میں سے) لے گا اور یہ دونوں اس سے ایک ہی باپ کی میراث کے وارث ہوں گے (یعنی ایک باپ کو جو حصہ ملتا ہے یہ دونوں اس کو تقسیم کر لیں گے)

اگر آقا نے اپنے مکاتب کی لونڈی سے صحبت کر لی اور اس کے بچہ ہو گیا اور آقا نے اس کا دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) پس اگر مکاتب نے اس کی تصدیق کر دی تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور آقا پر اس لونڈی کا پورا مہر اور اس بچہ کی قیمت دینی واجب ہوگی اور یہ لونڈی اس کی ام ولد نہ ہوگی اور اگر اس مکاتب نے نسب میں اس کی تکذیب کر دی تو پھر اس بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا۔

کتاب المکاتب

غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

ترجمہ: اگر آقا اپنے غلام یا لونڈی کو کسی قدر مال پر مکاتب کر دے یعنی اس کا آزاد ہونا اس مال کے وصول ہونے پر معلق کر دے اور وہ غلام اس عقد کو قبول کر لے تو وہ مکاتب ہو جاتا ہے

اور اس مال میں فی الحال لینے یا قسط وار لینے یا بطور ادھار کے کچھ مدت کے بعد لینے کی شرط کر لینی جائز ہے اور ایسے کمسن غلام کو مکاتب کر دینا جائز ہے کہ جو خرید وفروخت کو سمجھتا ہو اور جب یہ کتابت طے ہو جائے تو اس کے بعد وہ مکاتب (غلام) آقا کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اور اس کی ملک سے نہیں نکلتا پس مکاتب کو خرید وفروخت اور سفر کرنا جائز ہے اور اپنا نکاح کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کا آقا اجازت نہ دے اور نہ وہ کوئی چیز ہبہ کرے اور نہ صدقہ کرے ہاں اگر کوئی تھوڑی سی (معمولی) چیز ہو (تو اسے صدقہ کر دینا جائز ہے) اور نہ وہ کسی کا کفیل ہو پس اگر اس کی لونڈی سے کوئی بچہ اس کے ہو جائے تو وہ بھی اس کی کتابت میں آ جائے گا اور اس کا حکم مثل حکم اس کے باپ کے ہوگا اور اس کی کمائی اسی مکاتب (یعنی اس کے باپ) کی ہوگی پس اگر کسی نے اپنے غلام کا اپنی لونڈی سے نکاح کر دیا تھا اور اس کے بعد انہیں مکاتب کیا پھر اس لونڈی کے اس سے بچہ ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی کتابت میں آ جائے گا اور اس کی کمائی بھی اسی کی ہوگی۔ اگر آقا نے اپنی مکاتبہ لونڈی سے صحبت کر لی تو اس پر مہر لازم آ جائے گا اور اگر اس لونڈی پر یا اس کے بچہ پر (مار پیٹ میں) کسی طرح کی زیادتی کی۔ تو اس پر اس کا جرمانہ لازم ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کا کچھ مال تلف کر دیا تو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ لونڈی اور غلام جب مکاتب ہو گئے تو اب ان کی کمائی سے ان کے آقا کو کچھ تعلق نہیں ہے یہ بالکل مثل غیر آدمی کے ہوتا ہے اس لیے ان کا نقصان کرنے سے اس پر تاوان وغیرہ آئے گا۔

ترجمہ: اگر مکاتب اپنے باپ یا بیٹے کو خرید لے تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہو جاتے ہیں اور اگر اس نے اپنی ام ولد کو مع اس کے بچہ کے خرید لیا تو اس کا بچہ بھی کتابت میں داخل ہو گیا اور اب اس کو اس ام ولد کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کتابت میں داخل ہو جانے سے یہ مراد ہے کہ جب یہ مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہو جائیں گے اور جب تک یہ غلام رہے گا وہ بھی غلام رہیں گے۔

ترجمہ: اگر کوئی مکاتب اپنے جیسے ذی رحم محرم مکاتب کو خرید لے جس سے ولادت کا رشتہ نہ ہو (مثلاً باپ یا بیٹا نہ ہو) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی کتابت میں داخل نہ ہوگا۔

فائدہ : کتابت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے اسے بیچنا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک داخل ہے ان کے نزدیک اسے بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر مکاتب قسط (کا روپیہ ادا کرنے) سے عاجز ہو جائے (یعنی اس سے دیا نہ جائے) تو حاکم اس کی حالت کو غور سے دیکھے (اور تحقیق کرے) اگر اس کا روپیہ لوگوں کے ذمہ اتنا ہے جس سے یہ بھگتان کر دے گا یا عنقریب کچھ روپیہ اس کے پاس آنے والا ہے۔ تو اس کے عاجز کرنے میں (یعنی اس کے عاجز ہونے کا حکم دینے میں) حاکم جلدی نہ کرے دو روز یا تین روز اس کا انتظار کرے اور اگر اس کے پاس کوئی صورت (ادائیگی کی) نہ ہو اور اس کا آقا اسے عاجز کرانا چاہے تو حاکم اسے عاجز کر دے (اور حکم دے دے) اور اس کتابت کو فسخ کر دے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ابھی عاجز نہ کرے یہاں تک کہ اس کے ذمہ دو قسطیں ہو جائیں۔

جب مکاتب عاجز ہو گیا (یعنی حاکم نے اس کے عاجز ہونے کا حکم دے دیا) تو وہ پھر غلام کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کے پاس جو کچھ اس کا کمایا ہوا ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہو جاتا ہے پس اگر مکاتب مر جائے اور اس کے پاس کچھ روپیہ ہو تو اس کی کتابت فسخ نہیں ہوتی بلکہ جتنا روپیہ اس کے ذمہ ہے وہ اس کے روپیہ سے بھگتا دیا جائے اور اس کی زندگی کے آخری حصہ میں اس کے آزاد ہونے کا حکم دے دیا جائے اور جو روپیہ بچے وہ اس کے وارثوں کا ترکہ ہے اور اس کی اولاد آزاد کر دی جائے۔ اور اگر اس نے اتنا روپیہ نہیں چھوڑا کہ جس سے اس کے ذمہ کا پورا روپیہ ادا کر دیا جائے اور اس نے ایک لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا تو یہ لڑکا اپنے باپ کا مال کتابت قسط وار ادا کرنے میں کوشش (اور محنت) کرے اور جب یہ ادا کر چکے تو اب ہم یہ حکم دے دیں گے کہ اس کا باپ مرنے سے پہلے آزاد تھا اور یہ لڑکا بھی آزاد ہو جائے گا۔

اگر اس نے ایسا لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں اس نے مول لیا تھا تو اس سے کہا جائے گا کہ یا تو تو کتابت کا روپیہ اسی وقت ادا کر دے ورنہ غلام ہو جا (اگر اس نے ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا ورنہ غلامی میں چلا جائے گا) اگر کسی مسلمان نے اپنے غلام کو

شراب پر یا سور پر یا خوداس کی قیمت پر مکاتب کر دیا تو یہ کتابت فاسد ہے پس اگر اس نے شراب اسے دے دی یا کوئی سور اس کے حوالے کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت کی مقدار کمائی (کر کے اسے) دے جو اس شراب یا سور سے کم نہ ہو بلکہ اور زیادہ ہو اگر کسی نے اپنے غلام کو ایک حیوان غیر موصوف پر مکاتب کر دیا تو یہ کتابت جائز ہے۔

فائدہ: غیر موصوف سے یہ مراد ہے کہ حیوان کی جنس تو بیان کر دی ہو اور نوع نہ بیان کی ہو مثلاً یوں کہا کہ ایک گھوڑے یا خچر یا گائے یا اونٹ پر تو مکاتب ہے اور اس کے بعد یہ نہیں بیان کیا کہ یہ جانور کیسے اور کس قیمت کے ہوں۔ تو ایسی صورت میں اوسط درجہ کا لے لیا جائے گا اور اس کی قیمت قبول کرنے پر اس کے آقا پر جبر کیا جائے گا۔

ترجمہ: اگر ایسے کپڑے پر مکاتب کیا کہ جس کی جنس بھی نہیں بیان کی تو یہ کتابت جائز نہیں ہے اگر اس مکاتب نے کوئی کپڑا دے دیا تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ اگر کسی نے ایک ہی کتابت میں ایک ہزار روپیہ پر اپنے دو غلاموں کو مکاتب کر دیا تھا تو اب اگر ان دونوں نے (وہ روپیہ) ادا کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر دونوں عاجز ہو گئے تو دونوں ہی پھر غلامی میں آ جائیں گے۔ اور اگر کسی نے دو غلاموں کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ضامن ہو تو یہ کتابت جائز ہے اور ان میں سے جون سا وہ روپیہ ادا کر دے گا یہ دونوں آزاد ہو جائیں گے اور جون سا ادا کرے گا وہ اس ادا کردہ روپیہ کا نصف اپنے شریک سے وصول کرلے گا اگر آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا تو اس کے آزاد کرنے سے وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے ذمہ سے کتابت کا روپیہ ساقط ہو جائے گا۔

اگر مکاتب (غلام) کا آقا مر جائے تو اس سے کتابت فسخ نہیں ہوتی اور مکاتب سے کہہ دیا جائے کہ وہ کتابت کا روپیہ قسط وار آقا کے وارثوں کو دیتا رہے پس اگر وارثوں میں سے ایک نے اسے آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا ہاں اگر سب آزاد کر دیں گے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور کتابت کا روپیہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اگر کسی مکاتبہ لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ ہو گیا تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پر رہے اور چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے اس آقا کی ام ولد ہو جائے۔ اگر کوئی اپنی مدبرہ لونڈی

کو مکاتبہ کر دے تو یہ جائز ہے پس اگر اس کا آقا مر گیا اور اس کے پاس سوائے اس لونڈی کے اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے اپنی قیمت کا تہائی دے دے اور چاہے کل کتابت کا روپیہ دے دے اگر کسی نے اپنی مکاتبہ لونڈی کو مدبر کر دیا تو یہ مدبر کرنا درست ہے اور اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پر رہے اور چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے مدبرہ ہو جائے پس اگر وہ اپنی کتابت پر رہی اور اس کا آقا مر گیا اور اس کے پاس اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت کا دو تہائی روپیہ ادا کر دے اور چاہے اپنی کل قیمت کا دو تہائی ادا کر دے یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے جو کم ہو وہی ادا کرے اگر مکاتب اپنے غلام سے کچھ مال لے کر اسے آزاد کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کچھ بدلہ لے کر کوئی چیز ہبہ کرنے لگے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔

اگر کوئی مکاتب اپنے غلام کو مکاتب کر دے تو یہ کتابت جائز ہے پس اگر دوسرے مکاتب نے (یعنی مکاتب کے مکاتب نے اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے مکاتب کے ادا کرنے سے پہلے ہی ادا کر دیا تو اس کی ولاء پہلے کے آقا کی ہوگی (یعنی پہلے مکاتب کے آقا کی) اور اگر دوسرے مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ادا کیا ہے تو اب اس کی ولاء اسی کی (یعنی پہلے مکاتب کی) ہے۔

کتاب الولاء

رشتہ اخوت و محبت کا بیان

فائدہ: ولاء ایک تعلق کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے مستحق ولاء اس دوسرے کے مرنے کے بعد وارث ہو جاتا ہے اور اس کے کوئی قصور کرنے پر یہی جرمانہ بھرتا ہے ولاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ولاء عتاقہ، اسی کا نام ولاء نعمت بھی ہے اس کا سبب آزاد کرنا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے تو اس کی ولاء اس کے آقا کی ہوگی خواہ وہ آقا مرد ہو یا عورت ہو۔

دوسری قسم ولاء الموالاۃ ہے اس کا سبب عقد ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو اور اس سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر موالاۃ کرتا ہوں کہ میں مرجاؤں تو تو ہی میرا وارث ہو اور تو ہی میرے جرمانہ وغیرہ کو بھرے تو اس طرح کہنے سے بھی موالاۃ ہو جاتی ہے۔ باقی ان دونوں قسموں کی تشریح آگے متن میں آئے گی۔ مصفی وغیرہ۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو اس (آزاد شدہ غلام) کی ولاء اس کے آزاد کرنے والے کی ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت آزاد کرے پس اگر غلام نے یہ شرط کر لی کہ میں بغیر ولاء کے آزاد ہوتا ہوں تو یہ شرط باطل ہے اور ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے۔ اور جب مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء اس کے آقا کی ہے اور اگر وہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوا ہے تو اس کی ولاء آقا کے وارثوں کی ہے اور جب آقا مر جائے تو اس کے مدبر غلام اور ام ولد لونڈیاں سب آزاد ہو جائیں گی اور ان سب کی ولاء اسی آقا کی ہوگی۔

اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی ولاء اسی کی ہوگی جو اس کا مالک ہو گیا تھا۔

اگر کسی کے غلام نے دوسرے کی لونڈی سے نکاح کر لیا پھر لونڈی کے آقا نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا اور اسے اس غلام سے حمل ہے تو یہ لونڈی اور اس کا حمل دونوں آزاد ہو جائیں گے اور حمل کی ولاء لونڈی کے آقا کی ہوگی اس سے کبھی منتقل نہ ہوگی پس اگر اس لونڈی کے آزاد ہونے کے بعد چھ مہینے سے زیادہ میں اس کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی ولاء اس لونڈی کے آقا کی ہے پھر اگر اس لڑکے کا باپ بھی آزاد کر دیا گیا تو یہ اپنے بیٹے کی ولاء کو (اپنی طرف) کھینچ لے گا اور اس وقت ولاء ماں کے آقا کی طرف سے باپ کے آقا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اگر کسی عجمی نے عرب کی آزاد کردہ لونڈی سے نکاح کر لیا تھا پھر اس لونڈی کے اولاد ہوئی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی اولاد کی ولاء اس کے آقا کی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کی اولاد کی ولاء ان کے باپ کی ہے کیونکہ نسب باپ دادا کی طرف (سے) ہوتا ہے اور آزاد شدہ غلام کی ولاء عصبہ کا حق ہے پس اگر اس

کے کوئی نسبی عصبہ ہے تو اس کی ولاء کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے اور اگر نسبی عصبہ نہیں ہے تو اس کا ترکہ آزاد کرنے والے کا ہے اور اگر آقا مر گیا ہے اور اس کے بعد وہ آزاد کردہ بھی مر گیا تو اب اس کے وارث اس کے آقا کے بیٹے ہیں نہ کہ بیٹیاں' اور عورتوں کے لیے ولاء نہیں ہوتی ہاں اگر یہ کسی کو آزاد کردیں یا جسے یہ آزاد کریں وہ کسی کو آزاد کردے یا یہ کسی کو مکاتب کریں پھر وہ کسی کو مکاتب کردے یا یہ کسی کو مدبر کریں پھر وہ کسی کو مدبر کردے (ان سب صورتوں میں عورتیں بھی ولاء کی مستحق ہوں گی)

اگر (کسی غلام کا) آقا مرا اور اس نے ایک بیٹا اور دوسرے بیٹے کا بیٹا چھوڑا تو اس غلام کا ترکہ اس کے بیٹے کا ہوگا نہ کہ پوتے کا کیونکہ ولاء بڑے کی ہوتی ہے۔

اگر کوئی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے اس شرط پر موالاۃ کرلی کہ جب میں مر جاؤں تو میرا وارث بھی تو ہی ہے اور اگر مجھ سے کوئی خطا قصور ہو جائے تو اس کا جرمانہ وغیرہ بھی تو ہی بھرنا یا مسلمان کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالاۃ (یعنی ولاء) کسی اور سے کرلی تو وہ ولاء درست ہے اور اس کا جرمانہ وغیرہ اسی مولیٰ کے ذمہ ہوگا۔

فائدہ: یہاں مولیٰ سے مراد یہی شخص ہے کہ جس کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا تھا اور اس سے موالاۃ کرلی تھی یا مسلمان تو کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالات اس سے کرلی تھی۔

ترجمہ: پس اگر وہ (موالاۃ کرنے والا) مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث اسی مولیٰ کی ہے (جس سے اس نے موالاۃ کی تھی) اور اگر اس کے کوئی وارث ہے تو وہ اس سے زیادہ حقدار ہے اور موالاۃ کرنے والے کو اختیار ہے کہ جب تک اس کے مولیٰ نے اس کی طرف سے جرمانہ نہ بھرا ہو تو اپنی ولاء کو کسی اور کی طرف منتقل کردے اور اگر وہ اس کی طرف سے کچھ جرمانہ دے چکا ہے تو پھر اسے اپنی ولاء کو اور کسی کی طرف منتقل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور آزاد شدہ غلام کو کسی سے موالاۃ کرنی جائز نہیں ہے۔

کتاب الجنایات

جنایتوں کا بیان

ترجمہ: قتل کی پانچ قسمیں ہیں: عمد، شبہ عمد، خطا، شبہ خطا، قتل سبب، قتل عمد وہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو عمداً (قصداً) کسی ہتھیار سے مار ڈالے یا کسی ایسی چیز سے جو ٹکڑے کرنے میں مثل ہتھیار کے ہو جیسے دھار دار قینچی یا پتھر یا آگ۔ اس کی سزا گنہگاری اور قصاص ہے ہاں اگر (مقتول کے) وارث معاف کر دیں (تو پھر قصاص نہ آئے گا کیوں کہ یہ ان کا حق ہے) اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔ اور شبہ عمد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو عمداً ایسی چیز سے مار ڈالے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ (کاٹنے میں) مثل ہتھیار کے ہو۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب کسی نے بہت بڑے پتھر یا بہت موٹی لاٹھی سے کسی کو مار دیا تو وہ قتل عمد ہے اور اگر عمداً ایسی چیز سے مارا کہ جس (کے مارنے) سے اکثر آدمی مرا نہیں کرتا تو وہ شبہ عمد ہے اور اس کی سزا دونوں قولوں پر گنہگاری اور کفارہ ہے۔

فائدہ: گنہگاری تو اس لیے ہے کہ اس نے خون کر دیا ہے اور ارادہ سے کیا ہے اور کفارہ اس لیے کہ یہ کسی قدر خطا کے بھی مشابہ ہے۔

ترجمہ: اور اس میں قصاص نہیں ہے اور کفارہ اور گنہگاری ہے (اس کے سوا) اس میں (قاتل کے) عاقلہ (یعنی اس کے خاندان) پر دیت مغلظ ہے (یعنی سو اونٹوں کا خوں بہا ہے) اور (قتل) خطا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ قصد (اور ارادے) میں خطا ہو جائے مثلاً کوئی شخص شکار سمجھ کے کسی آدمی کے (بندوق یا) تیر مارے دے پھر یکایک معلوم ہو کہ وہ آدمی ہے دوسرے یہ کہ خطا فعل میں ہو جائے مثلاً کوئی کسی نشانہ پر تیر لگاتا تھا وہ (اتفاق سے) کسی آدمی کے جا لگا اس (خطا) کی سزا کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے اس میں آدمی گنہگار نہیں ہوتا اور شبہ خطا کی یہ صورت ہے مثلاً کوئی آدمی سوتا ہوا کسی پر کروٹ لے لے اور وہ (اس کے بوجھ سے) مر جائے اس کا حکم مثل حکم خطا قتل کے ہے اور قتل سبب یہ ہے مثلاً کوئی آدمی دوسرے کی ملکیت

میں کنواں کھودے یا کوئی (بڑا) پتھر رکھ دے اور کوئی شخص اس کنویں میں گر کے یا اس پتھر سے ٹھوکر کھا کے مر جائے اور اس کی سزا یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اس سے تلف ہو جائے گا تو اس کے عاقلہ پر دیت آئے گی اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔

قصاص کے احکام ✳ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب کوئی عمداً ہمیشہ کے محفوظ الدم کو مار ڈالے اگر کوئی آزاد آزاد کو مار ڈالے یا کوئی آزاد غلام کو مار ڈالے یا کوئی مسلمان ذمی کو مار ڈالے تو ان تینوں قسم کے قاتلوں کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مسلمان کو مستامن کے عوض میں قتل نہ کیا جائے اور مرد کو عورت کے عوض مین (اگر کوئی مرد عورت کو مار ڈالے تو اس عورت کے عوض میں وہ مرد) اور (اسی طرح) بالغ نابالغ کے عوض میں اور (بینا اور) تندرست اندھے کے اور کوڑھی کے عوض میں قتل کر دیا جائے۔

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو یا اپنے مکاتب کو یا اپنے مدبر کو یا اپنے بیٹے کے غلام کو مار ڈالے تو ان کے عوض میں اسے قتل نہ کیا جائے اگر کوئی اپنے باپ سے قصاص (لینے) کا وارث ہو جائے تو (باپ کی حرمت کی وجہ سے) وہ قصاص ساقط ہو جائے گا اور پورا قصاص تلوار ہی سے ہوتا ہے (یعنی قصاص تلوار ہی سے لیا جائے) اگر کوئی کسی کے مکاتب کو عمداً مار ڈالے اور سوائے اس کے آقا کے (جس نے اسے مکاتب کیا تھا) اور کوئی اس کا وارث نہ ہو تو پھر دیکھنا چاہیے اگر اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا کہ جس سے اس کا بدل کتابت بے باق ہو جائے تو اس کا قصاص اس کا آقا لے گا اور اگر یہ اتنا مال چھوڑ مرا ہے کہ جس سے بدل کتابت کی ادائیگی ہو جائے گی اور آقا کے سوا اس کے اور وارث بھی ہیں تو انہیں قصاص لینے کا اختیار نہیں ہے اگر چہ یہ سب آقا کے ساتھ مل بھی جائیں اور اگر کوئی مرہون غلام مار ڈالا جائے تو اس کا قصاص واجب نہیں ہوتا جب تک کہ راہن اور مرتہن دونوں کی رائے نہ ہو جائے اگر کسی نے کسی کو عمداً زخمی کر دیا اور وہ زخمی (اسی زخم کی وجہ سے) کچھ دنوں پڑ کے مر گیا تو اس پر قصاص واجب ہے اور اگر کسی نے کسی کا عمداً پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا تو اس کے عوض میں اس کا ہاتھ ہی کاٹا جائے اور یہی حکم پیر اور ناک کی پھونگ اور کان کا ہے۔

فائدہ: مثلاً اگر کسی نے کسی کا پیر کاٹ دیا یا ناک کی پھونگ کاٹ دی یا کان کاٹ دیا تو اس

کاٹنے والے کے بھی یہی اعضاء کاٹے جائیں۔

ترجمہ: اگر کوئی کسی کی آنکھ پر ایسا مارے کہ اس کی آنکھ نکل پڑے تو اس پر قصاص نہیں ہے (بلکہ اس پر) دیت (یعنی جرمانہ) ہے اور اگر آنکھ اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس کی بینائی جاتی رہی ہو تو اس مارنے والے پر قصاص واجب ہے یہ قصاص اس طرح لیا جائے کہ پہلے روئی بھگو کے اس کے سارے چہرے پر رکھ دی جائے (اور ایک آنکھ کھول دی جائے) پھر ایک شیشہ خوب گرم کر کے اس کی آنکھ کے سامنے کیا جائے تا کہ اس سے اس کی آنکھ کی بینائی جاتی رہے اور دانت (کے توڑنے) میں قصاص (واجب) ہے اور جس زخم میں مماثلت ممکن ہو (یعنی اس کے عوض میں ویسا ہی زخم ہو سکتا ہو) تو اس میں بھی قصاص واجب ہے اور سوائے دانت کے اور ہڈی (کے توڑنے) میں قصاص نہیں ہے اور خون کرنے سے کم قصور میں (یعنی ہاتھ پیر کاٹنے یا دانت وغیرہ توڑنے میں) شبہ عمد نہیں ہوتا (شبہ عمد کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے) بلکہ وہ عمداً ہوتا ہے اور یا خطا اور خون کرنے سے کم کی صورت میں نہ مرد وعورت کے درمیان میں قصاص ہے اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان۔

فائدہ: مثلاً اگر کوئی مرد عورت کا یا آزاد غلام کا یا کوئی غلام دوسرے غلام کا ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالے تو ان پر قصاص نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی اور قصاص واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصاص مماثلت سے واجب ہوتا ہے اور ان کے ہاتھ پیروں میں مماثلت نہیں ہے۔ (رمز الحقائق)

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کافر کا یا کافر مسلمان کا ہاتھ یا پیر کاٹ دے تو ان میں قصاص ایک کا دوسرے سے لینا واجب ہے اگر کسی نے کسی کا نصف پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا یا ایسا کاری زخم لگایا جو سینہ سے پیٹ تک پہنچ گیا اور پھر وہ اچھا ہو گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے (بلکہ دیت ہے) اور اگر مقطوع کا ہاتھ اچھا تھا اور قاطع کا ہاتھ شل ہے۔ یا انگلیوں میں کچھ نقصان ہے تو اب مقطوع کو (یعنی جس کا ہاتھ کٹ گیا ہے) اختیار ہے چاہے وہ (اپنے ہاتھ کے بدلے میں) اس (کے) عیب دار ہاتھ کو کاٹ دے اور اس ہاتھ کے سوا اور اسے کچھ نہ ملے گا اور یا چاہے پوری دیت لے لے۔ اور اگر کسی نے کسی کے سر میں ایسا زخم کر دیا

کہ اس زخم نے اس کے سر کی دونوں جانب کو گھیر لیا اور وہی زخم (یعنی ایسا ہی زخم) زخم کرانے والے کے سر کی دونوں جانبوں کو نہیں گھیر سکتا (کیونکہ اس کا سر بڑا ہے اور اس زخمی کا سر چھوٹا تھا) تو اب اس زخمی کو اختیار ہے چاہے یہ اپنے زخم کی مقدار قصاص لے لے (یعنی اتنا ہی زخم اس کے بھی کر دے) جس طرف سے چاہے شروع کر دے اور چاہے پوری دیت لے لے۔ زبان اور ذکر (کے کاٹنے) میں قصاص نہیں ہے ہاں اگر کوئی حشفہ کو کاٹ دے۔

فائدہ: حشفہ کاٹنے کی صورت میں قصاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذکر میں حشفہ ایسا ہوتا ہے جیسا ہاتھ میں پہنچا پس چونکہ کٹنے کی جگہ معلوم اور متعین ہے لہٰذا اس میں مماثلت ہو سکتی ہے اور قصاص مماثلت ہی کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ (رمز الحقائق)

ترجمہ: اگر قاتل مقتول کے وارثوں کو (قصاص کے بدلے) کسی قدر مال پر راضی کر لے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور وہ مال اسے دینا واجب ہو گا خون تھوڑا ہو یا بہت ہو (یعنی مقدار دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو) اگر کسی مقتول کے چند وارث ہوں ان میں سے ایک خون معاف کر دے یا اپنے حصہ کے عوض کچھ روپیہ پر صلح کر لے تو قصاص میں سے اور حصہ داروں کا حق بھی ساقط ہو جائے گا (یعنی وہ قصاص نہ لے سکیں گے) اور انہیں دیت میں سے حصہ دینا پڑے گا۔ اگر ایک آدمی کو چند آدمیوں نے عمداً قتل کر دیا تو ان سب سے قصاص لیا جائے گا (یعنی وہ سب قتل کر دیئے جائیں گے) اگر ایک آدمی نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا پھر ان مقتولوں کے وارثوں نے دعویٰ کیا تو ان سب کے عوض اس (اکیلے) قاتل کو قتل کر دیا جائے اس کے سوا اور ان کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر ان میں سے فقط ایک نے دعویٰ کیا تو اس اکیلے ہی دعویٰ پر اسے قتل کر دیا جائے گا اور باقی مقتولوں کے وارثوں کا حق ساقط ہو جائے گا اگر کسی شخص پر قصاص واجب ہو گیا تھا پھر وہ مر گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا تو ان دونوں پر قصاص نہیں ہے بلکہ ان دونوں پر نصف دیت ہے۔

فائدہ: یعنی پورے آدمی کی نصف دیت ہے کیونکہ ہاتھ کی دیت خون کی نصف دیت ہوتی

ہے پھر یہ نصف دیت ان دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے ہاتھ کاٹ دیے ان دونوں نے دعویٰ کیا تو ان دونوں کو چاہیے کہ اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیں اور اس سے (پورے آدمی کی) نصف دیت لے کے دونوں آپس میں نصفا نصف بانٹ لیں (برابر ہے کہ اس نے دونوں کے ہاتھ ایک ہی دفعہ کاٹ دیئے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں) اور اگر ان میں سے ایک نے دعویٰ کر کے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو اب دوسرے کے لیے اس کے ذمہ نصف دیت ہے اگر کسی غلام نے عمداً خون کرنے کا اقرار کرلیا تو اس پر قصاص لازم ہو جائے گا اگر کسی نے عمداً ایک آدمی کے تیر مارا تھا اور وہ تیر اسے بیندھ کر دوسرے کے بھی جا لگا اور یہ دونوں مر گئے تو پہلے آدمی کے عوض اس پر قصاص واجب ہے اور دوسرے کے عوض اس (قاتل) کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پہلا قتل تو قتل عمد ہے اس لیے اس میں قصاص واجب ہے اور دوسرا قتل قتل خطا میں داخل ہے اور قتل خطا میں دیت لازم ہوتی ہے۔ (حاشیہ)

کتاب الدیات

قتل وغیرہ کے مالی جرمانے کا بیان

فائدہ: شریعت میں دیت اس مال کا نام ہے جو خون کا بدلہ ہو اس لیے اس کو خوں بہا بھی کہتے ہیں۔ اور ارش اس مال کا نام ہے جو خون کرنے سے کم قصور میں واجب ہو۔ (درمختار)

ترجمہ: جب کوئی کسی کو شبہ عمد سے مار ڈالے تو اس مارنے والے پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہے۔

فائدہ: کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اس میں فقیروں کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شبہ عمد کی دیت سو اونٹ ہے چار طرح کے۔ پچیس بنت مخاض ہیں (یعنی جو مادہ شتر دوسرے برس میں ہوں) اور پچیس بنت لبون (یعنی جو تیسرے برس میں ہوں) اور پچیس حقہ (یعنی جو چوتھے برس میں ہوں) اور پچیس جذعے (یعنی جو پانچویں برس میں ہوں) اور یہ دیت مغلظہ نہ ہوگی۔ اور قتل خطا میں عاقلہ پر دیت واجب ہے اور قاتل پر کفارہ اور (قتل) خطا میں دیت کے سو اونٹ ہیں پانچ طرح کے بیس بنت مخاض۔ بیس ابن مخاض (یعنی بیس شتر مادہ اور بیس نر۔ جو دوسرے برس میں ہوں) اور بیس بنت لبون اور بیس حقے اور بیس جذعے۔ اگر کوئی دیت میں سونا دینا چاہے تو ایک ہزار دینار دے اور اگر چاندی دینا چاہیے تو دس ہزار درہم دے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تینوں کے سوا اور کسی چیز سے دیت ادا نہیں ہوتی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ ان سے اور گایوں سے کہ دو سو ہوں اور بکریوں سے جو ایک ہزار ہوں اور حلوں سے وہ بھی دو سو ہوں ایک حلہ دو کپڑوں کا ہوتا ہے (یعنی چادر اور تہمد) مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے دیت ان چیزوں میں (واجب) ہوتی ہے خون کرنے میں' ناک کاٹنے میں' ذکر کاٹنے میں' عقل کھو دینے میں' یعنی جب کسی کے سر پر کوئی ایسا مارے کہ عقل جاتی رہے اور داڑھی مونڈنے میں جب ایسی طرح مونڈے کہ پھر بال نہ جمیں اور سر کے بال (مونڈنے) میں اور ابروؤں کے مونڈنے میں دونوں آنکھوں کے پھوڑ دینے میں' دونوں ہاتھ کاٹنے میں' دونوں پیر کاٹنے میں' دونوں کان کاٹنے میں' دونوں ہونٹ کاٹنے میں دونوں خصیے کاٹنے میں' عورت کے دونوں پستان کاٹنے میں' اور ان سب چیزوں میں سے ایک ایک میں نصف دیت ہے اور دونوں آنکھوں کی پلکیں مونڈنے میں یہی دیت ہے اور ایک پلک مونڈنے میں چوتھائی دیت ہے اور دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں سے ایک ایک انگلی (کے کاٹنے) میں دیت کا دسواں حصہ ہے اور انگلیاں سب برابر ہیں (یعنی سب کا یکساں حکم ہے) اور ہر انگلی میں تین پورے ہوتے ہیں۔ ایک پورے (کے کاٹنے) میں ایک انگلی کی تہائی دیت ہے اور جس میں دو پورے ہوں (جیسے انگوٹھے) اس کے ایک پورے میں ایک انگلی کی نصف دیت ہے اور ہر ایک دانت (کے توڑنے) میں (دیت کے) پانچ اونٹ ہیں اور دانت اور داڑھیں سب برابر ہیں (یعنی

سب کا ایک ہی حکم ہے) اگر کوئی کسی کے عضو پر ایسا مارے کہ اس عضو کا نفع جاتا رہے (یعنی وہ بیکار ہو جائے) تو اس میں پوری دیت ہے۔ مثلاً کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور وہ کٹ کر شل ہو گیا (یعنی سوکھ گیا) یا آنکھ پر مارا تھا اور اس کی روشنی جاتی رہے اور کل زخم دس ہیں حارصہ' واسعہ' دامیہ' باضعہ' متلاحمہ' سمحاقہ' موضحہ' ہاشمہ' منقلہ' آمہ۔

فائدہ: حارصہ وہ زخم ہے کہ کھال چر جائے اور اس سے خون نہ نکلے۔

واسعہ وہ ہے کہ جس میں سے خون کے مشابہ کچھ نکل آئے اور بعض علماء واسعہ اسے کہتے ہیں کہ خون ظاہر ہو جائے اور بہے نہیں۔

دامیہ وہ ہے جس سے خون نکل کے بہنے لگے۔

باضعہ وہ ہے کہ جس میں گوشت کٹ جائے۔

متلاحمہ وہ ہے جس کے اندر باہر سے زیادہ گوشت میں گھاؤ ہو جائے۔

سمحاقہ وہ ہے جو ہڈی کے اوپر کی جھلی تک پہنچ جائے۔

موضحہ وہ ہے جس میں گوشت اڑ کے ہڈی نظر آنے لگے۔

ہاشمہ وہ ہے جس میں دماغ کے اوپر کی ہڈی ٹوٹ جائے اور بعض اس زخم کو کہتے ہیں جوام راس تک پہنچ جائے۔

منقلہ وہ ہے جس میں ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔

آمہ وہ ہے جو دماغ تک پہنچ جائے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: پس موضحہ میں قصاص ہے اگر (کسی نے) عمداً (کیا) ہو اور باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے اور موضحہ سے کم درجہ کے زخم میں حکومت عدل ہے (یعنی جو کچھ کوئی منصف حق گو حق شناس آدمی کہہ دے) اور اگر موضحہ خطاءً ہو تو اسمیں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے اور ہاشمہ میں دسواں حصہ اور منقلہ میں دسواں حصہ اور دسویں کا نصف۔ اور آمہ میں تہائی دیت ہے اور جائفہ میں بھی تہائی دیت ہے (جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو سینہ سے پیٹ تک پہنچ جائے) پس اگر وہ دوسری طرف تک ہو جائے تو وہ دو جائفے ہیں اور ان دونوں میں دو تہائی دیت ہے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں (کے کاٹنے) میں نصف دیت ہے پس اگر کسی نے ساری انگلیاں معہ ہتھیلی

کے کاٹ دیں تو اس میں نصف دیت ہے اور اگر انگلیاں نصف کلائی تک کاٹ دیں تو ہتھیلی (تک) میں نصف دیت ہے اور باقی میں حکومت عدل ہے اور زائد انگلیوں (کے کاٹنے) میں بھی حکومتِ عدل ہے اور بچہ کی آنکھ پھوڑنے اور اس کی زبان یا آلہ تناسل کاٹنے میں سب جب اس عضو کی صحت معلوم نہ ہو تو حکومت عدل ہے۔

فائدہ: کیونکہ ان اعضاء سے مقصود منفعت ہوتی ہے اور جب ان اعضاء کی بابت یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ قابل منفعت ہیں یا نہیں تو اس شک کی وجہ سے پوری ارش یعنی جو اس عضو کے بیکار کرنے میں آتی ہے واجب نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی نے کسی کے (سر پر) زخم موضحہ لگایا کہ جس سے اس کی عقل جاتی رہی یا سر کے بال اڑ گئے (کہ پھر جمنے کی امید نہیں ہے) تو اس موضحہ کی ارش دیت میں داخل ہو جائیں گی۔

فائدہ: یعنی دیت پوری واجب ہوگی اور اس دیت میں زخم کی دیت بھی داخل ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اگر اس شخص کے سننے یا دیکھنے یا بولنے کی بھی قوت جاتی رہی تو اس وقت مع دیت زخم کے پوری واجب ہوگی اگر کسی نے کسی کی ایک انگلی پوری کاٹ دی تھی پھر (اس سے) اس کے پاس کی دوسری انگلی بھی سوکھ گئی تو ان دونوں میں دیت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے اگر کسی نے کسی کا دانت توڑ دیا تھا اور اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو اس دانت کی دیت ساقط ہو جائے گی اگر کسی نے کسی کے سر میں زخم کر دیا تھا پھر وہ زخم بھر آیا اور اس کا نشان بالکل مٹ گیا اور بال جم آئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی دیت ساقط ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زخم کرنے کی دیت اس سے لی جائے گی (اور وہ حکومت عدل ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جراح کا خرچ اس کے ذمہ واجب ہوگا اگر کوئی کسی کے زخم کر دے تو جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے اس سے قصاص نہ لیا جائے اگر کسی نے کسی کا ہاتھ خطا کاٹ دیا تھا اور پھر ہاتھ اچھا ہونے سے پہلے خطاءً ہی اسے قتل بھی کر دیا تو اس پر دیت واجب ہوگی (اور ہاتھ کی دیت) ساقط ہو جائے گی

اور اگر اسے اچھا ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اس کے ذمہ دو دیت ہیں ایک خون کرنے کی اور دوسری ہاتھ (کاٹنے) کی اور جس (قتل) عمد میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے تو اس میں دیت قاتل کے مال میں ہوتی ہے (عاقلہ پر نہیں ہوتی) اور جو دیت صلح اور اقرار کر لینے کی وجہ سے واجب ہو وہ بھی قاتل ہی کے مال میں ہوتی ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا تو یہ دیت بھی اسی کے مال میں ہے تین برس کے اندر اندر ادا کر دے اور جس جنایت کا خود جنایت کرنے والا اقرار کر لے تو وہ اس کے مال میں واجب ہوگی اور اس کے عاقلہ پر ہے (کے کہنے) کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ لڑکے اور دیوانے کا عمد خطا ہے اور اس میں دیت عاقلہ پر ہے۔

فائدہ: ان کا عمد خطا ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانہ عمداً کسی کو قتل کر دے تو ان کا عمد خطا شمار کیا جائے گا اور اس پر قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ اس کے کنبہ پر دیت واجب ہوگی اور یہ میراث سے بھی محروم نہ ہوں گے کیونکہ محروم میراث ہونا عقوبت ہے اور یہ دونوں قابل عقوبت نہیں ہیں۔

ترجمہ: اگر کسی نے مسلمانوں کے راستہ میں کنواں کھود دیا یا کوئی بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور اس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی اور اگر اس (کنویں یا پتھر) سے کوئی جانور تلف ہوا ہے تو اس کا تاوان دار وہی خود ہوگا اگر کسی نے شارع عام میں دروازہ کھول لیا یا پرنالہ لگا لیا اور وہ کسی آدمی پر گرا اور وہ آدمی مر گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے اور کنواں کھودنے والے اور پتھر رکھنے والے پر کفارہ نہیں ہے اگر کسی نے اپنی ملک میں کنواں خریدا اور اس میں کوئی آدمی گر کے مر گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اگر کوئی گھوڑے وغیرہ پر سوار تھا اور اس کی سواری نے کسی کو کچل دیا یا کسی کے لات مار دی یا کاٹ لیا تو وہ سوار اس کا ضامن ہوگا اگر کسی چوپایہ نے راستہ میں لید کر دی یا پیشاب کر دیا اور اس سے کوئی پھسل کر (گر کے) مر گیا تو اس میں ضمان نہ آئے گا اگر کوئی گھوڑے وغیرہ کو ہانکنے لیے جا رہا تھا اور اس کے اگلے یا پچھلے پاؤں سے کوئی آدمی دب کر مر گیا تو لے جانے والا ضامن ہوگا اور اگر کوئی آگے سے پکڑے لے جا رہا تھا تو اس صورت میں اگر کوئی آدمی اس چوپایہ کے اگلے پاؤں سے ہلاک ہو

گیا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر پچھلے پاؤں سے ہلاک ہوا ہے تو ضامن نہ ہوگا اگر کوئی شخص اونٹوں کی قطار لیے جا رہا تھا اور اونٹ نے کسی کو مار ڈالا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر قطار کے پیچھے بھی آدمی ہانکنے والا تھا تو یہ دونوں ضامن ہوں گے اور اگر غلام نے خطا یا کوئی قصور کیا تو اس کے آقا سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کے عوض میں غلام کو دے ڈال اور یا اس نقصان کا تاوان دے اگر اس نے یہ غلام دے دیا تو نقصان کا حق دار اس غلام کا مالک ہو جائے گا اور اگر اس نے اس نقصان کا تاوان دیا ہے تو یہ تاوان اسی نقصان کا ہوگا پس اگر اس غلام نے پھر کوئی نقصان کر دیا تو اس کا حکم بھی مثل پہلے ہی نقصان کے ہے اور اگر کسی غلام نے دو نقصان کیے ہیں تو اس غلام کے آقا سے کہا جائے گا کہ یا تو یہ غلام ان نقصانوں کے وارثوں کو دے دے کہ وہ دونوں اپنے حقوق کے موافق اسے تقسیم کرلیں اور یا تو ان دونوں کے نقصان کا پورا پورا تاوان دے دے اور اگر آقا نے غلام کو آزاد کر دیا اور غلام کے قصور کرنے کی اسے خبر نہ ہوئی تو اس صورت میں اگر غلام کی قیمت کم ہے تو آقا قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس قصور کی دیت کم ہے تو دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اس کے قصور کی خبر ہونے کے بعد اسے بیچ دیا یا آزاد کر دیا تو اس صورت میں آقا پر دیت ہی واجب ہوگی اگر کسی مدبر یا ام ولد نے کوئی قصور کر دیا تو اس کے آقا پر وہ رقم واجب ہوگی جو اس کی قیمت اور اس کے نقصان کی دیت سے کم ہوگی اور اگر اس نے (یعنی ان دونوں میں سے کسی نے) دوسری جنایت کر دی (یعنی اور قصور کوئی کر دیا) اور آقا اس کی قیمت قاضی کے حکم سے پہلی جنایت والے کو دے چکا ہے تو اب اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے یہ دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کے سر ہو کر جو کچھ وہ لے چکا ہے اس میں شریک ہو جائے اور اگر آقا نے قاضی کے حکم دیے بغیر ہی قیمت دے دی تھی تو اس دوسری جنایت والے کو اختیار ہے چاہے آقا کے سر ہو جائے اور چاہے پہلی جنایت والے کے۔

اگر کسی کے مکان کی دیوار مسلمانوں کے راستہ کی طرف جھک گئی تھی پھر ملک دیوار سے کسی نے کہا کہ اس دیوار کو توڑ ڈال (تا کہ اس کے گرنے سے کوئی مر نہ جائے) اور اس پر اس نے گواہ بھی کرلیا اور اس نے اتنی مدت تک اسے نہ توڑا کہ اس مدت میں بخوبی توڑ سکتا تھا یہاں تک کہ وہ گر پڑی تو اس کے گرنے سے جو آدمی مرے گا جو مال اسباب تلف ہوگا مالک

دیوار اس کا ضامن ہوگا اور اس کو توڑنے کے لیے کہنے والا برابر ہے کہ مسلمان ہو یا ذمی ہو۔ اور اگر دیوار کسی کے مکان کی طرف جھکی ہو تو اس کے توڑنے کے لیے کہنے کا حق اس مالک مکان ہی کو ہے اگر دو سوار ٹکرا کر (گر کے) مر جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے اگر کسی نے خطا سے کوئی غلام مار دیا تو اس کے ذمہ اس غلام کی قیمت واجب ہوگی اور یہ قیمت دس ہزار سے نہ بڑھائی جائے اگر غلام کی قیمت دس ہزار درہم ہے یا اس سے زیادہ ہے تو اس قاتل پر دس درہم کم دس ہزار کا حکم کر دیا جائے اور لونڈی میں جب اس کی قیمت دیت سے زیادہ ہو تو اس کے عاقلہ پر دس درہم کم پانچ ہزار درہم واجب ہوں گے اور غلام کا ہاتھ توڑنے میں اس کی نصف قیمت ہے یہ قیمت پانچ درہم کم پانچ ہزار سے زیادہ نہ کی جائے اور جس قصور میں جس قدر حر میں دیت واجب ہوتی ہے اس میں اسی کے موافق غلام میں قیمت واجب ہوگی۔ اگر کسی مرد نے حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ گر پڑا تو اس (مارنے والے) پر ایک غرہ واجب ہوگا اور غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اور اگر بچہ زندہ گرا تھا پھر مر گیا تو اس میں پوری دیت ہے اور اگر مرا ہوا بچہ گرے پھر عورت بھی مر گئی تو اس مرد کے ذمہ دیت اور غرہ دونوں ہیں۔

فائدہ: یعنی دیت اس عورت کو مارنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اسی کی ضرب کے صدمہ سے مری ہے اور غرہ اس بچہ کے تلف کرنے کی وجہ سے۔

ترجمہ: اور اگر پہلے عورت مر گئی اور پھر مرا ہوا بچہ ہوا تو اس صورت میں اس بچہ میں کچھ نہ ہوگا (اور عورت کی پوری دیت واجب ہوگی) اور جو روپیہ ایسے بچہ میں واجب ہو وہ اس بچہ کے وارثوں کا ہے اور لونڈی کے بچہ میں اگر لڑکا ہے اور زندہ ہوا ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر لڑکی ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ بچہ کے گرانے میں کفارہ نہیں ہے شبہ عمد اور خطا میں کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور اس میں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔

باب القسامة

مقتول پر قسم لینے کا بیان

ترجمہ: اگر کسی محلہ میں سے کوئی مقتول ملے جس کا قتل کرنے والا معلوم نہ ہو تو وہاں کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے۔ ان آدمیوں کو اس مقتول کا وارث پسند کر لے وہ اس طرح قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہمیں اس کے قتل کرنے والے کا علم ہے جب یہ پچاس آدمی قسم کھالیں تو اہل محلہ پر دیت ادا کرنے کا حکم کر دیا جائے اور خود وارث کو قسم نہ دی جائے اور نہ اس پر جنایت کا حکم کیا جائے اگرچہ وہ خود قسم کھالے اور اگر ان (پچاس آدمیوں) میں سے کوئی (قسم کھانے سے) انکار کرے تو اسے قید کر لیا جائے یہاں تک کہ وہ قسم کھالے اور اگر اہل محلہ پچاس نہ ہوں تو ان سے دوبارہ قسم لیں یہاں تک کہ پوری پچاس قسمیں ہو جائیں۔ قسامت میں لڑکے، دیوانے، عورت اور غلام کو شریک نہ کیا جائے۔ (اور نہ مدبر اور نہ مکاتب کو) اگر (کسی محلہ میں سے) کوئی ایسا مردہ ملے کہ اس کے بدن پر چوٹ وغیرہ کا کوئی نشان نہ ہو تو اس میں نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس کی ناک یا منہ یا پاخانہ کی جگہ سے خون نکلتا ہو۔

ترجمہ: یعنی تب بھی قسامت اور دیت نہ ہوگی ناک سے خون آنے کی صورت میں تو اس لیے کہ وہ نکسیر ہے گویا وہ نکسیر ہی سے مر گیا ہے اور منہ سے خون آنے میں یہ وجہ ہے کہ وہ سوداوی قے ہے جو کسی قتل کرنے پر دلالت نہیں کرتی اور تیسری جگہ سے خون آنا بھی ایک بیماری ہے۔ (متن)

ترجمہ: پس اگر اس کی آنکھوں سے یا اس کے کانوں سے خون آتا ہو تو وہ مقتول ہے اگر کوئی مقتول کسی جانور پر لدا ہوا ملے کہ اس جانور کو کوئی آدمی لیے جاتا ہو تو دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی نہ کہ اہل محلہ پر اور اگر کسی کے گھر میں ملے تو قسامت اس گھر والے پر ہے اور دیت اس کے عاقلہ پر۔

فائدہ: کیونکہ وہ گھر اس کے قبضہ میں ہے پس مالک گھر کو اہل محلہ سے ایسی نسبت ہے کہ جیسی اہل محلّہ کو اہل شہر سے اور جب اہل شہر اہل محلہ کے ساتھ میں قسامت میں نہیں ہوتے تو اسی طرح اہل محلّہ بھی مالک گھر کے ساتھ نہ ہوں گے اور اس اکیلے سے پچاس قسمیں لیں جائیں گی۔

ترجمہ: اور مکان داروں کے ہوتے ہوئے کرایہ دار اور رعایا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قسامت میں داخل نہیں ہوتے۔

فائدہ: یعنی اگر کسی محلہ میں مکان دار اور کرایہ دار دونوں رہتے ہوں تو وہ قسامت مکان داروں پر ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر مقتول کسی زمین میں سے ملے تو اس کی قسامت زمینداروں پر ہوگی نہ کہ اس زمین کے خریدنے والوں پر اگر چہ زمینداروں میں سے ایک ہی آدمی ہو اور مقتول کسی کشتی میں سے ملے تو اس کشتی میں جو سواریاں یا ملاح ہوں گے قسامت سب پر ہوگی اور اگر مقتول محلّہ کی مسجد میں سے ملے تو قسامت اس محلہ والوں پر ہے (کیونکہ مسجد کا انتظام انہیں کے اختیار میں ہوتا ہے) اور اگر جامع مسجد یا شارع عام میں سے ملے تو اس میں قسامت نہیں ہے اور دیت بیت المال پر واجب ہے اور اگر مقتول جنگل میں سے ملے کہ جس کے قریب آبادی نہیں ہے تو وہ ہدر ہے (یعنی اس میں نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے) اور اگر دو گاؤں کے درمیان میں سے کوئی مقتول ملا تو قسامت اس گاؤں پر ہوگی کہ جو وہاں سے دوسرے کی نسبت زیادہ قریب ہو اور اگر کوئی مقتول دریا میں بہتا ہوا ملے۔ تو اس میں نہ دیت ہے نہ قسامت ہے اور اگر کنارے پر رک گیا ہے تو قسامت اس گاؤں پر ہوگی جو اوروں کی نسبت اس جگہ سے نزدیک ہوگا اور اگر مقتول کا وارث اہل محلّہ میں سے کسی خاص شخص پر دعویٰ کرے (کہ اسی نے قتل کیا ہے) تو اہل محلہ سے قسامت ساقط نہ ہوگی اور اگر اس نے اہل محلّہ کو چھوڑ کر اور کسی پر دعویٰ کیا تو ان سے قسامت ساقط ہو جائے گی اور جب قسم کھانے والا کہے کہ اس کو (میں نے قتل نہیں بلکہ) فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اسے اس طرح قسم دی جائے (وہ کہے) کہ خدا کی قسم میں نے قتل نہیں کیا اور نہ فلاں شخص کے سوا مجھے اس کا قاتل معلوم ہے اور اگر اس محلہ کے دو آدمی

دوسرے محلہ کے کسی آدمی پر گواہی دیں کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو ان کی گواہی نہ سنی جائے گی۔

ترجمہ: یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ان کی گواہی سنی جائے گی۔

کتاب المعاقل

عاقلہ پر دیت آنے کا بیان

ترجمہ: دیت (یعنی خوں بہا) شبہ عمد اور خطا میں ہوتی ہے اور جب دیت نفس قتل سے واجب ہو وہ عاقلہ پر (یعنی برادری پر) ہے اگر قاتل کسی دفتر میں ملازم ہے تو اس کے عاقلہ اسی دفتر کے آدمی ہوں گے ان کی تنخواہوں میں سے تین برس کے اندر دیت وصول کر لی جائے اگر تین برس کے زیادہ میں یا کم میں تنخواہوں سے وصول ہو تو اسی حساب سے لی جائے اور اسی حساب سے دی جائے اور اگر قاتل اہل دفتر میں سے نہیں ہے تو اس کے عاقلہ اس کے قبیلہ کے آدمی ہیں ان سے قسط وار تین برس کے اندر دیت وصول کر لی جائے ایک آدمی پر چار درہم سے زیادہ نہ کیا جائے ہر سال ایک درہم اور دو دانق لینے چاہئیں اور چار درہم سے کم ہو سکتے ہیں پس اگر اتنا بڑا قبیلہ نہ ہو کہ چار چار درہم لے کر دیت پوری ہو جائے تو ایک اور ایسے قبیلہ کے لوگوں کو شریک کر لیں جو ان کے بہت ہی قریب کے قرابت دار ہوں اور قاتل بھی عاقلہ میں شمار ہوگا اور دیت ادا کرنے میں مثل ایک عاقلہ کے ہوگا اور آزاد شدہ غلام کے عاقلہ اس کے آقا کے قبیلہ کے لوگ ہیں اور مولیٰ موالاۃ کی طرف سے اس کا مولیٰ (یعنی جس کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا ہو) اور اس کی برادری کے آدمی دیت دیں۔ دیت بیسویں حصہ سے کم عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی۔

فائدہ: یعنی اگر کسی نے کوئی ایسا قصور کیا کہ اس میں پوری دیت کا بیسواں حصہ واجب نہیں ہے تو یہ دیت عاقلہ پر نہ ہوگی۔

: اگر بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ ہو تو وہ عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور اگر اس سے کم

ہے تو وہ اس قصور کرنے والے ہی کے ذمہ ہوتی ہے غلام کے قصور کی دیت عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی اور جس قصور کا خود قصور کرنے والا اقرار کرے اس کی دیت نہ دی جائے ہاں اگر عاقلہ اس کی تصدیق کرلیں اور نہ وہ دیت دی جائے جو صلح کرنے سے لازم ہو۔ اگر کوئی آزاد غلطی سے کسی غلام کا قصور کردے تو اس کی دیت اس قصور کرنے والے کے عاقلہ پر ہوگی۔

کتاب الحدود

سزاؤں کا بیان

ترجمہ: زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے اور گواہی اس طرح ہو کہ چار آدمی مرد یا عورت پر زنا کی گواہی دیں۔ پھر حاکم ان سے پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اور کس طرح ہوتا ہے اور زنا کہاں کیا ہے کس وقت کیا ہے کس سے کیا ہے پس جب چاروں گواہ ان امور کو بیان کر دیں اور یہ کہیں کہ ہم نے اس مرد کو اس عورت کی فرج میں اس طرح صحبت کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے پھر قاضی ان گواہوں کا حال خفیہ اور علانیہ لوگوں سے دریافت کرے (کہ یہ کیسے ہیں) جب ہر طرح سے ان کی عدالت ثابت ہوجائے تب ان کی گواہی کے مطابق حکم کردیا جائے اور اقرار زنا کا یہ ہوتا ہے کہ عاقل وبالغ آدمی اقرار کرنے والوں کی طرح چار مرتبہ چار مجلسوں میں اپنے اوپر زنا کا اقرار کرے۔ جب وہ اقرار کرے جبھی اس کے اقرار کو قاضی رد کردے۔ پس جب چار مرتبہ اقرار ہوجائے تب اس سے قاضی زنا کی کیفیت پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے کس طرح ہوتا ہے کہاں ہوا ہے کس سے ہوا ہے جب وہ ان سب باتوں کو بیان کردے گا تو اس پر حد واجب ہوجائے گی۔

پتھراؤ یعنی رجم کا طریقہ ✻ پس اگر زانی محصن ہے (محصن کی تفسیر عنقریب متن میں آئے گی) تو اسے سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے اسے میدان میں لے جائیں اور سنگسار کرنا گواہوں سے شروع کیا جائے پھر حاکم پھر اور لوگ۔

فائدہ: یعنی جب زنا گواہی سے ثابت ہو تو گواہوں کا امتحان لینے کے لیے پہلا پتھر ان ہی

سے لگوایا جائے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے مارنے سے انہیں لرزہ چڑھ جاتا ہے اور وہ گواہی سے پھر جاتے ہیں۔

ترجمہ: پس اگر گواہ شروع کرنے سے رک گئے تو حد ساقط ہوگئی اور اگر زانی نے خود اقرار کر لیا ہے (اور اس کے اقرار ہی سے زنا کا ثبوت ہوا ہے) تو پہلا پتھر حاکم مارے پھر اور لوگ۔ اور زانی کو (سنگسار ہوکر مر جانے کے بعد) غسل اور کفن دیا جائے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے۔

کوڑے مارنے کا طریقہ ※ اور اگر محصن نہیں ہے اور آزاد ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں حاکم اس کے ایسے کوڑے مارنے کا حکم دے کہ جس میں گرہ نہ ہو اور ضرب متوسط درجہ کی ہو (یعنی نہ بہت زور سے نہ بہت آہستہ سے) اور اس کے کپڑے اتار لیے جائیں اور تمام بدن پر ماریں سوائے سر اور منہ اور شرمگاہ کے (کہ ان تینوں عضووں کو بچائیں) اور اگر زانی غلام ہے تو اس کے اسی طرح پچاس کوڑے لگائے جائیں۔

متفرق مسائل ※ اگر (زنا کا) اقرار کرنے والا اپنے اوپر حد قائم ہونے سے پہلے یا درمیان میں اپنے اقرار سے پھر جائے تو یہ اس کا پھرنا قبول کر لیا جائے اور چھوڑ دیا جائے حاکم کے لیے مستحب ہے کہ (زنا کا) اقرار کرنے والے کو اقرار سے پھرنے کی تلقین کرے اور اس سے کہے کہ شاید تو نے اسے چھو لیا ہوگا یا پیار لے لیا ہوگا اور اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں (یعنی حد میں اور اقرار سے پھرنے کے قبول ہونے میں) مگر یہ کہ عورت کے کپڑے نہ نکالے جائیں ہاں اگر وہ پوستین یا کوئی روئی دار کپڑا پہنے ہوئے ہو (تو اس کو اتار لیا جائے) اگر عورت کو سنگسار کرنے میں اس کے لیے ایک گڑھا کھود لیا جائے تو جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے غامدیہ کے لیے چھاتی تک گڑھا کھدوایا تھا عورت کے لیے گھڑا کھودنا احسن ہے کیونکہ اس میں عورت کے لیے پردہ زیادہ ہے یہ گڑھا سینہ تک گہرا کھودا جائے اور مرد کے لیے نہ کھودا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ماعزؓ کے لیے گڑھا نہیں کھدوایا تھا۔ (جوہرۂ نیرہ)

: اور آقا اپنے غلام یا لونڈی پر حاکم کے حکم کے بغیر حد قائم نہ کرے اور اگر حکم ہونے

کے بعد اور سنگسار ہونے سے پہلے ایک گواہ پھر جائے تو ان چاروں گواہوں کے حد قذف (یعنی تہمت کی حد) لگائی جائے اور جس پر انہوں نے (زنا کی) گواہی دی تھی اس سے سنگساری کا حکم ساقط ہو جائے گا اور اگر سنگسار ہونے کے بعد کوئی گواہ پھرا تو حد (قذف) اس اکیلے پھرنے والے کے ہی لگائی جائے۔ اور یہ چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر (زنا کے) گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو (یعنی ایک ہوں یا دو ہوں یا تین ہوں) تو ان سب کے حد (قذف) لگائی جائے۔ اور زانی کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ آزاد ہو۔ بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو۔ کسی عورت سے نکاح صحیح کر کے اس سے صحبت کر چکا ہو اور دخول کے وقت مرد و عورت دونوں میں صفت احصان ہو (اور یہ سات شرطیں ہوئیں) اور محصن میں کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کو جمع نہ کیا جائے (یعنی اسے دونوں سزائیں نہ دی جائیں) اور نہ کنوارے میں کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کو جمع کیا جائے۔ ہاں اگر حاکم اس کے کرنے میں کوئی مصلحت دیکھے تو (جائز ہے کہ) وہ بقدر مناسب اس کو جلاوطن رکھے۔ اگر بیمار نے زنا کیا تو اس کی سزا سنگساری ہے تو اسے سنگسار کر دیا جائے اور اگر اس کی سزا کوڑے ہیں تو جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے اس کے کوڑے نہ لگائے جائیں (کیونکہ مرنے کا اندیشہ ہے اور اس میں مار دینے کا حکم نہیں ہے)

اگر کوئی حاملہ عورت زنا کرالے تو جب تک وہ اپنے حمل کو نہ جن لے اس پر حد قائم نہ کریں اور اگر اس کی حد کوڑے ہیں تو جب تک وہ نفاس سے پاک نہ ہو جائے حد نہ لگائیں اگر زنا کے گواہوں نے زنا پرانا ہونے کے بعد گواہی دی اور ان کا حاکم سے دور ہونا انہیں اس کی گواہی دینے سے مانع نہ ہو (کیونکہ وہ اسی شہر میں موجود تھے) تو ان کی گواہی نہ سنی جائے۔

فائدہ: زنا پرانا ہونے کی حد مہینہ ہے اس سے کم میں پرانا نہیں ہوتا اور حد قذف اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس میں حقوق العباد ہے اور حقوق العباد میں پرانا ہونا کچھ مانع نہیں ہوتا اور اسی لیے اس کا اقرار کرنے کے بعد اس سے انکار نہیں ہو سکتا یعنی کوئی پھر نہیں سکتا۔ (رمز الحقائق وغیرہ)

: مگر خاص حد قذف میں اگر کسی نے غیر عورت سے فرج کے سوا اور کہیں وطی کر لی تو

اسے تعزیر کی جائے۔

فائدہ: تعزیر سے یہ مراد ہے کہ حاکم جواس کی سزا مناسب سمجھے حکم کردے کیونکہ اس نے برا فعل کیا ہے۔

ترجمہ: جو شخص اپنے بیٹے یا اپنے پوتے کی لونڈی سے وطی کرلے اس پر حد نہ لگائی جائے اگرچہ وہ خود ہی یہ کہے کہ میں یہ بات جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے اگر کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں یا اپنی بیوی کی لونڈی سے وطی کرلے یا غلام اپنے آقا کی لونڈی سے وطی کرلے اور کہے میں جانتا ہوں کہ یہ مجھ حرام ہے تو اس کے حد لگائی جائے اور اگر کہے کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ میرے لیے حلال ہے تو اس کے حد نہ لگائی جائے اگر کوئی اپنے بھائی یا چچا کی لونڈی سے وطی کرلے اور یہ کہے کہ میں نے یہ اپنے اوپر حلال سمجھی تھی تو اس کے حد لگائی جائے اگر شب زفاف میں مرد کے پاس غیر عورت کو بھیج دیا جائے اور عورتیں اس سے کہہ دیں کہ تیری بیوی یہی ہے اور وہ اس سے صحبت کرلے تو اس مرد پر حد نہ ہوگی اور مہر واجب ہوگا اگر کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو دیکھا اور اس سے صحبت کرلی (اور یہ نہ دیکھا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے) تو پھر حد واجب ہے اور اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کرلیا کہ اس سے نکاح کرنا اس کو جائز نہ تھا اور پھر اس سے صحبت بھی کرلی۔ تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اگر کسی نے کسی عورت سے مکروہ جگہ (یعنی دبر میں) وطی کرلی یا قوم لوط کا عمل کیا۔ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے اسے تعزیر کی جائے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ فعل بھی مثل زنا کے ہے لہٰذا اس کے کرنے والے کے حد لگائی جائے اگر کوئی چوپایہ سے جماع کرے تو اس پر حد نہیں ہے اگر کوئی شخص دار الحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں زنا کرکے پھر ہماری حکومت (دار الاسلام میں) چلا آئے تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

باب حد الشرب

شراب نوشی کی سزا کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے شراب پی اور (اس کے منہ سے) اس کی بو آنے کی حالت میں وہ پکڑا گیا پھر گواہوں نے اس پر اس کی گواہی دی یا بو آنے کی حالت میں اس نے خود ہی اقرار کیا تو اس پر حد لگانی واجب ہے اور اگر بو جاتے رہنے کے بعد اس نے اقرار کیا ہے تو حد نہ لگائی جائے۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس کے حد لگائی جائے اور یہی حکم اس وقت ہے کہ جب بو جاتے رہنے کے بعد گواہ گواہی دیں۔ (ہدایہ جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی کو نبیذ (یعنی انگور وغیرہ کا شربت پینے) سے نشہ ہو جائے تو اس کے حد لگائی جائے۔

فائدہ: نشہ ہونے کی قید اس لیے ہے کہ اگر اس کے پینے سے نشہ نہ ہو تو حد واجب نہیں ہوتی بخلاف شراب کے کہ اس میں نشہ ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ تھوڑی سی شراب پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے اس کا تھوڑا اور بہت پینا دونوں برابر ہیں۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو یا کوئی شراب کی قے کر دے تو اس پر حد واجب نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ فقط بو آنے سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس نے اپنے اختیار سے پی ہے احتمال ہے کہ شاید کسی نے زبردستی پلا دی ہو یا پانی نہ ہونے کی وجہ سے اضطرار کی حالت میں پی لی ہو اور شک ہونے کی حالت میں حد نہیں لگتی۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور نشہ والے کے حد نہ لگائی جائے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اسے نبیذ سے نشہ ہوا ہے اور نبیذ اس نے اپنی خوشی سے پی تھی اور جب تک اس کا نشہ نہ اتر جائے حد نہ لگائی

جائے شراب اور نشہ کی حد آزاد کے لیے اسی کوڑے ہیں اس کے بدن پر متفرق اعضاء پر مارے جائیں جیسا کہ زنا (کی حد) میں ہم بیان کر چکے ہیں اور اگر غلام ہے (یعنی اگر غلام نے شراب پی لی ہے) تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں اور اگر کوئی شراب اور نشہ پینے کا اقرار کر کے پھر گیا (یعنی پھر انکار کر دیا) تو اس کے حد نہ لگائی جائے اور شراب پینے کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی یا خود اس کے ایک دفعہ اقرار کرنے سے ہوتا ہے اور اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی نہیں سنی جاتی۔

باب حد القذف

حد قذف (یعنی تہمت لگانے) کی سزا کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے محصن مرد یا محصنہ عورت پر صریح زنا کی تہمت لگائی اور مقذوف (یعنی جسے تہمت لگائی ہے قاذف پر) حد لگنے کا خواہاں ہو تو حاکم تہمت لگانے والے کے اسی کوڑے لگوادے اگر وہ آزاد ہو۔ یہ کوڑے اس کے متفرق اعضا پر لگائے جائیں اور اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں۔ ہاں اگر کوئی پوستین یا کوئی روئی دار کپڑا پہنے ہو تو اس کو اتار لیا جائے اور اگر غلام ہے تو اس کے چالیس کوڑے لگوائے جائیں اور یہاں محصن ہونا یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ آزاد بالغ عاقل مسلمان زنا کے کرنے سے پاک ہو اگر کسی نے کسی کے نسب کی نفی کر دی (یعنی کسی سے) یہ کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا یوں کہا کہ او زانیہ کے بیٹے اور اس کی ماں محصنہ مر چکی ہے پھر اس لڑکے نے (یعنی جس کو یہ کہا تھا) اپنی ماں پر تہمت لگنے کی حد کی درخواست دی تو اس تہمت لگانے والے کے حد لگائی جائے اور مردہ کی طرف سے تہمت کی حد کی درخواست وہی کر سکتا ہے کہ جس کے نسب میں اس تہمت سے فرق پڑتا ہو اگر مقذوف محصن ہے تو اس کے کافر بیٹے اور غلام کو حد کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور غلام کو اپنے آقا سے اپنی آزاد ماں پر تہمت لگانے سے حد کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے غلام کو یوں کہہ کے پکارا او زانیہ کے بیٹے

اور اس غلام کی ماں آزاد اور محصنہ تھی تو غلام کو یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے آقا پر اس تہمت کی حد لگوادے۔

ترجمہ: اگر کوئی تہمت کا اقرار کر کے (یعنی تہمت لگا کے) پھر اس سے منکر ہو جائے تو اس کا یہ منکر ہونا تسلیم نہ کیا جائے اگر کوئی عربی کو کہے کہ او قبطی تو (اس کہنے سے) اس پر حد نہ آئے گی اور اگر کوئی کسی سے کہے کہ او آسمانی پانی کے بچے تو یہ تہمت نہ ہوگی اور جب کسی نے کسی کو اس کے چچا یا ماموں یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف منسوب کیا تو یہ تہمت نہیں ہے اگر کسی نے دوسرے کی ملک میں حرام طور پر وطی کر لی تو اس پر تہمت لگانے والے کی حد نہ لگائی جائے (کیونکہ اس حرام وطی کرنے سے محصن نہیں رہا) اور جو عورت کسی بچہ کی وجہ سے لعان کر چکی تو اس پر تہمت لگانے والے کے حد نہ لگائی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت میں زنا کی علامت موجود ہے اور وہ بلا باپ کے اس بچہ کا ہونا ہے اس لیے یہ عورت پاک دامن نہ رہی۔

ترجمہ: اور اگر اس عورت سے بغیر بچہ کے لعان ہوا تھا تو اس پر تہمت لگانے والے کی حد لگائی جائے (کیونکہ زنا کی کوئی علامت نہیں ہے) اگر کوئی شخص کسی لونڈی یا غلام یا کافر پر زنا کی تہمت لگائے یا کسی مسلمان پر زنا کے سوا اور کسی امر کی تہمت لگائے (مثلاً) یوں کہے کہ او فاسق' او کافر' او خبیث تو اسے تعزیر کی جائے (تعزیر کی تفسیر آگے آتی ہے) اور اگر کوئی کہے کہ او گدھے' او سور تو اسے تعزیر نہ کی جائے تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑوں تک ہے اور کم سے کم اس کے تین کوڑے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تعزیر پچھتر کوڑوں تک ہے اگر حاکم تعزیر میں مصلحت دیکھ کر کوڑوں کے علاوہ کچھ قید بھی کر دے تو جائز ہے اور سب سے شدید ضرب تعزیر میں لگائیں پھر حد زنا میں پھر حد شراب میں پھر حد قذف میں اگر حاکم نے کسی کے حد لگائی یا تعزیر کی اور وہ مر گیا تو اس کا خون معاف ہے اگر مسلمان کے حد قذف لگ گئی تو آئندہ اس کی گواہی نہ سنی جائے گی (یعنی وہ گواہی دینے کے قابل نہیں رہتا) اگر چہ وہ توبہ کر لے اگر کسی کافر کے حد قذف لگ گئی تھی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی سنی جائے گی۔

کتاب السرقة و قطاع الطریق

20

چوروں اور ڈاکوؤں کا بیان

ترجمہ: جب کوئی عاقل بالغ کسی محفوظ جگہ سے دس درہم چرائے خواہ وہ سکہ دار ہوں یا بے سکہ ہوں یا دس درہم کی کوئی چیز ہو تو اس پر قطع (یعنی اس کا ہاتھ کاٹنا) واجب ہے اس میں غلام اور آزاد دونوں برابر ہیں (اور اسی طرح مرد وعورت بھی) اور چور کے ایک دفعہ اقرار کرنے یا دو گواہوں کی گواہی دینے سے قطع واجب ہو جاتا ہے اور اگر ایک چوری میں بہت سے شریک ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں دس دس درہم آ جائیں تو ان سب کے ہاتھ کاٹنے چاہئیں اور اگر اس سے کم آتے ہوں تو ان کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور نہ ان چیزوں میں کاٹے جائیں جو معمولی ہوں دارالاسلام میں مباح ہوں جیسے سوختہ گھاس، نرسل مچھلی (پرند شکار) اور نہ ان چیزوں میں جو جلدی خراب ہو جاتی ہوں جیسے ترمیوے، دودھ، گوشت خربوزے اور درخت پر لگے ہوئے میوے اور وہ کھیتی جو ابھی (پختہ ہو کے) کٹی نہ ہو۔ اور نہ پینے کی ان چیزوں (کے چرانے) میں جو مستی اور نشہ لانے والی ہوں اور نہ طنبور (کی چوری) میں اور نہ قرآن شریف کے چرانے میں اگرچہ اس پر سونے کا کام ہوا ہو۔

فائدہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قرآن شریف کے چرانے میں ہاتھ ضرور کاٹا جائے برابر ہے کہ اس پر سونے کا کام ہو یا نہ ہو اور انہیں سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر وہ کام دس درہم سے زیادہ کا ہو تو کاٹا جائے ورنہ نہیں کیونکہ وہ کام قرآن شریف میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس کا علیحدہ اعتبار کیا جائے گا اور ظاہر روایت یعنی ہاتھ نہ کٹنے کی دلیل یہ ہے کہ اس کا چرانے والا یہ تاویل کر سکتا ہے کہ میں پڑھنے اور دیکھنے کے لیے لیتا ہوں دوسری دلیل یہ کہ اس میں باعتبار حرفوں کے کوئی مالیت نہیں ہے اور حفاظت اس کی اسی وجہ سے کی جاتی ہے نہ کہ جلد اور اوراق اور اس کام کی وجہ سے کیونکہ یہ تو توابع میں سے ہے اور توابع کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔ (جوہرۂ نیرہ، ہدایہ)

ترجمہ: اور نہ چاندی سونے کی صلیب (چرانے) میں (کیونکہ یہ دونوں چیزیں کھیل کی ہوتی ہیں) اور نہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے جو چھوٹے سے آزاد بچے کو چرالے اگرچہ وہ بچہ زیور پہنے ہوئے ہو اور نہ بڑے غلام کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے یا دھوکہ ہے) اور نابالغ غلام کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اور سوائے حساب کے رجسٹر کے کسی رجسٹر کے چرانے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور نہ کتے، چیتے، دائرے ڈھول، سارنگی کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے۔

ساج آبنوس صندل (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور جب بانس کے برتن بنالیے جائیں یا چوکھٹیں بنالی جائیں تو ان (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور خیانت کرنے والے مرد یا خیانت کرنے والی عورت اور کفن چور اور لیٹرے اور اچکے کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اگر کوئی بیت المال سے کچھ چرالے یا چور کے ایسے مال میں سے چرالے جو مشترکہ ہو تو اس پر بھی قطع نہیں ہے۔

فائدہ: بیت المال سے چرانے میں قطع نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ مال سب مسلمانوں کا ہے اور یہ چور بھی ان میں داخل ہے لیکن یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ چور مسلمان ہو اور چور کے مال میں قطع نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بعض مال میں اس کی ملک ثابت ہونے میں شبہ ہے اور حد شبہ سے جاتی رہتی ہے۔

ترجمہ: اگر کوئی اپنے والدین یا اپنے بیٹے یا اپنے ذی رحم محرم کا مال چرالے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کا بیوی اپنے شوہر کا یا غلام یا لونڈی اپنے آقا مرد کا یا اپنی آقا عورت کا یا اپنی آقا کے شوہر کا یا آقا اپنے مکاتب کا کچھ چرالے تو اس کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اس چور کا جو غنیمت (کے مال) میں سے چرالے اور محفوظ ہونا دو قسم پر ہے ایک یہ کہ وہ جگہ ہی حفاظت کی ہو مثلاً کوٹھریاں اور دالان۔ دوسرے یہ کہ محافظ سے حفاظت کرائی جائے پس جو شخص ایسے مکان میں سے چرالے یا اسباب وغیرہ مکان میں نہ تھا بلکہ اس کا مالک وغیرہ اس کے پاس بیٹھا اس کی حفاظت کر رہا تھا اور پھر کسی نے چرالیا تو ایسے چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور جو شخص حمام میں سے یا ایسے مکان میں سے کوئی چیز چرالے جس میں

لوگوں کو جانے کی اجازت ہوتو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کسی نے مسجد میں سے کچھ اسباب چرا لیا اور اس اسباب کا مالک وہیں تھا تو اس چور کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ محافظ موجود ہونے کی وجہ سے وہ اسباب محفوظ ہے) اگر کوئی مہمان اپنے میزبان کی کوئی چیز چرالے تو اس مہمان کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کوئی چور مکان میں نقب لگا کے اندر چلا گیا اور وہاں سے مال لے کر دوسرے چور کو دے دیا جو اس مکان سے باہر تھا (اور خود لے کر نہیں نکلا) تو ان دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور اگر اس نے وہاں سے مال نکال کے راستہ میں ڈال دیا اور پھر نکل کے خود ہی اٹھالیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور اسی طرح اس چور کا بھی ہاتھ کاٹا جائے جو مال کو گدھے پر لاد کے خود ہی اسے باہر ہانک لائے اور اگر کسی مکان میں بہت سے چور گھس گئے اور وہاں سے مال (سب نے لیا نہیں بلکہ) بعض نے لیا تو اس صورت میں ان سب کے ہاتھ کاٹے جائیں۔

فائدہ: یہ استحسان ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ اسی کا کٹے کہ جس نے مال لیا ہے امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کیونکہ مال اسی نے نکالا ہے لہٰذا چوری اسی کے حق میں ثابت ہوئی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ چور چونکہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہیں لہٰذا درحقیقت نکالنے میں یہ سب شامل ہیں جیسا کہ رہزنوں کا حکم ہے کہ اگر بہت سے رہزنوں کا حکم ہے کہ اگر بہت سے رہزنوں میں سے ایک آدمی خون وغیرہ کر کے مال چھین لے تو حد ان سب پر لگانی واجب ہوتی ہے دوسرے یہ کہ چوروں میں یہ بات ٹھہری ہوئی ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک مال نکالتا ہے اور باقی کھڑے اس کی حفاظت کیا کرتے ہیں تاکہ مکاندار وغیرہ آ کر اسے پکڑ نہ لیں اس لیے یہ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی چور نے مکان میں نقب لگائی اور اس میں سے ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکال لی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر کسی نے صراف کے صندوقچے یا کسی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ روپیہ نکال لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے (چوری کرنے پر) چور کا داہنا ہاتھ پہنچے سے کاٹ کے اسے داغ دے دیا جائے (تاکہ خون بند ہو جائے) اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو بایاں پیر کاٹ دیا جائے پھر اگر تیسری مرتبہ بھی کرے تو اب اور عضو نہ کاٹیں بلکہ اسے قید میں ڈال دیں

یہاں تک کہ وہ (چوری کرنے سے) توبہ کرلے۔ اور اگر چور کا بایاں ہاتھ شل ہوا ہے یا کٹا ہوا ہے یا داہنا پیر کٹا ہوا ہے تو اس کا اور ہاتھ پیر نہ کاٹا جائے اور چور کا اس وقت تک ہاتھ نہ کاٹا جائے کہ جس کا مال چرایا ہے وہ خود آ کر چوری کا دعویٰ نہ کرے پس اگر اس نے وہ مال اس چور کو ہبہ کردیا یا اس کے ہاتھ بیچ دیا یا اس مال کی قیمت (چوری کے) نصاب سے کم ہوگئی تو اب اس چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور اگر کسی نے ایک چیز چرالی اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ چیز اس سے لے لی پھر اس نے وہی چیز دوبارہ چرالی اور وہ چیز اسی طرح موجود ہے تو اب اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر وہ چیز اس حال سے بدل گئی ہے تو ہاتھ کاٹنا چاہیے مثلاً کسی نے سوت چرایا اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ سوت واپس لے کر اس کا کپڑا بنوا لیا اس چور نے اسے پھر چرایا تو اب اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے پاس وہ چیز موجود ہے تو اس سے لے کر مالک کو دے دی جائے اور اگر تلف ہوگئی ہے تو اس سے تاوان نہ لیا جائے اور جب کسی چور نے یہ دعویٰ کیا کہ اس چوری کی چیز کا میں ہی مالک ہوں تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اگرچہ اس نے گواہ نہ پیش کیے ہوں اور اگر بہت سے آدمی راستہ روکنے والے نکلے یا ایک ہی آدمی ایسا نکلا کہ وہ اکیلا راستہ روک سکتا تھا اور انہوں نے رہزنی کا قصد کرلیا پھر وہ کسی کا مال چھیننے یا کوئی خون کرنے سے پہلے ہی سب کے سب پکڑے گئے تو حاکم انہیں قید کردے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں اور اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کا مال چھین لیا ہے اور وہ مال اتنا ہے کہ اگر اسے ان سب پر تقسیم کر دیں تو ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں دس دس درہم یا اس سے زیادہ آ سکتا ہے یا ایسی چیز آ سکتی ہے جو قیمت میں دس درہم کی ہے تو حاکم ان سب کے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ دے (یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پیر) اور اگر انہوں نے کوئی خون کردیا ہے اور مال نہیں چھینا ہے تو حاکم سیاستاً ان سب کو قتل کرادے اگر اس مقتول کے وارث انہیں اپنا خون معاف کریں تو ان کے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

فائدہ: ان کے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حق اللہ ہے اور اللہ کے حقوق اور حدود معاف کرنا جائز نہیں ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر انہوں نے خون بھی کر دیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو حاکم وقت کو اختیار ہے کہ چاہے ان کے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ کے انہیں قتل کر دے یا سولی دے دے یا فقط قتل ہی کر دے یا قتل کرنے کے بعد سولی دے دے یا زندوں کو سولی دے دے۔ اور نیزے سے ان کے پیٹ چیرے یہاں تک کہ وہ مر جائیں اور تین روز سے زیادہ سولی پر نہ رکھے (کیونکہ تین روز گذرنے کے بعد لوگوں کو ان کی بدبو سے تکلیف ہوگی) اور اگر ان میں کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانہ ہے یا جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ پیر کٹتے ہیں اس کا ذی رحم محرم ہے تو اس صورت میں ان سب سے حد ساقط ہو جائے گی اور قتل کرنا وارثوں کے اختیار میں ہوگا وہ چاہے قتل کریں اور چاہے معاف کر دیں اور اگر خون ان میں سے ایک ہی آدمی نے کیا تھا تو تب بھی قتل ان سب پر جاری ہوگا۔

کتاب الاشربة

پینے کی چیزوں کا بیان

ترجمہ: حرام شرابیں چار قسم پر ہیں ایک خمر اور یہ انگور کے شیرہ کا نام ہے جب وہ (رکھا ہی رکھا) خوب جوش مارنے لگے اس میں تیزی آ کر جھاگ اٹھ آئیں۔

دوسری شراب عصیر ہے کہ جب وہ اس قدر پکائی جائے کہ اس میں سے دو حصے جل جائیں (اور ایک حصہ رہ جائے)

تیسری شراب نقیع تمر اور چوتھی نقیع زبیب ہے کہ جب وہ خوب جوش مارنے لگیں اور ان میں تیزی آ جائے اور تمر اور زبیب کے نبیذ (یعنی شربت) کو اگر تھوڑا سا پکایا جائے تو وہ حلال ہے اگر چہ اس میں تیزی آ جائے لیکن اسی وقت اس میں سے اتنا پئے جس میں غالب گمان یہ ہو کہ اس سے نشہ نہ ہو اور نہ لہو ولعب اور شادمانی کی غرض سے پئے اور خلیطین میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: خلیطین اس کو کہتے ہیں کہ چھوہارے اور منقیٰ کو ملا کر پانی میں تھوڑا سا جوش دیں اور پھر

چھوڑ دیں یہاں تک کہ اس میں تیزی آ جائے غایۃ البیان میں اسی طرح ہے اور بعض فقہاء نے اس میں یہ تفصیل بھی کی ہے کہ اگر نشہ آور نہ ہو تو جائز ہے اور اگر نشہ لائے تو جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: شہد، انجیر، گیہوں، جو، جوار کا نبیذ حلال ہے اگر چہ جوش نہ دیا ہو۔ انگور کے شیرہ کو جب اتنا پکایا جائے کہ اس میں سے دو حصہ جل جائے (اور ایک حصہ رہ جائے) تو وہ حلال ہے اگر چہ اس میں تیزی آ جائے۔ کدو کی تو نبی اور سبز روغن والی ٹھلیا اور رال کی روغن والی ٹھلیا اور کھدی ہوئی لکڑی کے اندر نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب شراب سرکہ ہو جائے تو اس کا پینا کھانا جائز ہے برابر ہے کہ وہ خود ہی سرکہ ہو گئی ہو یا کسی چیز کے ڈالنے سے ہو گئی ہو اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔ (امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے)

کتاب الصید والذبائح

شکار اور ذبیحوں کا بیان

ترجمہ: سکھائے ہوئے کتے اور چیتے اور باز سے شکار کرنا جائز ہے اور ان کے سوا اور سکھائے ہوئے پرند جانوروں سے بھی (جیسے شاہین، شکرا، باسق) اور کتے کے سکھائے ہوئے ہو جانے کی یہ علامت ہے کہ وہ تین دفعہ شکار پکڑے اور خود نہ کھائے اور باز کا سکھایا ہوا ہونا یہ ہے کہ بلاتے ہی آ جائے (اس میں اس کے خود کھانے کی قید نہیں ہے) پس اگر کسی نے اپنا سکھایا ہوا کتا یا باز یا شکرا شکار پر چھوڑا اور چھوڑتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا اور اس نے شکار کو پکڑ کر زخمی کر دیا جس سے وہ شکار مر گیا تو اس شکار کا کھانا حلال ہے اور اگر کتے یا چیتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا (اور وہ مر گیا) تو اس شکار کو کھانا نہ چاہیے اور اگر باز وغیرہ نے کھا لیا تو اس کا کھانا جائز ہے۔

فائدہ: پہلے شکار کا کھانا ناجائز ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جب کتے اور چیتے نے اس میں سے کھا لیا تو معلوم ہوا کہ یہ سکھایا ہوا نہیں ہے لہٰذا ان کا مارا ہوا جائز نہیں ہے اور باز یا شکرے

وغیرہ کے سکھائے ہوئے ہونے میں چونکہ یہ شرط نہیں ہے لہٰذا ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر ان کے کھانے سے شکار مرجائے تو اس کا کھانا نا جائز ہے۔

ترجمہ: اگر کتے وغیرہ کو (شکار پر) چھوڑنے والا شکار کو زندہ پائے تو اس شکار کا ذبح کر لینا اس پر واجب ہے اگر اس نے ذبح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ ظاہر روایت کے مطابق زخمی کرنا شرط ہے) اگر سکھائے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی نہ سکھایا ہوا کتا یا کسی مجوسی کا کتا یا ایسا کتا شامل ہو جائے جس کے چھوڑتے وقت (قصدًا) بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کا شکار کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے شکار کے تیر مارا۔ اور مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لی تو اگر وہ شکار اس تیر سے زخمی ہو کو مر جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شکار تیر ہی کے لگنے اور زخمی ہونے سے ذبح کے حکم میں ہو جائے گا۔ کیونکہ تیر بھی ذبح کرنے کا ایک آلہ ہے اسی لیے تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا شرط ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر اسے زندہ پالیا تو ذبح کرے اور اگر ذبح نہ کیا (یہاں تک کہ وہ مر گیا) تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور جب تیر شکار کے جا لگا اور وہ زخمی ہو کر شکاری کی نظروں سے غائب ہو گیا لیکن یہ برابر ڈھونڈتا پھرتا رہا یہاں تک کہ پھر وہ مرا ہوا ملا تو اس کا کھانا جائز ہے۔ اور اگر یہ تلاش کرنے سے بیٹھ رہا تھا اور پھر وہ مرا ہوا مل گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شکار کے تیر مارا اور وہ (تیر کھا کے) پانی میں گر گیا (اور مر گیا) تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ احتمال ہے کہ شاید پانی میں ڈوب کے مر گیا ہو تیر کے زخم سے نہ مرا ہو) اور اگر پہلے زمین پر زندہ گر کے مر گیا ہے تو کھانا جائز ہے اگر کسی نے بے بھال کا تیر لاٹھی کی طرح کسی شکار کے مارا اور وہ مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور اگر اس سے زخمی ہو (کے مر) گیا ہے تو کھانا جائز ہے اور غلیل مارنے سے جب کوئی جانور مر جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اگر کسی نے شکار کے تیر مارا جس سے اس کا کوئی عضو ٹوٹ گیا تو وہ شکار کھانا جائز ہے اور عضو کھانا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے تین ٹکڑے ہو گئے ہیں اور زیادہ حصہ دم کی طرف ہے تو سارے کو کھانا جائز ہے اور اگر زیادہ حصہ سر کی طرف ہے تو اس زیادہ حصہ کو کھانا جائز ہے (اور کم کو کھانا جائز نہیں ہے)

اور آتش پرست اور مرتد اور بت پرست کا (ذبح کیا ہوا) شکار کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ ان کا ذبح کیا ہوا ذبح میں نہیں شمار ہوتا)۔

اگر کسی شکاری نے شکار کے تیر مارا اور تیر لگ گیا مگر کاری نہیں لگا پھر دوسرے نے تیر مارا اور اس سے وہ شکار مر گیا تو یہ شکار دوسرے شکاری کا ہے اور اسے کھانا جائز ہے اور اگر پہلے شکاری کا تیر کاری لگ گیا تھا اور پھر دوسرے نے مارا جس سے وہ بالکل ہی مر گیا تو یہ شکار پہلے شکاری کا ہے اور اسے کھانا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر اسے کاری لگ گیا تھا تو وہ اپنے اختیار سے اس کے ذبح کرنے پر قادر تھا کیونکہ کاری لگنے سے یہی مراد ہے کہ وہ جانور اڑ نہ سکے اس لیے اس کا ذبح کرنا اس پر واجب تھا اور جب اس نے اس کو ذبح نہ کیا تو دوسرے شکاری نے اسے ویسے ہی مار ڈالا اس لیے یہ مردار ہو گیا رمز الحقائق میں اسی طرح ہے اور جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر ایسے لگا ہو کہ وہ شکار اس کے لگنے سے زندہ رہ سکتا ہو کیونکہ اس وقت اس شکار کا مرنا اس دوسرے شکاری کی طرف منسوب ہوگا کہ اسی نے مارا ہے لیکن اگر پہلا ہی تیر ایسا لگ گیا ہے کہ اس سے زندہ نہیں رہ سکتا یعنی فقط اتنی ہی جان رہتی ہے کہ جتنی مذبوح میں رہا کرتی ہے تو وہ حلال ہے کیونکہ اس وقت اس کا مرنا دوسرے کے تیر کی طرف منسوب نہ ہوگا اس لیے کہ اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔

ترجمہ: اور دوسرے شکاری پہلے کے لیے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اس کے جو زخمی ہونے سے اس میں نقص آ گیا ہے جن حیوانوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جن کا نہیں کھایا جاتا شکار دونوں کا کرنا جائز ہے مسلمان اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کا ذبح کیا ہوا حلال ہے اور مرتد، آتش پرست، بت پرست کا ذبح کیا ہوا درست نہیں ہے اگر کسی ذبح کرنے والے نے بسم اللہ اللہ اکبر کہنا قصداً چھوڑ دیا تھا۔ تو وہ ذبیحہ مردار ہے اور اگر کوئی بھول گیا تو حلال ہے ذبح حلق اور سینہ کے درمیان میں ہونا چاہئے اور وہ رگیں جو ذبح میں کاٹی جاتی ہیں۔ (یعنی جن کا کاٹنا واجب ہے) چار ہیں:

① حلقوم (یعنی سانس کے آنے جانے کی رگ)

② مری (یعنی کھانا پینا جانے کی رگ)

③ داجان (یعنی دونوں شہ رگیں جو خون کا مجریٰ ہیں)

اگر چاروں کو کاٹ دیا تو اس جانور کا کھانا حلال ہے اور اگر ان میں سے اکثر کو (یعنی تین کو) کاٹ دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تب بھی یہی حکم ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا کاٹنا ضروری ہے اور (دھاردار) کھپچی اور پتھر سے اور ایسی سب چیزوں سے جو خون جاری کر دیں ذبح کرنا درست ہے سوائے اس دانت اور ناخن کے جو بدن میں لگے ہوئے ہوں (کہ ان سے ذبح کیا ہوا مردار ہوتا ہے) اور مستحب ہے کہ ذبح کرنے والا پہلے اپنی چھری کو خوب تیز کر لے اور اگر کوئی شخص چھری کو حرام مغز تک پہنچا دے اور سر کو جدا کر دے تو ایسا کرنا اس کو مکروہ ہے اور اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے اگر کسی نے بکری وغیرہ کو گدی کی طرف سے ذبح کیا' پس اگر وہ اتنی دیر زندہ رہی کہ اس نے اس کی رگیں کاٹ دیں تو اس کا کھانا جائز ہے' لیکن مکروہ ہے (کیونکہ اس طرح ذبح کرنا سنت کے خلاف ہے) اور اگر وہ رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مرگئی تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور جو شکار مانوس ہو جائے (یعنی پلا ہوا ہو) تو اس کی زکوٰۃ ذبح کرنا ہے اور جو اونٹ وحشی (یعنی جنگلی) ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ نیزے مارنا اور زخمی کر (کے اسے مار دینا) ہے۔

فائدہ: جوہرہ میں لکھا ہے کہ اصل اس بارے میں یہ ہے کہ زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں اختیاری اور اضطراری اور جب تک اختیاری زکوٰۃ کی قدرت ہو تو اضطراری جائز نہیں ہے اور جب وہ نہ ہو سکے تو اضطراری جائز ہے اور اختیاری تو سرِ سینہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہوتی ہے یعنی ان کے درمیان سے گلا کاٹ دیا جائے اور اضطراری نیزہ مارنا زخمی کرنا خون جاری کر دینا ہے۔

ترجمہ: اونٹوں میں مستحب نحر کرنا ہے (یعنی ان کے سینہ کو نیزہ سے چیرا دینا) اور اگر انہیں ذبح کر لیا تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے (یعنی یہ فعل مکروہ ہے نہ کہ وہ مذبوح مکروہ ہے) اور گائے بکریوں میں مستحب ذبح کرنا ہے' اگر کسی نے انہیں نحر کر لیا تب بھی جائز ہے مگر مع الکراہت۔

فائدہ: جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "انحر الدم بما شئت" یعنی تم جس چیز سے چاہو خون نکال دو اور کراہت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ یہ فعل سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ **کذا فی الجوهرة النيرة.**

ترجمہ: اگر کسی نے اونٹنی کو نحر کیا یا گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے برابر ہے کہ اس کے جسم پر بال ہوں یا نہ ہوں۔ اور درندوں میں جن کے کچلیاں ہوں ان کا کھانا جائز نہیں ہے اور نہ ان پرندوں کا کہ جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں اور کھیتی کے کوے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ کوا اناج کھاتا ہے نجاست نہیں کھاتا اور نہ یہ پرند شکاریوں میں سے ہے۔ **(کذا فی الهداية)**

ترجمہ: ابقع کوے کو کھانا جائز نہیں ہے جو نجاست کھاتا ہے اور بجو اور گوہ اور کل حشرات الارض (جیسے چوہے وغیرہ) کا کھانا مکروہ ہے اور بستی میں رہنے والے گدھوں اور خچروں کا کھانا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا بھی مکروہ ہے اور خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب کسی نے ایسے جانور کو ذبح کر لیا کہ جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو اس کی کھال اور گوشت پاک ہو جاتے ہیں سوائے آدمی اور سور کے کہ ذبح کرنا ان دونوں میں کچھ اثر نہیں کرتا۔

فائدہ: آدمی کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا تو اس کی عزت اور شرافت کی وجہ سے ہے اور سور کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا اس کے نجس ہی ہونے کی وجہ سے ہے کہ وہ پاک کرنے سے بھی ہرگز پاک نہیں ہو سکتا۔

ترجمہ: اور دریائی جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی حیوان کا کھانا درست نہیں ہے اور جو مچھلی خود مر کر پانی پر تیرنے لگے اس کا کھانا بھی مکروہ ہے اور جریث (جو ایک قسم کی مچھلی ہے) اور بام مچھلی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ٹڈی کو کھانا جائز ہے اور اس میں ذبح کرنا نہیں ہے (یعنی اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ مچھلی کو)۔

کتاب الاضحیۃ

قربانی کا بیان

ترجمہ: قربانی ہر ایسے آدمی پر واجب ہے جو آزاد ہو غلام نہ ہو، مسلمان ہو مقیم ہو (مسافر نہ ہو) مال دار ہو۔ ایسا آدمی اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے بقرعید کے روز قربانی کرے۔

فائدہ: چھوٹے بچوں کی طرف سے قربانی کرنے کو امام حسن رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ ہر آدمی پر اپنی ہی طرف سے کرنی واجب ہے اور کسی کی طرف سے کرنی واجب نہیں ہے اور فتویٰ اسی پر ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں اس کی تصریح کی ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ہر آدمی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے یا سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ یا ایک گائے۔ اور فقیر اور مسافر پر قربانی نہیں ہے اور بقرعید کے روز قربانی کا وقت طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن شہر والوں کو اس وقت قربانی کرنی جائز نہیں ہے کہ جب تک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے ہاں گاؤں والے طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر لیں اور قربانی تین روز تک جائز ہے ایک بقرعید کے روز اور دو روز اس کے بعد (یعنی بارھویں کی شام تک) اور اندھے کانے اور ایسے لنگڑے جانوروں کی قربانی نہ کی جائے جو مذبح تک نہ جا سکیں اور نہ دبلوں کی اور نہ ایسے جانوروں کی جائز ہے جن کے کان اور دم کٹی ہوئی ہو۔ اور نہ ان کی جن کے آدھے سے زیادہ کان یا آدھے سے زیادہ دم کٹی ہوئی ہو اور کان اور دم آدھی سے زیادہ باقی ہے تو (اس کی قربانی) جائز ہے اور بے سینگوں اور خصی اور خارشتی اور دیوانے جانوروں کی قربانی جائز ہے قربانی اونٹ، گائے، بکری (تین) کی ہوتی ہے اور ان سب میں سے ثنی یا اس سے زیادہ عمر کا جائز ہے۔

فائدہ: ثنی بھیڑ بکریوں میں ایک برس کے کو کہتے ہیں اور گائے بیلوں میں دو برس کے کو اور

اونٹوں میں پانچ برس کے کو۔

ترجمہ: مگر بھیڑوں میں کیونکہ اس کا جذع بھی کافی ہوتا ہے۔

فائدہ: فقہاء کے نزدیک جذع بھیڑ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو چھ مہینے کا ہو گیا ہو۔ اور اس میں اتنی قید اور ہے کہ وہ بدن میں ایسا ہو کہ اگر وہ بڑی بھیڑوں میں مل جائے تو بچہ نہ معلوم ہو۔ (رمز الحقائق وغیرہ)

فائدہ: اور (قربانی کرنے والا) قربانی کے گوشت کو خود بھی کھائے اور فقیروں اور مالداروں کو بھی کھلائے اور رکھ بھی چھوڑے اور مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے (یعنی ایک تہائی تو ضرور ہی کر دے) اور اس کی کھال بھی اللہ کے لیے دے دے یا (اپنے) گھر میں استعمال کرنے کے لیے اس کی کوئی چیز بنوا لے افضل یہ ہے کہ اگر کوئی اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) سے ذبح کرانا مکروہ ہے اور اگر دو آدمیوں سے غلطی ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو دونوں کی قربانی جائز ہو جائے گی اور ان پر تاوان نہ آئے گا۔

کتاب الایمان

قسموں کا بیان

فائدہ: ایمان (یعنی قسمیں) تین طرح پر ہیں یمین غموس، یمین منعقدہ، یمین لغو، یمین غموس گذشتہ امر پر قسم کھانے کو کہتے ہیں جس میں قصداً جھوٹ بولنا ہو پس اس قسم کا کھانے والا اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس میں سوائے توبہ اور استغفار کے کفارہ نہیں ہے۔ یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ امر پر قسم کھائے کہ اس کو کروں گا یا (کہے کہ) نہ کروں گا پس جب وہ اس میں حانث ہو گیا (یعنی جس کام کے کرنے کو کہا تھا اس کو نہ کیا یا جس کے نہ کرنے کو کہا تھا اسے کر لیا) تو اس پر (قسم کا) کفارہ لازم ہو جائے گا اور یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذشتہ امر پر قسم کھائے اور اس کا یہ گمان ہو کہ جیسا میں نے کہا تھا یہ اسی طرح ہے اور وہ امر درحقیقت اس کے خلاف ہے

پس اس قسم میں ہمیں امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے کھانے والے سے اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ کرے گا اور قسم میں قصداً قسم کھانے والا اور کسی کی زبردستی سے کھانے والا اور بھول کے کھانے والا تینوں برابر ہیں اور جس بات پر قسم کھائی ہے اگر اس کو کسی نے (کسی کی) زبردستی سے یا بھول کے کرلیا تو بھی برابر ہے۔ (یعنی وہ حانث ہو جائے گا)

قسم صحیح ہونے نہ ہونے کے احکام ✵ اور قسم اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے یا اس کے ناموں میں سے کسی کے ساتھ مثلاً رحمٰن یا رحیم کے ساتھ یا اس کی ذاتی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ مثلاً ''عزۃ اللہ'' جلال اللہ' کبریا اللہ' لیکن اگر ''علم اللہ'' کہے تو یہ قسم نہ ہوگی اور اگر کوئی فعلی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھائے مثلاً ''غضب اللہ'' اور ''سخط اللہ'' کہے تو یہ قسم نہ ہوگی اور اگر کسی نے اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی قسم کھائی مثلاً نبی علیہ السلام کی کھائی یا قرآن شریف کی یا کعبہ کی کھائی تو وہ قسم نہ ہوگی اور قسم، قسم کے حرفوں سے ہوتی ہے اور وہ تین ہیں۔ واؤ مثلاً کوئی کہے واللہ اور ''ب'' مثلاً کوئی کہے باللہ اور ''ت'' مثلاً کوئی کہے تاللہ' اور کبھی یہ حرف مضمر (یعنی پوشیدہ) بھی ہوتے ہیں اور مضمر کے کہنے سے قسم ہوجاتی ہے مثلاً کوئی کہے ''اللّٰــه لا افعل كذا'' (اس کے معنی یہ ہیں خدا کی قسم میں ایسا نہ کروں گا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ''وحق اللّٰه'' کہا تو یہ قسم نہ ہوگی۔

فائدہ: یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے اور ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ قسم ہو جائے گی امام عینی لکھتے ہیں کہ مجھے امام ابو یوسفؒ ہی کا قول پسند ہے لیکن قہستانی میں محیط سے منقول ہے کہ صحیح پہلا ہی قول ہے۔

ترجمہ: جب کسی نے یہ کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں یا کہا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں یا کہا میں حلف اٹھاتا ہوں یا کہا میں گواہ کرتا ہوں یا کہا اللہ کو گواہ کرتا ہوں تو یہ قسم ہو جائے گی اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ ''وعہد اللہ'' یا کہا ''ومیثاق اللہ'' یا کہا مجھ پر نذر ہے یا مجھ پر اللہ کی نذر ہے تو یہ بھی قسم ہو جائے گی اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی ہوں یا مشرک ہوں یا کافر ہوں تو یہ بھی قسم ہے اگر کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو یا اللہ کا غصہ ہو تو یہ قسم نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر میں

ایسا کروں تو میں زانی ہوں یا شراب خور ہوں یا سود خور ہوں تو اس سے بھی قسم نہ ہوگی۔

قسم کا کفارہ ٭ قسم کا کفار ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اس کفارہ میں وہ کافی ہے جو ظہار (کے کفارہ) میں کافی ہوتا ہے۔

فائدہ : یعنی اس کفارہ میں مسلمان لونڈی اور کافرہ لونڈی اور تھوڑی عمر کی اور زیادہ عمر کی آزاد کردینی کافی ہوجاتی ہے جیسا کہ ظہار کے کفارہ میں (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑے بنا کر پہنا دے ہر مسکین کو ایک یا ایک سے زیادہ کپڑا دے اور کپڑے میں ادنیٰ درجہ یہ ہے (یعنی اتنا ضرور ہو) کہ اس سے نماز جائز ہو جائے اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو ایسا کھانا کھلا دے کہ جیسا ظہار کے کفارہ میں کھلایا جاتا ہے اگر کوئی ان تینوں میں سے ایک پر بھی قادر نہ ہو تو وہ لگا تار تین روزے رکھے اگر کسی نے حانث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کردیا تو وہ (ہمارے نزدیک) کافی نہ ہوگا اگر کسی نے معصیت پر حلف اٹھایا مثلاً یوں کہا کہ میں نماز نہ پڑھوں گا یا اس سے بات نہ کروں گا یا فلاں آدمی کو قتل کردوں گا تو چاہیے کہ ایسا آدمی خود ہی حانث ہو جائے (یعنی قسم کو توڑ دے) اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے اگر کسی کافر نے قسم کھائی اور اس کے بعد کفر ہی کی حالت میں یا مسلمان ہونے کے بعد قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اگر کسی نے اپنی مملوکہ چیز اپنے اوپر حرام کرلی تو وہ حرام نہ ہوگی پھر اگر یہ اسے مباح سمجھے (یعنی مباح چیز کی طرح اسے اپنے کام میں لائے) تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اگر کسی نے یہ کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم کھانے پینے کی چیزوں پر ہوگی (یعنی کھانے پینے کی چیزیں اس پر حرام ہو جائیں گی) ہاں اگر وہ (یہ کہتے وقت) اور کسی چیز کی بھی نیت کرلے (تو وہ بھی اس میں آجائیں گی) اگر کسی نے کوئی مطلق نذر مان لی تو اس پر اس کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کردیا پھر وہ شرط پوری ہوگئی تو اب اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور مروی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس سے رجوع کرلیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جب کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرے اوپر ایک حج ہے یا ایک برس کے روزے ہیں یا جس چیز کا مالک ہوں وہ سب صدقہ ہے تو اس میں ایک قسم کا کفارہ کافی ہوجائے گا اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔

قسم کے متفرق مسائل ٭ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں گھر نہ جاؤں گا اور پھر خانہ کعبہ میں یا مسجد میں یا گرجے میں یا یہودیوں کے عبادت خانے میں چلا گیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

فائدہ: وجہ حانث نہ ہونے کی یہ ہے کہ گھر اسے کہتے ہیں جو رہنے کے لیے بنایا گیا ہو اور یہ سب جگہیں اس لیے نہیں بنائی گئیں اور کعبہ اور مسجد کو گھر اسے کہنا مجازاً ہے اور جب کوئی لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس کے حقیقی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ (**کذافی مجمع الانہر**)

ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں بات نہ کروں گا اور پھر اس نے نماز میں قرآن پڑھا تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ نماز میں قرآن شریف پڑھنا بات کرنا نہیں ہے) اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس کپڑے کو نہیں پہنوں گا حالانکہ اس کو پہنے ہوئے تھا اور پھر اسی وقت اسے اتار ڈالا تو یہ حانث نہ ہوگا (یعنی اس وقت اس کپڑے کے اس کے بدن پر ہونے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی) اور اسی طرح جب کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سوار نہ ہوں گا حالانکہ اس وقت وہ اس پر سوار تھا اور فوراً اتر گیا تو وہ حانث نہیں ہوا اور اگر کچھ دیر کرے گا تو حانث ہو جائے گا اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا حالانکہ (اس قسم کے وقت) وہ اسی گھر میں تھا تو وہاں بیٹھے رہنے سے وہ حانث نہیں ہوگا یہاں تک کہ باہر آ کے پھر اندر جائے اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں گھر میں نہ جاؤں گا (اور کسی گھر کو معین نہ کیا اور نہ کسی گھر کی نیت کی) پھر وہ کسی کے ٹوٹے پھوٹے گھر میں چلا گیا تو وہ حانث نہیں ہوا۔

فائدہ: حانث نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب اس نے گھر کی تعین نہیں کی تو اس کی قسم میں وہ گھر معتبر سمجھا جائے گا جو عادۃً رہنے سہنے کے قابل ہو کیونکہ قسمیں عادت ہی پر محمول ہوا کرتی ہیں۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر اس گھر کے ٹوٹ پھوٹ جانے اور جنگل ہو جانے کے بعد اس میں گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔

فائدہ: وجہ حانث ہونے کی یہ ہے کہ جب اس نے گھر کی تعین کر دی تو اس کی قسم اس گھر کے نام کے ساتھ متعلق ہو گی اور چونکہ اس کا نام یعنی گھر ہونا ابھی باقی ہے اس لیے اس کی قسم بھی باقی ہے اور عرب میں میدان کو بھی گھر کہتے ہیں اور گھر ترجمہ دار کا ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر وہ اس کے گر جانے کے بعد اس میں گیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: مکان ترجمہ بیت کا ہے عرب میں بیت اس مکان کو کہتے ہیں جس میں آدمی رات کو رہ سکے اور جس کی دیواریں گر جائیں اسے بیت نہیں کہہ سکتے۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں آدمی کی بیوی سے بات نہ کروں گا پھر اس فلانے نے اس عورت کو طلاق دے دی اس کے بعد اس نے اس سے بات کی تو یہ حانث ہو جائے گا۔ (یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب عورت کی طرف اشارہ کر کے معین کر دی ہو) اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں فلاں شخص کے غلام سے بات نہیں کروں گا یا فلاں شخص کے گھر میں نہ جاؤں گا اور پھر اس فلانے نے اپنا غلام یا اپنا گھر بیچ ڈالا بعد اس کے اس غلام سے اس نے بات کی یا اس گھر میں گیا تو یہ حانث نہ ہوگا اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں طیلسان والے سے بات نہ کروں گا پھر اس نے اس طیلسان کو بیچ دیا یا بعد اس کے اس سے بات کی تو یہ حانث ہو جائے گا اور اسی طرح جب کسی نے یوں قسم کھائی کہ اس جوان سے میں بات نہ کروں گا پھر اس کے بوڑھا ہو جانے کے بعد اس سے بات کی تو یہ حانث ہو جائے گا اور اگر (کوئی بھیڑ گابھن تھی اور) کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں اس حمل کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر وہ حمل (پورا ہو کر پورا) مینڈھا ہو گیا اور اس نے اس کا گوشت کھایا تو یہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ اس کی قسم اسی کے ساتھ متعلق تھی جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا) اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس کھجور سے نہ کھاؤں گا تو یہ قسم اس کھجور کے پھل پر واقع ہوگی۔

فائدہ: یعنی اس کا پھل کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کی چھال وغیرہ کھائے گا تو نہیں ٹوٹے گی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گدر چھوہارہ کو نہ کھاؤں گا پھر وہ پک گیا اور اس نے کھا لیا تو وہ حانث نہ ہوگا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں پکا ہوا چھوہارہ نہ کھاؤں گا پھر اس نے ایسا چھوہارہ کھا لیا جو دم کی طرف سے گدر تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ حانث ہو جائے گا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا پھر اس نے مچھلی کا گوشت کھا لیا تو وہ حانث نہ ہوگا۔

ترجمہ: یہ حکم استحسانی ہے اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ مچھلی کھانے والا بھی حانث ہو جائے گا ایک شاذ روایت امام ابو یوسفؒ سے یہی ہے اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ مچھلی کا نام گوشت بھی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا" یہاں گوشت سے مراد مچھلی ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے قرآن شریف کے الفاظ پر نہیں ہے دیکھو اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں کسی کا گھر نہ توڑوں گا اور پھر اس نے مکڑی کا گھر توڑ دیا۔ تو وہ حانث نہیں ہوتا یا کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں کسی دابہ پر سوار نہ ہوں گا اور پھر وہ کسی کافر پر سوار ہو گیا تو وہ حانث نہیں ہوتا اگر چہ قرآن مجید میں کافروں کو دابہ کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا "اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اور اسی طرح دریا میں جو جانور ہیں وہ سب مچھلی کے حکم میں ہیں اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا تو مچھلی کے سوا وہ جس جانور کا گوشت کھائے گا حانث ہو جائے گا خواہ وہ حرام ہو یا حلال شوربے دار ہو یا بھنا ہوا ہو کیونکہ ان کا نام گوشت ہی ہے۔ کذا فی الهداية.

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ سے پانی نہ پیوں گا اور پھر اس نے دجلہ کا پانی ایک برتن میں لے کر پی لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ حانث نہ ہو گا جب تک کہ اس میں منہ ڈال کر نہ پئے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ کا پانی نہ پیوں گا اور پھر اس نے برتن میں لے کر پی لیا وہ حانث ہو جائے گا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ بس یہ گیہوں نہ کھاؤں گا اور پھر اس نے اس گیہوں کی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہو گا۔

فائدہ: یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حانث نہ ہو گا جب تک کہ بعینہٖ اس گیہوں کو ہی نہ کھائے اور یہی قول امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جیسا اس گیہوں کے کھانے سے حانث ہو گا ویسا ہی اس کی روٹی کھانے سے بھی حانث ہو جائے گا اور اگر ثابت گیہوں ابال کے کھائے گا تو بالاتفاق حانث ہو جائے گا۔ کذا فی مجمع الانهر.

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں آٹا نہ کھاؤں گا اور پھر اس نے اس آٹے کی روٹی پکا کے کھالی تو وہ حانث ہو جائے گا اور اگر آٹا ویسے ہی پھانک لیا تو حانث نہ ہو گا۔

فائدہ: یہی صحیح ہے کیونکہ عادۃً آٹے کا استعمال اس طرح نہیں ہے کہ اسے ویسے ہی پھانک لیا جائے اور جس چیز کی حقیقت مستعمل نہ ہو بلکہ مجاز مستعمل ہو تو اس کی قسم کھانی اس مجاز کو بالاجماع شامل ہوتی ہے اور آٹا اسی درجہ میں ہے۔ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے بات نہ کروں گا اور پھر اس نے اس سے بات کی ایسی آواز سے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تو سن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تو یہ حانث ہو جائے گا۔ (اور اگر ایسی طرح بات کی ہے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تب بھی نہ سنتا تو حانث نہ ہوگا) اور اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں زید سے بغیر اس کی اجازت کے بات نہ کروں گا اور پھر زید نے اسے اجازت دے دی اور اسے اس اجازت کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ اس نے زید سے بات کرلی تو یہ حانث ہو جائے گا اگر کسی حاکم نے کسی کو قسم دی کہ شہر میں جو بدمعاش آئے تو مجھے خبر کرنا تو یہ قسم خاص اسی حاکم کے رہنے تک رہے گی (یعنی اس حاکم کے مرنے یا موقوف ہو جانے کے بعد یہ شخص قسم سے نکل جائے گا) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں آدمی کے گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا اور پھر وہ اس کے ماذون غلام کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: برابر ہے کہ وہ غلام قرض دار ہو یا نہ ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حانث ہو جائے گا کیونکہ غلام ماذون کا گھوڑا اصل میں اس کے آقا ہی کا ہے اگرچہ غلام کی طرف نسبت کر دیا گیا ہے اس لیے کہ غلام اور جو چیز غلام کے قبضہ میں ہو وہ سب اس کے آقا ہی کا ہوتا ہے۔ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ پڑوں گا پھر وہ اس مکان کی چھت پر کھڑا ہو گیا یا اس کی دہلیز میں پڑ گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر وہ اس (مکان کے) دروازہ کی محراب میں ایسی طرح کھڑا ہو گیا کہ اگر دروازہ بند کیا جائے تو وہ باہر رہے تو حانث نہ ہوگا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بھنا ہوا نہ کھاؤں گا تو یہ قسم فقط گوشت پر ہوگی (کہ بھنا ہوا گوشت کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی) بیگنوں اور گاجروں پر نہ ہوگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں پکا ہوا نہ کھاؤں گا تو یہ قسم پکے ہوئے گوشت پر ہوگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں سریاں نہیں

کھاؤں گا تو یہ قسم ان سریوں پر ہوگی جو تنور میں پکتی اور شہر میں بکتی ہوں گی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں چڑیا وغیرہ کا سر نہ آئے گا بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قسم گائے اور بکریوں کی سریوں پر ہوگی اور صاحبین کے نزدیک فقط بکریوں کی سریوں پر اور یہ اختلاف باعتبار زمانہ اور مکان کے ہے امام صاحب کے زمانہ میں سری سے گائے بکری کی سری مراد ہوتی تھی۔ اور صاحبین کے زمانہ میں خاص بکریوں کی اور اب ہمارے زمانہ میں علی حسب العادت فتویٰ دیا جاتا ہے۔ **کذا فی الهدایته وغیره**

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں روٹی نہ کھاؤں گا تو یہ قسم اس اناج کی روٹی پر ہوگی جس کی شہر والے عادۃً روٹی کھاتے ہوں گے پس اگر اس نے بادام کی روٹی یا عراق میں چاولوں کی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ بادام کی اور عراق میں چاولوں کی روٹی نہیں کھاتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں خرید و فروخت نہ کروں گا یا کرایہ کا معاملہ نہ کروں گا اور پھر اس نے یہی کام کرنے کے لیے (اپنی طرف سے) کسی کو وکیل کر دیا تو یہ حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: ہاں اگر اس نے قسم کے وقت اس کی بھی نیت کر لی ہو کہ میں کسی کو وکیل بھی نہ کروں گا کیونکہ ان چیزوں کے حقوق عاقد ہی کے ذمہ ہوتے تھے آمر سے کچھ تعلق نہیں ہوتا لیکن اگر اس نے اس کی نیت کر لی ہے تو حانث ہو جائے گا کیونکہ اس نے اپنی جان پر خود سختی کی ہے جوہرہ۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں زمین پر نہ بیٹھوں گا پھر وہ فرش پر یا بوریئے پر بیٹھ گیا تو حانث نہ ہوگا (کیونکہ اسے زمین پر بیٹھنا نہیں کہتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں تخت پر نہ بیٹھوں گا پھر وہ ایسے تخت پر بیٹھ گیا جس پر فرش بچھا ہوا تھا تو وہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ یہ تخت ہی پر بیٹھنا شمار کیا جاتا ہے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بچھونے پر نہ سوؤں گا پھر وہ ایسے بچھونے پر سویا کہ اس پر چادر بچھی ہوئی تھی تو وہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ یہ چادر بچھونے کے تابع ہوتی ہے اس لیے یہ بچھونے ہی پر سونا شمار کیا جائے گا) اور اگر اس بچھونے پر اس نے دوسرا بچھونا اور ڈال لیا اور اس پر سویا تو حانث نہ ہوگا اگر کسی نے قسم کھا کر قسم کے ساتھ ہی "انشاء اللّٰہ" کہہ لیا تو وہ قسم نہ رہے گی۔

فائدہ: قسم نہ رہنے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ" **من حلف علی یمین**

وقال انشاء الله فقدبر فی یمینہ ''یعنی جس نے قسم کھا کے انشاءاللہ کہہ لیا وہ اپنی قسم سے بری ہو گیا مگر ہاں اس کا قسم کے متصل ہی ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی قسم سے فارغ ہونے کے بعد کہے گا تو وہ قسم سے رجوع کرنا ہوگا اور قسم میں رجوع نہیں ہوا کرتا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس سے ایک حین تک یا ایک زمانہ تک بات نہ کروں گا (حین یا زمانہ کو معرف باللام کر کے) الحین یا الزمان کہا تو یہ قسم چھ مہینہ کی ہوگی۔

فائدہ: اگر اس نے چھ مہینے کے بعد بات کر لی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ قسم کی مدت ختم ہو جائے گی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ کہتے وقت اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے کچھ دنوں کی نیت کر لی ہے تو حکم اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم دہر کا ہے اگر کسی نے قسم کھائی کہ **لا یکلم ایاما** تو اس سے تین دن مراد ہوں گے اگر ایاما کی الایام کہا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دس دن مراد ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے سات دن مراد ہوں گے اور اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں اس سے مہینوں بات نہ کروں گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے دس مہینے مراد ہوں گے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بارہ مہینے مراد ہوں گے اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں ایسا نہ کروں گا تو وہ اس کام کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے نفی پر یعنی نہ کرنے پر قسم کھائی اور نفی کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی لہٰذا یہ قسم ہمیشہ پر محمول کی جائے گی۔ حاشیہ

ترجمہ: اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ میں اس کام کو ضرور کروں گا اور پھر اس نے ایک دفعہ اس کام کو کر لیا اس کی قسم پوری ہو جائے گی اگر کسی نے قسم کھائی کہ میری بیوی باہر نہ جائے مگر میری اجازت سے پھر اس نے ایک دفعہ اسے اجازت دے دی وہ باہر چلی گئی پھر چلی آئی پھر دوسری دفعہ اس کی اجازت کے بغیر ہی باہر چلی گئی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور ہر دفعہ باہر جانے میں اجازت ہونا ضروری ہے۔

اگر کسی نے اس طرح کہا تھا تو باہر نہ جانا ہاں اگر میں اجازت دے دوں پھر اس نے

ایک دفعہ اسے اجازت دے دی۔ اور اس کے بعد پھر وہ بغیر اجازت ہی کے باہر چلی گئی۔ تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی' اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں صبح کا کھانا نہ کھاؤں گا تو صبح کے کھانے کا وقت طلوع فجر سے لے کر ظہر تک ہے اور شام کے کھانے کا وقت ظہر کی نماز سے لے کر آدھی رات تک ہے اور سحری کا وقت آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک ہے اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ اس کا قرض عنقریب میں ضرور ادا کروں گا تو یہ قسم مہینہ سے کم پر ہو گی (یعنی ایک مہینہ سے کم میں قرض ادا کرنا پڑے گا)۔

اور اگر اس پر قسم کھائی کہ ابھی دیر میں ادا کر دوں گا تو یہ ایک مہینہ سے زیادہ پر ہو گی (کیونکہ ایک مہینہ سے کم عنقریب میں شمار ہوتا ہے)۔

اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ رہوں گا پھر وہ اکیلا اس گھر سے باہر آ گیا اور اپنے بال بچوں اور اسباب کو وہیں چھوڑ دیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں ضرور آسمان پر جاؤں گا یا اس پتھر کو سونا کروں گا تو اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم سے فارغ ہونے کے بعد وہ حانث ہو جائے گا اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ فلاں شخص کا قرض میں آج ہی ادا کر دوں گا اور اس نے کر دیا اور جس کا قرض تھا اسے اس میں کچھ روپے کھوٹے یا کسی اور کے معلوم ہوئے تو قسم کھانے والا حانث نہ ہوگا اور اگر روپے رانگ کے تھے یا بالکل ہی کھوٹے تھے تو حانث ہو جائے گا اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ میں اپنا قرض ایک ایک روپیہ کر کے نہ لوں گا پھر اس نے کچھ روپیہ لے لیا تو وہ حانث نہیں ہوا جب تک کے سارا قرض تھوڑا تھوڑا کر کے نہ لے۔

فائدہ: مثلاً ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار تھے اور اس نے قسم کھائی کہ میں ایک ایک روپیہ کر کے لوں گا اور پھر اس نے پانچ سو لے لیے تو یہ حانث نہ ہوگا جب تک کہ کل روپیہ متفرق نہ لے۔

ترجمہ: اور اگر اس نے اپنا روپیہ دو دفعہ وزن کر کے لے لیا اور ان دونوں دفعہ کے درمیان سوائے وزن کرنے کے تو اور کچھ نہیں کیا تو یہ حانث نہیں ہوا اور نہ یہ متفرق لینا ہے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بصرہ ضرور جاؤں گا پھر وہ نہ گیا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ اپنی زندگی کے آخری

سانس میں حانث ہو جائے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بصرہ نہ جانے کا تحقق اس وقت ہوگا اس سے پہلے نہ ہوگا مجمع الانہر میں اسی طرح ہے۔

کتاب الدعوٰی

دعوے کا بیان

مدعی وہ ہے کہ اگر وہ جھگڑا نہ کرے تو جھگڑا کرنے میں اس پر جبر نہ کیا جائے اور مدعا علیہ وہ ہے کہ جس پر جھگڑا کرنے میں جبر کیا جائے اور دعوٰی اس وقت سنا جائے گا۔ کہ جب مدعی اس چیز کی (جس کا وہ مدعی ہے) جنس اور مقدار کو خوب بیان کر دے اگر مدعا علیہ کے پاس وہ چیز بعینہٖ موجود ہے تو اس سے حاضر کرائی جائے تاکہ مدعی دعوے کے وقت اس کی طرف اشارہ کر دے (یعنی اتنا قریب لے آئے کہ مدعی اشارہ کر سکے کہ ہاں یہی ہے) اور اگر وہ موجود نہیں ہے تو مدعی اس کی قیمت بیان کرے۔

جائداد غیر منقولہ کے دعوٰی کا طریقہ ٭ اور اگر کسی نے زمین کا دعوٰی کیا ہے تو وہ (دعوے میں) اس کی حدود بیان کرے (کہ اتنی ہے اور یہاں تک ہے) اور یہ بھی کہے کہ یہ زمین مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے اور میں اسے اس سے لینی چاہتا ہوں اور اگر دعوٰی کسی حق (یعنی قرض وغیرہ) کا ہے جو دوسرے کے ذمہ ہے تو مدعی (اپنے دعوے میں) یہ بیان کرے کہ مدعا علیہ سے میں اپنا حق لینا چاہتا ہوں۔

مدعی گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ سے قسم لی جائے ٭ جب اس کا دعوٰی ٹھیک ہو جائے تو اس دعوے کی بابت قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے اگر وہ اقرار کر لے تو اس کے اقرار پر ہی حکم دے دے (کہ بس یہ ادا کر دیا جائے) اور اگر مدعا علیہ انکار کرے تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے اگر وہ گواہوں کو حاضر کر دے تو گواہی سن کر حکم کر دے اور اگر وہ گواہ نہ لا سکے اور مدعا علیہ سے قسم لینے کی درخواست کرے تو اس دعوے پر قاضی اس سے قسم لے لے اور مدعی

کہے کہ میرے گواہ تو حاضر ہیں مگر میں مدعا علیہ سے قسم لینا چاہتا ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (اس صورت میں) مدعا علیہ سے قسم نہ لی جائے اور نہ مدعی کو قسم دی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "البینت علی المدعی والیمین علی من انکر" یہ حدیث بیہقی نے ابن عباس سے نقل کی ہے اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خصمین میں حضور ﷺ نے تقسیم فرما دی ہے وہ یہ کہ مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنے ہیں اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم ہے اگر وہ مدعی کے حق کا منکر ہو اور تقسیم شرکت کے منافی ہے لہٰذا اس کے خلاف نہ کیا جائے گا۔

ترجمہ: ملک مطلق میں صاحب قبضہ کے گواہ قبول نہ کیے جائیں گے۔

فائدہ: ملک مطلق سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کے مالک ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک ہونے کے سبب کو بیان نہ کرے مثلاً کوئی فقط اتنا دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور اس کے گواہ پیش کرے تو یہ گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر وہ یہ کہہ دے کہ یہ میں نے خریدا ہے یا مجھے یہ ورثہ میں ملا ہے تو یہ دعویٰ ملک مطلق کا نہ ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جب مدعا علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو انکار کے ساتھ ہی قاضی اس پر حکم کردے اور مدعی کو ڈگری دے دے اور قاضی کو چاہیے کہ (جب مدعا علیہ قسم کا انکار کردے تو) اس سے کہے کہ تجھ پر قسم کو میں تین دفعہ پیش کرتا ہوں (یعنی تجھے تین دفعہ کہتا ہوں کہ تو قسم کھا لے) اگر تو قسم کھا لے گا تو خیر ورنہ میں مدعی کو تجھ پر ڈگری دے دوں گا اور جب تین دفعہ اس طرح قسم کو پیش کرے (اور وہ انکار ہی کرتا رہے) تو اس کے انکار کے ساتھ ہی اس پر ڈگری کردے اور اگر دعویٰ نکاح کا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے منکر سے قسم نہ لی جائے اور نہ رجعی طلاق کے دعوے میں نہ ایلاء کے رجعت کے دعوے میں نہ غلامی کے دعوے میں نہ ام ولد کرنے کے دعوے میں نہ نسب کے دعوے میں نہ ولاء کے دعوے میں نہ حدود ولعان کے دعوے میں اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ سوائے حدود ولعان کے دعوے کے اور سب دعووں میں قسم لی جائے۔

فائدہ: نکاح کے دعوے کا انکار کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب شوہر نے بیوی سے کہا کہ مجھ

سے تیرا نکاح ہو جانے کی خبر تجھے پہنچ چکی ہے اور تو خاموش ہو گئی تھی تو تجھ سے میرا نکاح ہونا صحیح ہو گیا۔ عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح کی خبر سنتے ہی نکاح سے انکار کر دیا تھا اس لیے میرا نکاح نہیں ہوا تو اس صورت میں عورت کا قول مانا جائے گا اور اسے قسم نہ دی جائے گی اسی طرح اور صورتوں کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اگر دو آدمیوں نے ایک خاص چیز پر دعویٰ کیا جو تیسرے کے قبضہ میں تھی اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے اور دونوں نے (اپنے اپنے دعوے کے) گواہ بھی پیش کر دیئے تو وہ چیز دونوں کو (نصف نصف) دلا دی جائے اور اگر دو آدمی ایک عورت سے نکاح ہونے کا دعویٰ کریں یعنی ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ میری بیوی ہے اور دونوں گواہ بھی پیش کر دیں تو دونوں کے گواہوں میں سے کسی کے گواہ پر بھی حکم نہ دیا جائے بلکہ اس عورت کے تصدیق کرنے کی طرف رجوع کیا جائے (کہ وہ جس کی تصدیق کرے یعنی جسے اپنا شوہر بتائے اسی کی بیوی ہے اور اگر وہ ان میں سے کسی کی تصدیق بھی نہ کرے تو ان میں تفریق کرا دی جائے) اگر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ غلام اس شخص سے میں نے خریدا ہے اور ان دونوں نے گواہ بھی پیش کر دیئے تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے چاہے آدھے غلام کی آدھی قیمت (دوسرے مدعی کو) دے کر آدھے غلام کا مالک ہو جائے اور چاہے چھوڑ دے (اور اپنے دعوے سے دست بردار ہو جائے) اور اگر قاضی نے وہ غلام دونوں کو دلا دیا تھا پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں (آدھا غلام آدھی قیمت کے عوض) لینا چاہتا تو دوسرے (مدعی) کو سارا غلام لینا جائز نہیں ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک نے (اپنے خریدنے کی) تاریخ بھی بیان کر دی تو غلام اس کا ہوگا جس کی تاریخ مقدم ہوگی۔

فائدہ: یعنی جس نے تاریخ کے اعتبار سے پہلے خریدا ہوگا کیونکہ اس نے ایسے وقت خریدنا ثابت کر دیا ہے کہ اس وقت اس سے کوئی جھگڑنے والا نہ تھا۔

ترجمہ: اور اگر تاریخ دونوں نے نہیں ذکر کی اور ان میں سے ہر ایک کا اس پر قبضہ ہے تو وہ قبضہ ہی والا اولیٰ ہے۔ اور اگر ایک نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور اور دوسرے نے (اپنے لیے) ہبہ (ہونے) اور (اپنا) قبضہ ہونے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ پیش کر دیے اور تاریخ کسی

کے پاس نہیں ہے تو خریدنے والا دوسرے سے اولیٰ تر ہوگا۔ اور (ایک غلام کسی کے قبضہ میں تھا) ایک مرد نے اسے خریدنے کا دعویٰ کیا اور ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ اس غلام پر اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے (یعنی یہ غلام مجھے مہر میں دیا ہے) تو یہ دونوں مدعی برابر ہیں (یعنی آدھا آدھا غلام دونوں کا ہے) اور اگر ایک نے رہن اور قبضہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے ہبہ اور قبضہ کا دعویٰ کیا تو رہن والا اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں مدعی قابض نہ تھے اور دونوں نے (اپنی اپنی) ملک اور (خریدنے کی) تاریخ پر گواہ قائم کردیے تو پہلی تاریخ والا اولیٰ ہوگا (یعنی اس غلام کو لے گا کہ جس کی تاریخ سے پہلے خریدنا ثابت ہوگا) اور اگر دو مدعیوں نے ایک آدمی سے خریدنے کا دعویٰ کیا (یعنی ایسے آدمی سے خریدنے کا کہ جس کا اس غلام پر قبضہ نہیں ہے) اور دونوں نے دو تاریخوں پر گواہ بھی پیش کردیے تو پہلی تاریخ والا والیٰ ہوگا۔

فائدہ: پہلی تاریخ والے کے اولیٰ ہونے کی وجہ پہلے بیان ہوچکی ہے۔ یعنی یہ کہ اس نے ایسے وقت میں خریدنا ثابت کیا ہے کہ اس وقت کچھ تنازعہ ہی نہ تھا بخلاف دوسرے کے۔

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کردیے اور دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو یہ دونوں برابر ہیں اور اگر (دو مدعیوں میں سے ایک قابض ہے اور دوسرا غیر قابض ہے اور) غیر قابض نے اپنی ملکیت اور (خریدنے کی) تاریخ پر گواہ پیش کردیے اور قابض نے اپنی ملکیت اور اس سے پہلے (خریدنے) کی تاریخ پر گواہ پیش کردیے تو یہ قابض ہی اولیٰ ہوگا۔

فائدہ: یہ حکم شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ملک مطلق میں قابض کے گواہ بالکل نہ سنے جائیں اس لیے کہ ملکیت پر تو دونوں کے گواہ ہیں اور جہت ملکیت کے یہ دونوں درپے نہیں ہیں لہٰذا اس میں تقدم و تاخر برابر ہے اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ قابض کے گواہوں سے ثابت ہوگیا کہ پہلے ہی مالک ہوا ہے لہٰذا یہی اولیٰ ہوگا۔ (کذا فی رمز الحقائق)

ترجمہ: اور اگر (کسی جانور کے دو مدعی میں ایک قابض ہے دوسرا غیر قابض اور) قابض اور غیر قابض میں سے ہر ایک نے (اس جانور کے) اپنے گھر پیدا ہونے پر گواہ پیش کردیے تو

قابض اولیٰ ہے اور یہی حکم ان کپڑوں میں ہے جو ایک ہی دفعہ بنے جاتے ہوں اور اسی طرح ہر سبب کہ جو ملک میں مکرر نہ ہوتا ہو (مثلاً وہ برتن جو ٹوٹ جانے کے بعد پھر نہیں بنتے ان کا بھی یہی حکم ہے)۔

اگر (کسی غلام وغیرہ کی بابت) غیر قابض نے اپنی ملک مطلق پر گواہ پیش کیے تھے اور قابض نے اس سے ہی خریدنے پر گواہ قائم کرادیئے تو یہ قابض اولیٰ ہے (یعنی وہ غلام وغیرہ اس کا ہوگا) اور اگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کردیے اور (خریدنے کی) تاریخ دونوں کے پاس نہیں ہے تو دونوں کے گواہ رد کردیے جائیں گے (اور غلام اسی کا رہے گا کہ جس کا قبضہ ہوگا) اور مدعی نے دو گواہ پیش کیے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کیے تو یہ دونوں برابر ہیں (کیونکہ چار کی گواہی بھی مثل دو ہی کے ہے) اگر کسی شخص نے کسی پر قصاص کا دعویٰ کیا اور وہ منکر ہوگیا تو اسے قسم دی جائے پھر اگر جان سے مار ڈالنے سے کم میں قسم کھانے سے بھی انکار کرے (مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹنے کی قسم سے) تو یہ قصاص اس پر واجب ہوجائے گا اور اگر جان سے مار ڈالنے کی قسم سے انکار کیا ہے تو اسے قید کردیا جائے۔ یہاں تک کے یا تو وہ (اس خون کے کرنے کا) اقرار کرے یا قسم کھالے (یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اس پر دیت واجب ہوگی۔

فائدہ: صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا مشتبہ اقرار ہے لہٰذا اس سے قصاص ثابت نہ ہوگا۔ ہاں دیت ثابت ہوجائے گی اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں بمنزلہ مال کے ہوتے ہیں اس لیے ان میں اس کا انکار معتبر نہ ہوگا۔ **کذا فی الجوھرۃ النیرہ.**

ترجمہ: اور جب (قاضی کی کچہری میں) مدعی کہے کہ میرے گواہ حاضر ہیں (یعنی شہر میں ہیں یہاں نہیں ہیں) تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے کہ وہ تین دن کے اندر اندر کسی کو اپنا حاضر ضامن دے دے اگر اس نے ایسا کردیا تو فبہا ورنہ اسے گرفتار کرلیا جائے (تا کہ یہ مدعی کا حق مارنے کی غرض سے کہیں بھاگ نہ جائے) ہاں اگر مدعا علیہ کوئی راہ گیر مسافر ہو تو اسے قاضی کی کچہری کے وقت تک ٹھہرائے رکھیں (تا کہ اس عرصہ میں مدعی گواہوں کو حاضر کردے) اور اگر

(مدعی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور) مدعا علیہ نے کہا کہ یہ چیز تو میرے پاس فلاں شخص نے جو یہاں نہیں ہے امانت رکھی ہے یا اس نے میرے یہاں رہن کردی ہے یا کہے میں نے یہ اس سے غصب کی ہے اور اپنے اس کہنے پر گواہ پیش کردے تو یہ مقدمہ خارج کردیا جائے گا اور اگر مدعا علیہ (یعنی قابض) نے کہا کہ یہ چیز تو میں نے فلاں غائب سے خریدی ہے تو یہ مقدمہ رہے گا اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میرے یہاں سے چوری ہوگئی تھی اور اس پر مدعی نے گواہ بھی پیش کردیے اور قابض (یعنی مدعا علیہ نے) کہا کہ فلاں شخص نے میرے پاس امانت رکھی ہے اور اس پر اس نے بھی گواہ پیش کردیے تو یہ مقدمہ خارج ہوگا اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میں نے فلاں شخص سے خریدی تھی اور قبضہ والے نے کہا کہ میرے پاس اسی نے امانتا رکھی تھی تو یہ مقدمہ بغیر گواہوں کے (گواہی دیے) خارج ہوجائے گا۔

اور قسم اللہ ہی کی کھانی چاہیے اور کسی کی قسم کھانی جائز نہیں ہے اور اللہ کے اوصاف ذکر کرنے کے ساتھ قسم کی تاکید کردی جائے اور طلاق یا عتاق کی قسم نہ دی جائے۔ اور یہودی کو اس طرح قسم دی جائے کہ قسم ہے اس اللہ کی کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی تھی اور نصرانی کو اس طرح دی جائے کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی تھی اور مجوسی کو اس طرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آگ پیدا کی ہے اور ان کو ان کے عبادت خانوں میں قسم نہ دی جائے اور قسم کو کسی زمانہ یا مکان کے ساتھ مغلظ (اور پختہ) کرنا مسلمان پر واجب نہیں ہے۔

فائدہ: زمانہ کی مثال یہ ہے کہ کوئی رمضان شریف میں جمعہ کے دن یا شب قدر وغیرہ میں کسی کو قسم دلائے اور مکان کی یہ مثال ہے کہ مسجد یا خانہ کعبہ میں یا بیت المقدس میں کوئی قسم دلائے تو ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس شخص کا غلام اسی سے ایک ہزار میں خریدا ہے اور بائع اس کا انکار کرے تو بائع کو اس طرح قسم دی جائے (یعنی وہ یہ کہے) کہ خدا کی قسم! اس وقت ہمارے درمیان اس غلام میں بیع قائم نہیں ہے اور اسے اس طرح قسم نہ دی جائے کہ قسم ہے اللہ کی میں نے بیع ہی نہیں کیا۔

فائدہ: اس طرح قسم دینے کی یہ وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک چیز بیع کردی جاتی ہے اور پھر اس میں اقالہ کرلیا جاتا ہے یا کسی عیب وغیرہ کی وجہ سے وہ واپس کردی جاتی ہے اس لیے اس وقت ان میں بیع نہ ہونے کی قسم دی جائے تاکہ یہ قسم مذکورہ بالا صورتوں میں شامل نہ ہو۔

ترجمہ: اور غاصب کو اس طرح قسم دی جائے کہ قسم ہے خدا کی یہ مدعی اس چیز کے لینے کا مستحق نہیں ہے اور نہ اس کی قیمت لینے کا مستحق ہے نہ کہ اس طرح کہ خدا کی قسم میں نے غصب ہی نہیں کی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے پہلے غصب کرکے اسے واپس دے دی ہو یا اس کہ غصب کرنے کے بعد مالک نے اس کے لیے ہبہ کردی ہو یا اس نے اس سے خرید لی ہو۔

ترجمہ: اور نکاح میں (یعنی اگر کوئی نکاح کا منکر ہو جائے تو اسے) اس طرح قسم دی جائے کہ خدا کی قسم اس وقت ہمارے درمیان نکاح قائم نہیں ہے اور طلاق کے دعوے میں اس طرح قسم دی جائے کہ خدا کی قسم یہ عورت اس وقت مجھ سے بائن نہیں ہے جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے اور اس طرح قسم نہ دی جائے کہ خدا کی قسم میں نے اسے طلاق نہیں دی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے ایک طلاق دے کر پھر اس سے رجعت کرلی ہو یا تین طلاقیں دے کر پھر حلالہ کے بعد نکاح کرلیا ہو۔ **کذا فی الجوهرة النيرة**

ترجمہ: اگر ایک مکان ایک شخص کے قبضہ میں تھا اس پر دو نے دعویٰ کیا ایک نے سارے کا (کہ یہ سارا مکان میرا ہے) اور دوسرے نے نصف کا (کہ نصف میرا ہے) اور دونوں مدعیوں نے گواہ پیش کردیے۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس نے سارے کا دعویٰ کیا ہے اسے تین ربع (یعنی مکان کے چار حصے کرکے تین حصے اسے) دیے جائیں اور ایک ربع (یعنی ایک حصہ) نصف کے دعویدار کو۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس مکان کے تین حصے کیے جائیں (دو اس کو دیں جس نے سارے کا دعویٰ کیا ہے اور ایک اس کو جس نے نصف کا دعویٰ کیا ہے) اور اگر وہ مکان ابھی دونوں کے قبضہ میں ہے تو سارا مکان سارے کے مدعی کو دے دیا جائے آدھا تو بطور حکم دعوے کے اور آدھا بدون حکم دعوے کے (کیونکہ یہ آدھا تو اس کے قبضہ میں پہلے ہی سے ہے)۔

اگر ایک جانور میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور اس پر دونوں نے گواہ بھی پیش کر دیے کہ یہ جانور میرے گھر پیدا ہوا تھا اور دونوں نے پیدا ہونے کی تاریخ بھی بیان کر دی اور اس جانور کی عمر ایک تاریخ کے موافق ہے تو اس جانور کا حق دار اسی تاریخ والا ہوگا اور اگر اس سے بھی کچھ پتہ نہ چلے تو یہ جانور دونوں کا مشترک رہے گا۔

اگر دو آدمیوں کا ایک گھوڑے پر جھگڑا ہوا ان میں سے ایک اس پر سوار تھا اور دوسرا اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا تو گھوڑا سوار کا ہوگا اور اسی طرح ایک اونٹ پر جھگڑا ہوا اور ایک مدعی کا اس پر کچھ بوجھ لدا ہوا ہو اور دوسرا اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہو تو وہ اونٹ بوجھ والے کا ہوگا اسی طرح اگر دو آدمیوں کا ایک کرتے پر جھگڑا ہوا ایک اس کرتے کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرا اس کی آستین پکڑے ہوئے ہو تو وہ کرتا پہننے والے کا ہوگا اور جب بائع و مشتری کا بیع میں جھگڑا ہو مشتری کچھ قیمت کا دعویٰ کرے (یعنی یہ کہے کہ میں نے اس قیمت کو خریدی ہے) اور بائع اس قیمت سے زیادہ کا دعویٰ کرے (یعنی وہ کہے کہ میں نے اس سے زیادہ کو بیچی ہے) یا بائع بکی ہوئی چیز کی مقدار کا اقرار کرے مثلاً (کہے کہ میں نے تو یہ دس من گیہوں بیچے ہیں) اور مشتری اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے (کہ میں نے بیس من خریدے ہیں) اور ان دونوں میں سے ایک گواہ پیش کر دے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کر دیے ہیں تو پھر اس کا قول معتبر ہوگا کہ جس کے گواہوں سے زیادتی کا ثبوت ہوگا اور اگر ان میں سے گواہ ایک کے بھی نہیں ہیں تو مشتری سے کہا جائے (یعنی قاضی کہے) کہ یا تو تم اس قیمت پر رضا مند ہو جاؤ کہ جس کا بائع نے دعویٰ کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کر دیں گے اور اسی طرح سے کہا جائے کہ یا تو تم اتنی مبیع مشتری کے حوالے کر دو کہ جتنی مبیع کا اس نے دعویٰ کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کرتے ہیں پس اگر یہ دونوں اس پر رضا مند نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے دعوے پر حاکم قسم دے اور پہلے مشتری کو قسم دی جائے پس جس وقت یہ دونوں قسمیں کھا لیں تو قاضی ان کی بیع کو فسخ کر دے اور اگر ان میں سے کوئی قسم کھانے سے انکار کرے تو اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائے گا۔

اگر بائع و مشتری کا ادھار بیچنے میں جھگڑا ہوا (یعنی مشتری کہتا ہے کہ میں نے ادھار

خریدا ہے اور بائع کہتا ہے میں نے نقد بیچا ہے) یا شرط خیار میں اختلاف ہوا (یعنی مشتری کہتا ہے میں نے خیار کی شرط کر کے خریدا ہے اور بائع اس کا منکر ہے) یا کچھ قیمت ادا کرنے میں اختلاف ہوا (مشتری کہتا ہے کہ میں نے کچھ قیمت دے دی ہے اور بائع کہتا ہے ابھی کچھ بھی نہیں دی) تو ان دونوں کو قسمیں نہ دی جائیں اور قول مع قسم کے اس کا معتبر ہوگا جو خیار اور ادھار کا انکار کرتا ہے۔

اگر (مبیع پر) مشتری کا قبضہ ہونے کے بعد مبیع ہلاک ہوگئی پھر قیمت (کی مقدار) میں جھگڑا ہوا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اب بھی ان دونوں کو قسم نہ دی جائے گی اور قیمت میں (مع قسم کے) مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ان دونوں کو قسم دی جائے اور (قسمیں کھانے کے بعد) ہلاک شدہ (بیع) کی قیمت پر بیع کو فسخ کر دیا جائے۔

اور اگر کسی نے دو غلام خریدے اور ان میں سے ایک مر گیا پھر بائع کا مشتری کی قیمت میں اختلاف ہوا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو قسم نہ دی جائے ہاں اگر بائع اس پر رضا مند ہو جائے کہ مرے ہوئے غلام کا حصہ چھوڑ دے (جو کہ مشتری کہتا ہے) اور زندہ غلام کو مشتری لے لے تو اب قیمت پر اختلاف ہونے سے دونوں پر قسم آئے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ دونوں کو قسم دی جائے اور زندہ غلام میں اور ہلاک شدہ کی قیمت میں بیع کو فسخ کر دیا جائے (یعنی زندہ غلام تو بائع کو پھیر دیا جائے اور ہلاک شدہ کی قیمت جو مشتری کہے وہ دلا دی جائے) اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔

اگر میاں بیوی کا مہر میں جھگڑا ہوا مثلاً شوہر نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ایک ہزار روپیہ کے مہر پر نکاح کیا تھا اور عورت نے کہا کہ تو نے دو ہزار (روپیہ کے مہر) پر نکاح کیا تھا۔ تو ان دونوں میں سے جو کوئی گواہ پیش کر دے اسی کے گواہ قبول کر لئے جائیں گے (یعنی اسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر دونوں نے اکٹھے گواہ پیش کیے تو پھر عورت کے گواہ معتبر ہوں گے اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کھائیں اور نکاح فسخ نہ ہوگا۔ لیکن مہر مثل کا حکم کر دیا جائے گا پس اگر مہر مثل شوہر کے اقرار کردہ مہر کے برابر ہے یا

اس سے کم ہے تو شوہر کے قول پر حکم کردیا جائے گا۔ اور اگر مہر مثل اتنا ہے کہ جتنا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ ہے تو عورت کے دعوے کے موافق حکم کردیا جائے گا اور اگر مثل مہر شوہر کے اقرار کردہ سے زیادہ ہے اور جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہے اس سے کم ہے تو اس عورت کے لیے مہر مثل کا حکم کردیا جائے۔

اور اگر اجارہ میں (یعنی اجیر اور مستاجر کے درمیان میں) معقود علیہ کے حاصل ہونے سے پہلے جھگڑا ہو جائے تو ان دونوں کو قسمیں دے کر اس اجارہ کے معاملہ کو توڑ دیں۔

فائدہ: مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک کپڑا سینے کو دیا اب یہ کپڑے والا مستاجر ہے اور درزی اجیر ہے معقود علیہ حاصل نہیں ہوا تھا یعنی کپڑا ابھی سلنے نہیں پایا تھا کہ ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا درزی کہتا ہے کہ مجھ سے اس کی سلائی ایک روپیہ ٹھہری ہے اور کپڑے والا کہتا ہے کہ آٹھ آنے ٹھہرے ہیں تو اس صورت میں دونوں کو قسمیں دے کر اس معاملہ ہی کو فسخ کردیا جائے۔

ترجمہ: اور اگر معقود علیہ حاصل ہونے کے بعد (یعنی مثلاً کپڑا سلنے کے بعد) ان میں جھگڑا ہوا ہے تو اب انہیں (بالاتفاق) قسمیں نہ دی جائیں اور مستاجر کا قول معتبر سمجھا جائے اور اگر کسی قدر معقود علیہ حاصل ہونے (یعنی کچھ کپڑا سلنے) کے بعد جھگڑا ہوا ہے تو مابقی (کپڑے) میں دونوں قسمیں کھائیں اور یہ معاملہ فسخ ہو جائے گا۔ اور ماضی میں (یعنی جو کپڑا سل چکا ہے اس میں) مستاجر کا قول مع اس کی قسم کے معتبر ہوگا۔

اور جب مولیٰ اور مکاتب کے درمیان مال کتابت میں اختلاف ہو مثلاً مولیٰ کہے کہ میں نے ایک ہزار پر مکاتب کیا ہے اور مکاتب کہے میں آٹھ سو پر مکاتب ہوا ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک انہیں قسمیں نہ دی جائیں گی (اور مکاتب کے قول کا اعتبار ہوگا) اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ انہیں قسمیں دی جائیں گی اور کتابت فسخ کردی جائے (اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہے)

اور جب میاں بیوی کا گھر کے اسباب میں اختلاف ہو (مثلاً میاں کہے کہ سارا اسباب میرا ہے اور بیوی کہے میرا ہے) تو جو اسباب مردوں کے قابل ہو وہ مرد کا ہے (مثلاً عمامہ، ٹوپی، چغہ، تلوار، کتابیں وغیرہ) اور جو عورتوں کے لائق ہو وہ عورت کا ہے (مثلاً کرتی، اوڑھنی، زیور وغیرہ) اور جو دونوں کے لائق ہو وہ بھی مرد کا ہوگا (مثلاً گھر،

گھوڑا' غلام' لونڈی' برتن' جائیداد' مواشی' نقود وغیرہ) پس اگر ان میں سے ایک مر گیا اور دوسرے سے وارثوں کا جھگڑا ہوا تو جو چیزیں مردوں اور عورتوں کے لائق ہوں وہ اسی کی ہوں گی جو زندہ ہے (خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ کیونکہ قبضہ زندہ کا ہوتا ہے نہ کہ مردہ کا اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جو چیزیں ایسی عورتوں کو جہیز میں دی جاتی ہوں وہ عورت کو دی جائیں اور باقی مرد کو (لیکن اس سے قسم لے کر) اگر کسی شخص نے کوئی لونڈی فروخت کی پھر اس لونڈی کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے پر بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے ہے (لہٰذا یہ میرا ہے) پس اگر اس لونڈی کے فروخت ہونے کے دن سے لے کر وہ لڑکا چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا بائع کا ہے اور اس کی ماں اس کی ام ولد ہے یہ بیع توڑ دی جائے اور قیمت مشتری کو واپس دے دی جائے اور اگر بائع کے دعوے کے ساتھ مشتری نے بھی دعویٰ کر دیا (یعنی دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا ہے) یا اس کے دعوے کے بعد کیا ہے تو بائع کا دعویٰ اولیٰ (اور معتبر) ہوگا اور اگر وہ لڑکا چھ مہینے سے زیادہ میں اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا ہے تو اب اس میں بائع کا دعویٰ نہ سنا جائے گا۔ ہاں اگر مشتری اس کی تصدیق کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا اس بائع کا ہے میرا نہیں ہے تو بائع کو دلا دیا جائے گا) اور اگر وہ لڑکا مر گیا پھر بائع نے اس کا دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا تھا اور وہ چھ مہینے سے کم ہی میں پیدا ہوا تھا تو اب اس لڑکے میں (اس بائع کا) نسب ثابت نہ ہوگا (یعنی وہ اس کا لڑکا نہ کہلائے گا) اور نہ یہ لونڈی اس کی ام ولد ہوگی۔

اگر (لڑکا) پیدا ہونے کے بعد یہ لونڈی مر گئی اور لڑکا اس کے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تھا تو اس لڑکے میں اس بائع سے نسب ثابت ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس لڑکے کو بائع لے لے اور (لونڈی کی) پوری قیمت (مشتری کو) واپس دے دے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ فقط لونڈی (کی قیمت) کا حصہ واپس کر دے۔ اگر کسی نے جڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) تو اس سے دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا (یعنی وہ دونوں بچے اسی کے شمار ہوں گے)۔

کتاب الشهادات

گواہیوں کا بیان

ترجمہ: جب مدعی گواہیوں کو گواہی میں طلب کرائے تو انہیں گواہی دینی فرض اور ان پر لازم ہے انہیں ان کا چھپانا ہرگز جائز نہیں ہے ہاں اگر حدود کی گواہی ہو تو اس کو چھپانے اور ظاہر کرنے میں گواہ کو اختیار ہے اور چھپانا افضل ہے مگر مال کی چوری میں گواہی دینی واجب ہے اور یوں کہے کہ اس (چور) نے مال لیا ہے (تاکہ ترک واجب لازم نہ آئے) اور یہ نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے۔

شہادت کے درجات ٭ اور گواہی کے چند درجے ہیں منجملہ ان کے ایک گواہی زنا کی ہے اس میں چار مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی گواہی اس میں معتبر نہیں ہوتی دوسری گواہی حدود اور قصاص کی ہے ان میں دو مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی ان میں بھی معتبر نہیں ہوتی۔

ان کے سوا اور حقوق میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مقبول ہو جاتی ہے برابر ہے کہ وہ حق مال ہو یا کچھ اور ہو مثلاً نکاح کا دعویٰ ہو یا طلاق یا وکالت یا وصیت (یا خلع) کا دعویٰ ہو اور ولادت اور بکارت (کے دعوے میں) اور عورتوں کے ان تمام عیوب میں جن پر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی فقط ایک عورت کی (بھی) گواہی مقبول ہو جاتی ہے (ہاں دو کے ہونے میں احتیاط زیادہ ہے) اور ان سب صورتوں میں گواہوں کا عادل ہونا اور گواہی کا لفظ ضروری ہے پس اگر کسی گواہ نے گواہی کا ذکر نہیں کیا (یعنی یہ نہیں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں) اور یہ کہا کہ مجھے یقین ہے تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔

گواہوں کی چھان بین ٭ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حاکم مسلمان کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے سوائے حدود اور قصاص کے کیونکہ ان کے گواہوں کی (مدعیٰ علیہ کے ان گواہوں میں جرح کرنے سے پہلے ہی) تحقیقات کرے (کہ یہ گواہ کیسے ہیں عادل اور گواہی دینے کے

قابل ہیں یانہیں) اوراگر مدعیٰ علیہ ان گواہوں میں جرح کرے تو پھر ان کا حال دریافت کیا جائے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ در پردہ اور علانیہ سب گواہوں کا حال دریافت کیا جائے اور گواہ کی گواہی دوقسم پر ہے ایک یہ کہ اس کا حکم خود ہی ثابت ہوجائے مثلاً بیع' اقرار' غصب' قتل پر گواہی دینا پس جب ان امور کو گواہ نے کسی سے سن لیا یا خود دیکھ لیا تو اسے ان کی گواہی دینی جائز ہے اگر چہ اسے اس پر گواہ نہ بنایا گیا ہو اور (بیع میں مثلاً) وہ اس طرح کہہ دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اس نے اس کی بیع کی ہے اور یہ نہ کہے کہ مجھے اس نے گواہ کیا ہے۔ (کیونکہ یہ جھوٹ ہے) اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا حکم بنفس خود ثابت نہیں ہوتا (یعنی خود بخود گواہی نہیں دے سکتا) مثلاً گواہی پر گواہی دینا پس جب کسی نے کسی گواہ کو سنا کہ وہ کسی (مقدمہ میں کسی) چیز کی گواہی دے رہا ہے تو اسے سننے والے کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس گواہی پر گواہی دے دے ہاں اگر وہ (گواہ اپنی گواہی پر) اسے گواہ کرے (تو پھر اسے اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز ہے) اور اسی طرح اگر کسی نے کسی کو سنا کہ وہ گواہ کی گواہی پر گواہی دے رہا ہے تو اس سننے والے کو اس پر گواہی دینی جائز نہیں ہے اور جب کوئی گواہ اپنا خط دیکھے (یعنی اپنی گواہی کی ہوئی دیکھے) تو اسے (اس کے دیکھنے ہی پر) گواہی دینی جائز نہیں ہے ہاں اگر گواہی اس کو یاد آ جائے (تو جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خط ایک دوسرے کا مل جاتا ہے اس لئے فقط دیکھنے سے اپنی گواہی کا یقین نہیں ہوسکتا) اندھے اور غلام کی گواہی قبول نہ کی جائے اور نہ اس کی جس کے تہمت لگانے میں حد لگ چکی ہے اگر چہ اس نے توبہ کر لی ہو۔

کس کی گواہی مقبول ہے اور کس کی نامقبول

٭ اور نہ باپ کی گواہی بیٹے کیلئے اور نہ پوتے کے لئے نہ بیٹے کی گواہی اپنے ماں باپ اور دادا و دادی کے لئے اور شوہر کی اپنی بیوی کے حق میں اور نہ بیوی کی شوہر کے حق میں اور نہ آقا کی اس کے غلام کے حق میں اور نہ اس کے مکاتب کے حق میں اور نہ ایک شریک کی دوسرے شریک کے حق میں یعنی اس چیز میں جو ان کی شراکت کی ہو اور اگر کوئی شخص اپنے بھائی یا اپنے چچا کی گواہی دے تو وہ قبول کر لی جائے گی اور مخنث اور نوحہ گر کی گواہی نہ سنی جائے گی اور نہ ڈومنی کی اور نہ ایسے شخص کی جو ہمیشہ لہو ولعب کے لئے شراب پیتا ہو اور نہ کبوتر باز کی اور نہ قوال کی اور ایسے شخص کی جو ایسے گناہ کبیرہ کرے کہ جن

پر حد لگتی ہے اور نہ ایسے شخص کی کہ جو بلا تہبند کے حمام میں جا (کے نہائے) اور نہ سود خور کی اور نہ چوسر باز وشطرنج باز کی (یعنی جوان میں روپیہ پیسے باندھ کر کھیلے) اور نہ ایسے شخص کی جو افعال مستخفہ کرتا ہو مثلاً راستہ میں پیشاب کرنا اور (چلتے میں) کھانا اور نہ ایسے شخص کی جو سلف (صالحین) کو برملا برا کہتا (اور گالیاں دیتا) ہو۔ سلف صالحین سے مراد یہ ہے خواہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہوں یا اہل بیت ہوں یا مجتہد ہوں اور اہل ہوا کی گواہی سنی جائے گی سوائے خطابیہ کے۔

فائدہ: اہل ہوا سے وہ اہل قبلہ مراد ہے کہ جن کا عقیدہ بعض امور میں اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے جیسے جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی، معطلہ، مشبہ اور یہ سب بارہ فرقے ہیں جو علم کلام کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں اور خطابیہ رافضیوں میں ایک فرقہ ہے اس فرقہ والوں کی یہ علامت ہے کہ جب کوئی مدعی اپنے صدق دعویٰ پر قسم کھائے ان کے سامنے تو وہ اس کی گواہی دے دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہیں اس کا علم ہو۔ **"كذا في الجوهرة النيرة"**.

ترجمہ: ذمیوں کی گواہی ایک کی دوسرے کے حق میں قبول کر لی جائے گی اگرچہ ان کے مذہب مختلف ہوں اور ذمی کے حق میں حربی کی گواہی نہ قبول کی جائے گی اگرچہ اس کی بھلائیاں برائیوں سے) زیادہ ہوں۔

اور جو شخص کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی اگرچہ وہ بعض (صغیرہ) گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے اور نامختون اور خصی اور ولد الزنا اور خنثیٰ کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور جس وقت گواہی دعوے کے موافق قبول کی جائے گی۔ اور اگر مخالف ہوگی تو قبول نہ کی جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو گواہوں کا لفظ اور معنی (دونوں) میں متفق ہونا معتبر ہے پس اگر ایک گواہ نے ایک ہزار روپیہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار روپیہ کی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کی گواہی نہ سنی جائے گی اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ایک ہزار میں سن لی جائے گی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہزار دو ہزار میں داخل ہے پس ایک ہزار روپیہ پر تو یہ دونوں متفق ہیں اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مدعی نے دو ہزار کا دعویٰ کیا ہو اور اگر ایک

ہی ہزار کا دعویٰ کیا تھا اور پھر گواہوں میں یہ اختلاف ہوگیا تو اب ان کی گواہی بالاجماع نہ سنی جائے گی (حاشیہ)۔

ترجمہ: اور اگر ان دونوں گواہوں میں سے ایک نے ایک ہزار کی گواہی دی۔ اور دوسرے نے پندرہ سو کی اور مدعی نے پندرہ سو ہی کا دعویٰ کیا تھا تو اب دونوں کی گواہی ایک ہزار میں سن لی جائے گی۔ (کیونکہ اس صورت میں دونوں گواہ لفظ اور معنی میں عربی قاعدے سے متفق ہیں)۔

اور اگر دونوں نے ایک ہزار کی گواہی دی ایک نے پھر یہ بھی کہہ دیا کہ پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے تو ہزار میں ان دونوں کی گواہی قبول کر لی جائے گی (کیونکہ اس پر ان دونوں کا اختلاف ہے) اور ایک گواہ کا یہ کہنا نہ سنا جائے گا کہ ان میں سے پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے (کیونکہ یہ ایک ہی کی گواہی ہے اور ایک کی گواہی معتبر نہیں ہوتی) ہاں اگر دوسرا بھی اس کے ساتھ (اس کے) موافق گواہی دے دے اور گواہ کو چاہیے کہ جب اسے یہ معلوم ہو جائے (کہ مدعی پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے) تو وہ ایک ہزار روپیہ کی گواہی نہ دے یہاں تک کہ مدعی اس کے سامنے اس بات کا اقرار کر لے کہ پانچ سو روپیہ میں وصول کر چکا ہوں (تاکہ یہ گواہ ظلم پر معین نہ ہو جائے)۔

اور جب دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ (مثلاً) زید مکہ میں بقر عید کے دن مارا گیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ بقر عید کے دن کوفہ میں مارا گیا ہے اور یہ سب (گواہ) حاکم کے روبرو حاضر ہوں تو وہ ان دونوں گواہیوں کو رد کر دے اور اگر ان دونوں گواہیوں میں سے ایک گواہی پہلی ہوگئی تھی اور اس پر حاکم حکم دے چکا تھا پھر اس دوسری گواہی کے گواہ حاضر ہوئے تو یہ دوسری گواہی رد کر دی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی گواہی حکم لگنے کی وجہ سے پوری ہو چکی ہے اب دوسری گواہی سے نہیں ٹوٹے گی۔ جوہرہ۔

ترجمہ: اور جرح کے ہونے نہ ہونے پر قاضی کسی کی گواہی نہ سنے اور اس پر حکم دے ہاں اگر اس کا استحقاق ثابت ہو جائے۔

فائدہ: مثال اس کی یہ ہے کہ مثلاً مدعیٰ علیہ نے مدعی کے گواہوں پر جرح کی یعنی یہ کہا کہ یہ گواہ فاسق' بدمعاش ہیں یہ گواہی دینے کے قابل نہیں ہیں یا یہ کہا کہ انہیں کچھ دے کر ان سے گواہی دلوائی ہے اور پھر مدعیٰ علیہ نے اپنی ان باتوں پر کسی کو گواہ بنایا تو قاضی اس کے گواہوں کی گواہی نہ سنے اور نہ اس کی طرف التفات کرے۔ جوہرہ۔

ترجمہ: اور گواہ کو ایسی چیز کی گواہی نہیں دینی چاہیے کہ جو اس نے دیکھی نہ ہو سوائے نسب موت' نکاح' دخول' اور قاضی کی قضا کے کیونکہ ان چیزوں کی گواہی اس وقت دینی جائز ہے کہ جب اس سے ان کو کوئی ایسا شخص بیان کرے جس پر اسے اعتماد ہو اور گواہی پر گواہی دینی ایسے ہر حق میں جائز ہے کہ جو شبہ سے ساقط نہ ہوتا ہو اور حدود اور قصاص میں (گواہی پر گواہی) قبول نہ کی جائے گی (کیونکہ یہ شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں) اور دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں کو گواہی دینی جائز ہے اور ایک کی گواہی پر ایک کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ اور (گواہ کو اپنی گواہی پر) گواہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اصلی گواہ نقلی گواہ سے کہے کہ تو میری گواہی پر گواہ ہو جا میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے روبرو فلاں بن فلاں نے اتنے (روپیہ) کا اقرار کیا ہے اور اس نے اپنے اوپر مجھے گواہ بنا لیا ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ اس نے اپنے اوپر مجھے گواہ کر لیا ہے تب بھی جائز ہے (یعنی اس قول کا ہونا ضروری نہیں ہے) اور یہ نقلی گواہ گواہی دیتے وقت کہے کہ میں گواہی دیتا ہو کہ فلاں آدمی نے اس کے روبرو اتنا روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دینا اس لئے اب میں اس کی گواہی دیتا ہوں اور نقلی گواہوں کی گواہی نہ سنی جائے گی مگر اس وقت کہ اصلی گواہ مر جائیں یا اتنی دور چلے جائیں کہ جو تین روز یا تین روز سے زیادہ کا سفر ہو یا ایسے بیمار ہو جائیں کہ بیماری کی وجہ سے حاکم کی کچہری میں حاضر نہ ہو سکیں۔

اگر اصلی گواہ نقلی گواہوں کے عادل ہونے کو بیان کریں تو جائز ہے اور اگر وہ اس سے ساکت رہیں تب بھی ان کی گواہی جائز ہے اور حاکم اصلی گواہوں کے حال کی تفتیش کرے اور اگر اصلی گواہ گواہی دینے سے انکار کر دیں تو پھر نقلی گواہوں کی گواہی نہ سنی جائے گی اور اگر کوئی جھوٹی گواہی دے تو جھوٹے گواہوں میں امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ ہم (اسے)

بازاروں میں (پھرا کر) اس کی تشہیر کرادیں گے اور اسے سزا نہ دیں گے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ہم اسے خوب سزا دیں گے اور قید کرادیں گے۔

باب الرجوع عن الشهادة

گواہی سے پھرنے کا بیان

ترجمہ: جب گواہ اپنی گواہی سے اس گواہی پر حکم ہونے سے پہلے پھر جائیں تو ان کی گواہی ساقط ہو جائے گی (یعنی ان کے پھرنے کے بعد اس گواہی کے مطابق حاکم حکم نہ دے) اور ان گواہوں پر تاوان بھی واجب نہ ہوگا اور اگر ان کی گواہی پر حکم ہو چکا تھا پھر وہ پھر گئے تو اب وہ حکم فسخ نہ ہوگا اور ان کی گواہی سے جس قدر نقصان ہوگا ان کا تاوان ان پر واجب ہوگا (کیونکہ یہ اس تعدی کا اقرار کر چکے ہیں لہٰذا ان پر تاوان واجب ہے) اور گواہی سے پھرنا درست نہیں ہے۔ مگر حاکم کے سامنے۔

جب دو گواہوں نے کسی مال (کے دوسرے کے ذمہ ہونے) کی گواہی دے دی اور حاکم نے اس کی گواہی پر اس (کے ادا کرنے) کا حکم دے دیا پھر یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو مشہود علیہ کے لئے (یعنی جس کے ذمہ ہونے کی گواہی دی تھی اس کے لئے) اس مال کے ضامن ہوں گے اور اگر ایک گواہ پھر گیا ہے تو نصف (مال) کا ضامن ہوگا اور اگر کسی مال کی تین گواہوں نے گواہی دی تھی پھر ان میں سے ایک پھر گیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ گواہی کا نصاب یعنی دو گواہوں کا ہونا ابھی باقی ہے (اور اگر اس ایک کے پھرنے سے) دوسرا بھی پھر گیا تو یہ دونوں نصف مال کے ضامن ہوں گے۔

اگر (کسی حق میں) ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تھی پھر ایک عورت (گواہی سے) پھر گئی تو وہ چوتھائی حق کی ضامن ہوگی (کیونکہ ایک مرد اور ایک عورت کے گواہ رہنے سے اس حق کے تین حصے باقی رہ گئے ہیں) اور اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو یہ دونوں نصف حق کی ضامن ہوں گی۔

اگر (کسی حق کی) ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی تھی پھر ان میں سے آٹھ عورتیں پھر گئیں تو ان پر ضمان نہیں ہے (کیونکہ ابھی گواہی کا نصاب باقی ہے اور وہ ایک مرد اور دو عورتیں ہیں) پھر اگر نویں عورت بھی پھر گئیں تو ان سب عورتوں پر چوتھائی حق (کا تاوان واجب ہو جائے گا اور اگر وہ مرد اور وہ سب عورتیں پھر گئیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس حق کے چھ حصے ہوں گے ان میں سے ایک چھٹا حصہ مرد پر واجب ہوگا اور پانچ عورتوں پر۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ نصف مرد پر واجب ہوگا اور نصف ان عورتوں پر (کیونکہ دس عورتیں بمنزلہ ایک مرد کے تھیں لہٰذا وہ نصف نصاب ہوئیں) اور اگر دو گواہوں نے کسی عورت کا نکاح مہر مثل پر یا زیادہ پر ہونے کی گواہی دی تھی پھر وہ دونوں گواہی سے پھر گئے تو ان پر ضمان نہیں اور اگر مہر مثل سے کم پر گواہی دی ہے تو وہ اس کمی کے ضامن نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے مہر مثل پر (مہر مثل سے) کم پر نکاح کیا ہے (تو تب بھی یہ ضامن نہ ہوں گے) اور اگر مہر مثل زیادہ کی گواہی دی تھی پھر پھر گئے تو اس زیادتی کے ضامن ہوں گے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زیادتی کو ان دونوں نے گواہی دے کر بغیر کسی عوض کے تلف کر دیا ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کا تلف کرنا ضمان اور تاوان کا باعث ہوتا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ان کے گواہی سے پھرنے کے بعد یہ نکاح جائز رہے گا یا نہیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظاہراً اور باطناً ہر طرح جائز رہے گا یہاں تک کہ اس عورت سے صحبت کرنی جائز ہوگی اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ظاہراً تو جائز ہوگا اور باطناً نہ ہوگا ان کے نزدیک اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنی جائز نہ ہوگی (حاشیہ)۔

ترجمہ: اگر دو گواہوں نے کسی چیز کی مثلی (یعنی مناسب) قیمت پر یا زیادہ پر بیع ہو جانے کی گواہی دی پھر دونوں (اپنی گواہی سے پھر گئے تو ان پر تاوان نہ آئے گا اور اگر کم قیمت پر بیع ہونے کی گواہی دی تھی تو یہ اس نقصان کے ضامن ہوں گے اور اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہے پھر دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ نصف مہر کے ضامن ہوں گے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دینے کی

گواہی دی تھی تو ضامن نہ ہوں گے۔

اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے (اور اسی گواہی پر حاکم نے حکم دیا اور وہ غلام آزاد ہو گیا) پھر یہ دونوں گواہ پھر گئے تو یہ دونوں اس غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے۔

اگر دو گواہوں نے قصاص کی گواہی دی (اور جس پر گواہی دی تھی وہ ان کی گواہی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا) اور قتل ہونے کے بعد یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ خون بہا کے ضامن ہوں گے اور ان سے قصاص نہ لیا جائے گا اور اگر نقلی گواہ پھر جائیں تو وہ بھی ضامن ہوں گے اور اگر (نقلی گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم دینے کے بعد) اصلی گواہ پھر گئے اور یہ کہا کہ ہم نے اپنی گواہی پر ان کو گواہ نہیں کیا تھا تو ان (اصلی گواہوں) پر اس کا تاوان واجب نہ ہوگا۔ (کیونکہ انہوں نے گواہ بنانے ہی سے انکار کر دیا ہے) اور اگر انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی غلطی سے ان کو اپنا گواہ کر لیا تھا تو اب یہ ضامن ہوں گے (یعنی ان پر تاوان واجب ہوگا اور اگر نقلی گواہوں نے اصلی گواہوں کی تکذیب کی یا یہ کہا کہ انہوں نے ہمیں غلطی سے گواہ کر لیا تھا تو ان کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا۔

جب چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی اور دو آدمیوں نے احصان کی (یعنی زانی یا زانیہ کی محصن ہونے کی) پھر احصان کے گواہ پھر گئے تو ان پر تاوان نہ آئے گا۔ اور جب زنا کے گواہ زنا کی گواہی سے پھر جائیں گے تو ان پر تاوان آئے گا۔

اگر دو گواہوں نے (قسم کی گواہی دی تھی اور دو نے) شرط ہونے کی پھر یہ سب گواہ پھر گئے تو تاوان خاص قسم ہی کے گواہوں پر ہوگا۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر میری عورت فلاں کام کرے تو اسے طلاق ہے اور دو نے اس شرط کے ہونے یعنی اس عورت کے وہ کام کر لینے کی گواہی دی اور اس پر طلاق پڑ گئی تو اس صورت میں پہلے گواہوں پر تاوان آئے گا کیونکہ تاوان قسم ہی کے ساتھ متعلق ہے۔

کتاب آداب القاضی

قاضی کے آداب کا بیان

ترجمہ: جب تک کسی میں سب شرطیں گواہی کی موجود نہ ہوں اس کا قاضی ہونا درست نہیں ہے اور چاہیے کہ وہ شخص مجتہد بھی ہو اور جسے اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ میں اس عہدہ کا فرض خوب ادا کردوں گا تو اس کے قاضی ہونے میں کوئی حرج نہیں اور ایسے شخص کو قاضی بننا مکروہ ہے کہ جسے اس فرض کی انجام دہی نہ کرنے کا اندیشہ ہو اور اس میں اپنے سے ظلم ہونے پر اطمینان نہ ہو اور عہدہ قضا کی درخواست کرنی اور اس کا طلب گار رہنا نہیں چاہئے۔ اور جسے قاضی بنایا جائے لازم ہے کہ اس سے پہلے قاضی کا دفتر اس کے حوالے کردیا جائے وہ قیدیوں کے حال کی خوب تحقیقات کرے پس جو قیدی ان میں سے (اپنے ذمہ) دوسرے کے حق کا اقرار کرے اس پر وہ حق لازم ہے (اور جب تک مدعی اسے قید میں رکھنا چاہے قید میں رکھے) اور جو قیدی انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ میرے ذمہ کسی کو کوئی حق وغیرہ نہیں ہے) تو اس کے بارے میں بغیر ثبوت گواہوں کے معزول (قاضی) کا قول نہ مانے (یعنی فقط اس کے کہنے کا اعتبار نہ کرے) بلکہ اس سے اس کے قابل قید ہونے کے گواہ طلب کرے پس اگر وہ قاضی گواہ پیش نہ کرسکے تو اس کے رہا کرنے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اس کی منادی کرادے اور کسی مدعی وغیرہ کے آنے کا انتظار کرے۔

امانتوں اور اوقاف کی آمدنیوں کی خوب جانچ پڑتال کرے اور جو کچھ گواہوں وغیرہ سے ثابت ہو یا جو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہو اس کا وہ شخص اقرار کرے کہ جس کے قبضہ میں یہ اوقاف یا امانتیں ہیں تو اس کے موافق عمل درآمد کرے اور اگر معزول شدہ قاضی (کوئی وقف کسی کے پاس ہونے کو کہے تو اس) کے قول کو نہ مانے ہاں اگر وہ شخص اقرار کرلے کہ جس کے قبضہ میں وہ وقف ہے اس بات کا کہ اس معزول قاضی نے یہ وقف میرے سپرد کیا تھا تو اس کے قول کا اس وقف میں اعتبار کرکے اس پر عمل کرلے اور چاہیے کہ عام طور پر مسجد میں کچہری کیا

کرے (تا کہ قاضی کی جگہ سے غرباءٗ ناواقف نہ رہیں)۔

اور سوائے اپنے ذی رحم محرم کے اور کسی کا تحفہ قبول نہ کرے یا ایسے شخص کا کہ جس کی اس کے قاضی ہونے سے پہلے ہی سے یہ عادت ہو کہ وہ اس کے ہاں تحفہ بھیجتا تھا اور یہ اس کے ہاں اور دعوت میں نہ جائے ہاں اگر عام دعوت ہو (تو مضائقہ نہیں ہے) اور جنازہ میں شامل ہو اور مریض کی عیادت کرے۔

مدعی مدعیٰ علیہ میں ایسا نہ کرے کہ ایک کی خاطر داری اور مہمان نوازی کرے اور دوسرے کی نہ کرے بلکہ جب دونوں حاضر ہو جائیں تو برابر بٹھائے اور یکساں دونوں کی طرف متوجہ ہو ان میں سے ایک سے کوئی بات آہستہ نہ کہے نہ ایک کی طرف کچھ اشارہ کرے نہ اسے کوئی حجت سمجھے (کیونکہ ان امور میں دوسرے کی دل شکنی ہے) اور جب اس کے نزدیک کسی (ایک کے ذمہ دوسرے) کا حق ثابت ہو جائے اور حق دار (اپنا حق) لینا چاہے اور دعویٰ کرے تو یہ اس کے قرض دار کو قید کر دے۔ قید کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ جو کچھ اس کے ذمہ ہے (پہلے) اس کے ادا کرنے کا اسے حکم دے اگر وہ ادا نہ کرے تو ایسے ہر قرض کے بدلے اسے قید کر دے کہ جو کچھ اس کے قبضہ میں کچھ مال آنے کی وجہ سے اس پر واجب ہوا ہو مثلاً کسی مبیع کی قیمت ہو یا اس نے روپیہ قرض لیا ہو یا کسی عقد کی وجہ سے اس کے ذمہ واجب ہو گیا ہو جیسے مہر اور کفالت کا روپیہ۔

باقی اس کے سوا اور حقوق میں جب وہ یہ کہے کہ میں فقیر ہوں (میرے پاس کچھ نہیں ہے) تو اسے قید نہ کرے ہاں اگر مدعی اس کا ثبوت دے دے کہ اس کے پاس مال ہے (یہ فقیر نہیں ہے) تو مہینے یا تین مہینے اسے قید میں رکھے پھر اس کی تحقیقات کرے (کہ اس کے پاس کچھ مال ہے یا نہیں ہے) پس اگر اس کا مالدار ہونا ثابت نہ ہو تو اسے رہا کر دے اور (جب وہ قید سے چھوٹ جائے تو) اس کے قرض خواہوں کو اس پر تقاضہ وغیرہ کرنے سے نہ روکے اگر کوئی اپنی بیوی کو نفقہ نہ دے تو اسے قید کر دیا جائے اور باپ (دادا) کو اس کے بیٹے (پوتے) کے قرض میں قید نہ کیا جائے ہاں اگر (اولاد چھوٹی اور مفلس ہو اور) وہ خرچ نہ دے (تو قید کر دیا جائے)۔

اور سوائے حدود اور قصاص کے اور تمام احکام میں عورت کو قاضی بنانا جائز ہے اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو تمام حقوق میں قبول ہوگا (مگر اس وقت کہ) جب اس قاضی کے روبرو اس خط کے دو گواہ گواہی دیں پھر اگر گواہوں نے مدعیٰ علیہ کے سامنے گواہی دی ہے تو قاضی اس گواہی پر حکم لگا دے اور اپنا حکم لکھ دے کہ (میں نے گواہوں کی گواہی سے اس پر حکم لگا دیا ہے) اور اگر انہوں نے مدعیٰ علیہ کی غیر موجودگی میں گواہی دی تھی تو اب حکم نہ لگائے اور فقط گواہی (دوسرے قاضی کو) لکھ دے تا کہ (وہ قاضی یعنی) مکتوب الیہ اس پر حکم لگائے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک ہزار کا دعویٰ کیا اور اس پر گواہ بھی دے دیے پھر مدعی اور مدعیٰ علیہ نے اس پر صلح کر لی کہ یہ روپیہ ہم دوسرے شہر میں دے لیں گے تو اگر مدعی نے مدعیٰ علیہ کے سامنے ہی گواہ دے دیے تھے تو اب یہ قاضی اس دوسرے شہر کے قاضی کو اپنا حکم لکھ دے کہ اس مدعیٰ کو اتنا روپیہ دلا دیا جائے وہ روپیہ دلا دے گا برابر ہے کہ یہ مقدمہ اس کی رائے کے موافق ہو یا مخالف ہو اور اگر مدعیٰ علیہ کی موجودگی میں مدعی نے گواہ نہ دیے تھے تو اب یہ قاضی فقط اتنا لکھ دے کہ میرے سامنے گواہی ہوئی ہے اب اس صورت میں روپیہ دلانے نہ دلانے کا حکم مکتوب الیہ قاضی کے اختیار میں ہے۔

ترجمہ: اور ایک قاضی کا خط دوسرا قاضی قبول نہ کرے جب تک کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دے دیں (کہ یہ خط اس قاضی نے ہمارے روبرو لکھا تھا) اور واجب ہے کہ قاضی خط (لکھ کر اس) کو گواہوں کے روبرو پڑھ دے تا کہ اس کا مضمون انہیں معلوم ہو جائے۔ پھر (ان کے سامنے ہی) اس پر (اپنی مہر کر کے ان کے حوالے کر دے اور جب یہ خط (دوسرے) قاضی کے پاس پہنچے تو بغیر مدعیٰ علیہ کے حاضر ہوئے وہ اس خط کو قبول نہ کرے (کیونکہ یہ خط بمنزلہ گواہی کے ہے اور گواہی میں مدعیٰ علیہ کا حاضر ہونا ضروری ہے) بلکہ جس وقت گواہ یہ خط قاضی کو دے دیں تو پہلے وہ اس کی مہر کو دیکھے پھر (مہر کے ٹھیک ہونے کے بعد) جب وہ گواہ یہ گواہی دے دیں کہ فلاں قاضی نے اپنی گواہی میں اپنی عدالت میں یہ خط ہمیں دیا تھا اور اس کو پڑھ کر ہمیں سنا بھی دیا تھا اور اسی نے اس پر مہر کی تھی تو اب یہ قاضی اس خط کو کھولے اور مدعیٰ علیہ کو سنائے اور جس قدر روپیہ وغیرہ داونی اس میں لکھا ہو وہ اس کے ذمہ

لازم کردے (کہ یہ روپیہ تم ادا کردو) اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو حدود اور قصاص کے بارے میں قبول نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود اور قصاص شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط لکھنے میں شبہ ہو جاتا ہے کیونکہ خط ایک دوسرے کا مل جاتا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ خط اس قاضی کا نہ ہو اور اتنا شبہ حدود اور قصاص کے ساقط ہونے کے لیے کافی ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: قاضی کو قضا پر اپنا نائب بنا دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر اسے نائب بنا دینے کا اختیار دے دیا گیا ہو اور جب اور کسی حاکم کا حکم کوئی قاضی کے یہاں لے جائے تو یہ قاضی اسے سنبھال رکھے ہاں اگر وہ حکم قرآن شریف یا حدیث یا اجماع کے خلاف ہو یا ایسا قول ہو جس کی دلیل نہ ہو (تو اس کی تعمیل نہ کرے) اور قاضی غیر حاضر پر حکم نہ لگائے ہاں اگر اس کا کوئی قائم مقام موجود ہو۔

اور جب دو آدمی اپنے درمیان کسی کو حکم بنالیں اور اس کے فیصلہ کر دینے پر راضی ہو جائیں تو اس کا حکم بننا جائز ہے (لیکن) جب کہ اس میں حکم بننے کی صفت ہو اور کافر ذمی، غلام، محدود فی القذف (یعنی جسے تہمت لگانے میں سزا مل چکی ہو) اور فاسق اور نابالغ لڑکے کو حکم بنانا جائز نہیں ہے اور جب تک حاکم نے حکم کرنے والوں پر کوئی حکم نہ لگایا ہو ان دونوں کو اس کے حکم کرنے سے رجوع کر لینا جائز ہے اور جب اس نے حکم لگا دیا تو وہ حکم ان پر لازم ہو جائے گا (کیونکہ اس کا یہ حکم ان پر اس کے حاکم ہونے کی حالت میں صادر ہوا ہے) اور اگر اس کے حکم کی قاضی کے ہاں اپیل کی جائے اور قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو قاضی اسی حکم کو بحال رکھے اور اگر اس کے مذہب کے خلاف ہو تو باطل کر دے۔

اور حدود و قصاص میں حکم بنانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر مدعی، مدعیٰ علیہ نے خطا کے دم میں کسی کو حاکم بنایا اور اس نے عاقلہ پر خون بہا ادا کرنے کا حکم دے دیا تو اس کا یہ حکم جاری نہ ہوگا (اس لیے کہ عاقلہ پر اس کی حکومت نہیں چل سکتی کیونکہ یہ ان کی طرف سے حاکم نہیں ہے اور حاکم کو گواہوں کا سننا اور ان کے اوپر حکم لگانا جائز ہے (اور اسی طرح اقرار پر بھی کیونکہ یہ حکم شرح کے موافق ہے) اور حاکم کا اپنے والدین اور اپنے بچوں کے لیے حکم لگانا باطل ہے۔ (کیونکہ اس میں تہمت کا اندیشہ ہے)۔

کتاب القسمة

تقسیم کا بیان

ترجمہ: امام (یعنی حاکم) کو چاہیے کہ تقسیم کے لیے ایک آدمی مقرر کر دے اور تنخواہ اسے بیت المال سے دے تاکہ وہ بغیر اجرت لیے لوگوں میں (جائیداد وغیرہ) تقسیم کیا کرے اور اگر بیت المال سے اجرت نہ دے تو پھر ایک آدمی کو مقرر کر دے کہ وہ اجرت پر تقسیم کیا کرے (یعنی حاکم اسے لوگوں سے اجرت دلوادیا کرے) اور واجب ہے کہ تقسیم کرنے والا عادل ہو، امین ہو، تقسیم کا اسے علم ہو۔ اور حاکم لوگوں پر زبردستی نہ کرے اس کی کہ وہ تقسیم کے لیے ایک ہی آدمی کو مقرر رکھیں اور تقسیم کے امینوں کو شراکت میں نہ چھوڑ دے (بلکہ علیحدہ علیحدہ) اور قسام کی اجرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وارثوں (اور شراکت داروں) کی تعداد کے حساب سے ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک حصوں کے حساب سے (یعنی جس کا جس قدر حصہ ہوگا اسی قدر حساب کر کے اس سے اجرت بھی لی جائے گی) اور جب چند شریک قاضی کے ہاں حاضر ہوں اور ان کے قبضہ میں کوئی مکان یا زمین ہو اور وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ یہ مکان ہمیں فلاں شخص کے ترکہ میں ملا ہے (اور ہم اسے اب تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی اس (مکان وغیرہ) کو تقسیم نہ کرائے جب تک کہ وہ اس مورث کے مرنے اور کل وارثوں کے موجود ہونے پر گواہ نہ پیش کر دیں اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ان کے اقرار پر قاضی اسے تقسیم کرا دے اور تقسیم کے رجسٹر میں یہ لکھ دے کہ اس کو میں نے ان کے کہنے پر تقسیم کرا دیا ہے۔

اور اگر زمین وغیرہ (یعنی غیر منقولی ورثہ) کے سوا کچھ مشترکہ مال تھا اور چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ (ہماری) میراث ہے (اور اس کا کچھ ثبوت نہیں دیا) تو سب کے نزدیک قاضی اسے تقسیم کر دے (کیونکہ اس کے تقسیم کرنے میں اس کی حفاظت ہو جائے گی) اور اگر کسی زمین کی بابت چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہم نے خریدی ہے تو قاضی اسے بھی

تقسیم کردے اور اگر چند آدمیوں نے (زمین وغیرہ کی) ملکیت کا دعویٰ کیا (اور اسے تقسیم کرانا چاہا) اور یہ نہیں ذکر کیا کہ یہ ان کے پاس کس طرح آ گئی ہے (تو اسے بھی تقسیم کردے)

فائدہ: مقصود اس سے یہ ہے کہ جب وہ زمین ان کے قبضہ میں ہے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری ہی ملکیت ہے اور یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہمیں فلاں شخص سے ملی ہے تو قاضی اسے ان کے اس اقرار کی وجہ سے تقسیم کردے کیونکہ اس میں دوسرے پر کوئی حکم نہیں ہوتا اس لیے کہ انہوں نے کسی اور کی ملکیت ہونے کا تو اقرار ہی نہیں کیا (حاشیہ)۔

ترجمہ: اور اگر (ایک زمین میں چند شریک ہیں اور) ہر شریک اپنے اپنے حصہ سے نفع اٹھاتا ہے تو (اس زمین کو) ان حصہ داروں میں فقط ایک کی درخواست پر تقسیم کردے اور اگر ان میں سے ایک حصہ دار تو نفع اٹھاتا ہے اور دوسرا اپنا حصہ کم ہونے کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے۔ تو (اس صورت میں) اگر زیادہ حصہ والا درخواست کرے تو تقسیم نہ کی جائے اور اگر (تقسیم کرنے میں) دونوں حصہ داروں کو نقصان ہوتا ہے تو جب تک یہ دونوں (تقسیم پر) رضا مند نہ ہو جائیں قاضی اسے تقسیم نہ کرے۔

اگر ترکہ اسباب ہے اور اسباب ایک ہی قسم کا ہے (مثلاً کپڑے ہی کپڑے ہیں) تو قاضی اسے (جبراً) تقسیم کردے اور اگر ترکہ دو قسم کا ہے تو اسے تقسیم نہ کرے کہ ایک چیز ایک کو دے دے اور دوسری دوسرے کو (ہاں اس کی قیمت ٹھہرا کے تقسیم کر دیا جائے) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غلاموں کو اور جواہر کو تقسیم نہ کیا جائے (کیونکہ ان میں تفاوت بہت ہوتا ہے) اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلاموں کو تقسیم کر دیا جائے۔ اور حمام کنویں، خرافن، کو تقسیم نہ کیا جائے ہاں اگر سب شریک (تقسیم ہو جانے پر) رضامند ہو جائیں۔

فائدہ: یہی حکم اس دیوار کا ہے جو دو مکانوں کے درمیان میں ہو کیونکہ اس کے ٹوٹنے تقسیم ہونے میں دونوں طرف والوں کا نقصان ہوگا اور اسی طرح کنویں وغیرہ کے تقسیم ہونے میں بھی دونوں کا نقصان ہوتا ہے اس لیے بغیر سب حصہ داروں کی رضامندی کے قاضی ان چیزوں کو تقسیم نہ کرے۔ (حاشیہ)

: اگر دو وارث قاضی کے ہاں حاضر ہوئے اور دونوں نے اس پر گواہ گزارے کہ ہمارا

مورث مر گیا ہے اور اس کے ہم تین ہی وارث ہیں دو ہم یہاں حاضر ہیں اور تیسرا یہاں نہیں ہے اور ایک مکان ان کے قبضہ میں ہے (جسے یہ تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو قاضی ان حاضرین کی درخواست پر اسے تقسیم کر دے اور جو وارث موجود نہیں ہے اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر دے کہ وہ اس کے حصہ پر قبضہ کرے (اور اس کا خبر گیراں رہے) اور اگر وہ مشتری ہیں (یعنی انہوں نے کسی مکان کے خریدنے پر گواہ گذارے ہیں) تو ان میں سے ایک کے غیر حاضر ہونے پر اس مکان کو تقسیم نہ کیا جائے۔

اگر کوئی زمین یا کوئی مکان کسی غیر موجود وارث کے قبضہ میں ہے (اور موجود) وارث اسے تقسیم کرانا چاہتے ہیں تو وہ تقسیم نہ کیا جائے (جب تک کہ وہ غیر موجود وارث حاضر نہ ہو جائے اگر چہ یہ اپنے وارث ہونے پر گواہ بھی گذاریں) اور اگر ایک ہی شہر میں بہت سے مکانات مشترکہ ہیں (برابر ہے کہ ملے ہوئے ہوں یا متفرق ہوں) تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق ان کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے (اور ہر ایک کا حصہ ایک ہی مکان میں نہ جمع کر دیا جائے ہاں اگر سب حصہ دار اس طرح تقسیم ہونے پر رضا مند ہو جائیں)۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ شرکاء کی بہتری مجموعہ کی تقسیم میں ہو تو اس طرح تقسیم کر دے اور اگر (ورثہ) ایک مکان اور زمین ہے یا ایک مکان اور ایک دوکان ہے تو انہیں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے۔

تقسیم کرانے والوں کو چاہیے کہ جس چیز کو تقسیم کریں اس کو لکھ لیں (یعنی علیحدہ علیحدہ کاغذوں پر یہ لکھ لیں کہ اتنا حصہ فلاں نے کا ہے اور اتنا فلانے کا) اور برابر (حصہ رسد) تقسیم کریں اور گز سے پیمائش کر لیں اور عمارت کی قیمت ٹھہرا لیں اور ہر ایک کا حصہ مع اس کے رستہ اور موری کے دوسرے کے حصہ سے علیحدہ کر دیں تا کہ ہر ایک کے حصہ کو دوسرے کے حصہ سے کچھ تعلق نہ رہے اور ان کے نام لکھ کر قرعے بنا لیں اور (جس قدر حصے ہوں) ہر حصہ کو پہلا دوسرا تیسرا مقرر کر لیں پھر قرعہ نکالیں پس جس حصہ دار کا نام پہلے نکل آئے اس کا پہلا حصہ دے دیں اور جس کا نام دوسرے نمبر پر نکلے اسے دوسرا حصہ (اور آگے اسی طرح کرتے چلے جائیں) اور اس تقسیم میں حصہ داروں کے رضا مند ہوئے بغیر دراہم اور دنانیر (یعنی روپیہ اور

اشرفیاں) داخل نہ ہوں گے (ان کی تقسیم علیحدہ ہوگی) پس اگر ایک مکان حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے (اور اتفاق سے) ایک موری یا راستہ دوسرے کی ملک میں رہا تو اگر یہ راستہ اور موری پھر سکتی ہے تو اسے دوسرے کی ملک (اور اس) کے حصہ میں رستہ یا موری نکالنی جائز نہیں ہے اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو یہ تقسیم ٹوٹ جائے گی۔

اگر کوئی مکان ایسا ہے کہ اس پر بالا خانہ نہیں ہے یا بالا خانہ ہے نیچے کا درجہ نہیں ہے یا نیچے کا مکان ہے اور اوپر کا بالا خانہ بھی ہے تو ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت ٹھہرائی جائے اور قیمت ہی سے تقسیم کر دیا جائے بے قیمت کیے اور کسی طرح اس کو تقسیم کرنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مکان میں اوپر بالا خانہ نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً نیچے کا حصہ دو آدمیوں کا مشترک ہے اور اس کا بالا خانہ تیسرے کا ہے اسی طرح اس سے کہ بالا خانہ ہے اور نیچے کا درجہ نہیں ہے یہ مراد ہے کہ بالا خانہ تو مشترک ہے اور نیچے کا درجہ اور کا ہے علیٰ ہذا القیاس نیچے اوپر مکان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے دونوں حصے مشترک ہیں اس میں شیخین کا قول یہ ہے کہ اسے گز سے پیمائش کر کے تقسیم کر دیا جائے لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اگر تقسیم ہونے کے بعد وارثوں میں جھگڑا ہو جائے اور دو قسم کرنے والے (کسی امر کی) گواہی دیں تو ان کی گواہی سنی جائے گی (یعنی ان کی گواہی پر ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا) اور اگر دو حصہ داروں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ تقسیم غلط ہوگئی ہے اور میرا کچھ حصہ دوسرے حصہ دار کے قبضہ میں ہے اور حالانکہ پہلے یہ اپنا حصہ وصول کرنے کا اقرار کر چکا تھا تو بغیر گواہوں کے اس کے کہنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اگر کسی حصہ دار نے پہلے تو کہہ دیا کہ میں اپنا حصہ پورا لے چکا ہوں پھر کہا کہ میں نے کچھ حصہ لیا ہے ابھی پورا نہیں لیا تو اس صورت میں مدعا علیہ سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا اور اگر اس نے اپنا پورا حصہ لینے کا اقرار کرنے سے پہلے یہ کہا کہ میرا حصہ فلاں جگہ تک ہے وہاں تک میرے حصہ دار نے مجھے نہیں دیا اور اس کا شریک (مدعا علیہ) اسے

جھوٹا بتلاتا ہے تو یہ دونوں قسم کھالیں اور یہ تقسیم توڑ دی جائے اور اگر (ایک مکان دو حصہ داروں میں تقسیم ہو چکا تھا بعد میں) ان میں خاص ایک کے حصہ میں کوئی جزوی حصہ دار اور نکل آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ قسم نہ ٹوٹے گی اور یہ حصہ دار اپنے شریک کے حصہ میں سے حصۂ رسد لے لے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ قسم ٹوٹ جائے گی (اور امام محمدؒ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے موافق ہیں)

کتاب الاکراہ

مجبور کرنے کا بیان

ترجمہ: مجبوری کا حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو دھمکی دے اور وہ اس کے واقع کر دینے پر بھی قادر ہو برابر ہے کہ بادشاہ ہو یا چور ہو اور جب کسی نے کسی کو اس کا مال فروخت کرنے یا کچھ اسباب خریدنے پر یا اس پر مجبور کیا کہ تو فلاں شخص کے لیے (اپنے ذمہ) ایک ہزار روپیہ ہونے کا اقرار کر لے یا اپنا مکان کرایہ پر دے دے اور اس کے نہ کرنے پر قتل کر دینے یا سخت مار مارنے یا قید کرنے کی دھمکی دی۔ اور اس دھمکی کی وجہ سے اس نے اپنا مال بیچ دیا یا اس کا اسباب خرید لیا تو بعد میں اسے اختیار ہوگا کہ چاہے اس بیع کو توڑ دے اور مبیع واپس کر دے اور چاہے قائم رکھے اور اگر اس نے اپنے مال کی قیمت خوشی سے لے لی ہے تو اس نے بیع کی گویا اجازت دے دی ہے (یعنی خوشی سے قیمت لے لینا بیع کی اجازت دے دینا اور اس پر رضا مند ہو جانا ہے) اور اگر اس نے قیمت مجبور ہو کر لی تھی تو (بیع میں اس کی اجازت نہ ہوگی) اگر قیمت اس کے پاس ہے تو اس کا واپس کر دینا اس پر واجب ہے اور اگر مشتری کے پاس مبیع ہلاک ہوگئی اور وہ (یعنی مثلاً) مجبور نہیں کیا گیا تھا تو وہ اس مبیع کی قیمت کا (بائع کے لیے) ضامن ہوگا اور جسے مجبور کیا گیا ہو وہ (یعنی مثلاً بائع) اگر چاہے تو مجبور کرنے والے سے ضمان (کے طور پر اپنی چیز کی قیمت) لے لے (اور مشتری سے نہ لے) اور اگر کسی کو مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا اور اس پر قید کرنے یا مارنے وغیرہ کی دھمکی دی گئی تو یہ

کھانا پینا اسے حلال نہیں ہے ہاں اگر ایسی دھمکی دی گئی ہو کہ جس سے اسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو کٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے اندیشے کے وقت اس کو جائز ہے کہ جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو اسے کر گذرے اور اس دھمکی پر اسے صبر کرنا جائز نہیں ہے پس اگر اس نے صبر کیا اور وہ حرام چیز نہ کھائی یہاں تک کہ دھمکی دینے والے اس پر واردات کر گئے (یعنی اسے قتل کر دیا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا) تو یہ گنہگار ہوگا۔

فائدہ: وجہ گنہگار ہونے کی یہ ہے کہ جب مجبوری کی حالت میں حرام چیز مباح ہو گئی تو اب اس مباح سے رکنا اپنی جان ہلاک کرنے میں دوسروں کی اعانت کرنا ہے اور اس میں اعانت کرنا حرام ہے پس اس حرام فعل کے مرتکب ہونے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ (حاشیہ)

دھمکی میں کلمہ کفر کہنے کا حکم ٭ **ترجمہ:** اگر کسی کو مارنے یا قید کرنے کی دھمکی دے کر اللہ کا انکار کرنے یا نبی علیہ السلام کو برا کہنے پر مجبور کیا گیا تو یہ مجبوری نہ ہوگی جب تک کہ ایسی دھمکی نہ دے کہ جس سے اس کو اپنی جان جانے یا کوئی عضو تلف ہونے کا اندیشہ ہو جس وقت اسے یہ اندیشہ ہو تو اسے یہ اجازت ہے کہ جو کچھ وہ کہلاتے ہیں توریہ کر کے زبان سے کہہ دے۔

فائدہ: توریہ کے یہ معنی ہیں کہ جو بات دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کرے اور یہاں اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ دل میں تو ایمان ہو اور زبان سے کفر کا کلمہ نکال دے اور دوسری یہ کہ ایسا لفظ بول دے کہ ذو معنی ہو۔ **کذا فی العنایتہ۔**

ترجمہ: پس اگر اس نے زبان سے کلمہ کفر ظاہر کر دیا اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اسے گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے صبر کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا تو اسے اس کا اجر ملے گا۔

دھمکی میں آ کر مسلمان کو قتل کرنے کا حکم ٭ اور اگر کسی مسلمان کا مال تلف کرنے پر کسی کو ایسی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا کہ جس سے اسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو بیکار ہونے کا ڈر ہے تو اس کو ایسا کر لینا (یعنی مسلمان کا مال تلف کر دینا) جائز ہے اور مال والا مجبور کرنے والے سے تاوان لے اور اگر کسی کو قتل کرنے کی دھمکی دے کر اسے دوسرے کے قتل کرنے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہا کہ اگر تو اسے قتل نہ کرے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے) تو اس کو اس پر پیش قدمی

کرنا (یعنی دوسرے کو قتل کر دینا) جائز نہیں ہے اسے چاہیے کہ خود صبر کر لے یہاں تک کہ خود قتل ہو جائے پس اگر اس نے (کسی کے کہنے سے) اس کو قتل کر دیا تو یہ گنہگار ہو گا (کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے جو ضرورت کی وجہ سے مباح نہیں ہو سکتا) اگر کسی کو اپنی بیوی کو طلاق دینے یا اپنے غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے کر دیا یا طلاق دے دی تو یہ دونوں چیزیں واقع ہو جائیں گی بعد اس کے جس نے مجبور کیا تھا اس سے غلام کی قیمت وصول کی جائے اور طلاق اگر صحبت سے پہلے دی گئی ہے تو اس عورت کا نصف مہر بھی ادا کیا جائے گا اور اگر کسی کو زنا کرنے پر مجبور کیا گیا (اور اس نے کر لیا) تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس پر (زنا کی) حد واجب ہو گی ہاں اگر زنا کرنے پر بادشاہ نے مجبور کیا ہو (تو حد واجب نہ ہو گی) اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ (پہلی صورت میں بھی) حد واجب نہ ہو گی اور اگر کسی کو مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا (اور اس نے زبان سے مرتد ہونے کا کلمہ کہہ دیا) تو اس کی بیوی بائن نہ ہو گی۔

کتاب السیر

جہاد کا بیان

ترجمہ: جہاد کرنا فرض کفایہ ہے (اور فرض کفایہ اسے کہتے ہیں کہ) جب اسے تھوڑے سے آدمی کر لیں تو وہ سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے بھی نہ کیا تو اس کے نہ کرنے سے سارے گنہگار ہوتے ہیں اور کفار سے قتال کرنا واجب ہے اگرچہ ان کی طرف سے ابتدا نہ ہو۔

جہاد کن پر فرض نہیں ☼ لڑکے، غلام، عورت، اندھے، لنگڑے، لولے، اپاہج پر جہاد فرض نہیں ہے۔

فائدہ: علی ہذا القیاس قرض دار پر بھی بغیر قرض خواہ سے اجازت لیے جہاد میں جانا فرض نہیں ہے اور نہ ایسے عالم پر کہ جس شہر میں وہ ہے وہاں اور کوئی اس سے بڑا عالم نہ ہو۔ کذا

فی مجمع الانہر۔

ترجمہ: اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ آئے تو اس کا دفع کرنا سب مسلمانوں پر واجب ہے ایسے موقع پر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد میں چلے جائیں۔

جہاد کا اسلامی طریقہ ٭ اور جب مسلمان دارالحرب میں پہنچ کر کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کر لیں تو پہلے انہیں دعوتِ اسلام دیں اگر وہ مان لیں تو ان سے جہاد کرنا موقوف کر دیں اور اگر نہ مانیں تو ان سے جزیہ (یعنی خراج) طلب کریں اگر وہ جزیہ دے دیں (یعنی جزیہ دینا قبول کر لیں) تو ان کے واسطے بھی وہی ہے کہ جو مسلمان کے واسطے ہے کہ ان کے جان و مال کی بھی حفاظت کی جائے گی اور جو مسلمان پر (لگان وغیرہ) ہوگا وہی ان پر بھی ہوگا اور ان لوگوں سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے کہ جنہیں ابھی تک دعوتِ اسلام نہ پہنچی ہو ہاں انہیں اسلام کی دعوت دینے کے بعد جائز ہے اور انہیں ایک بار اسلام کی دعوت ہو چکی تو انہیں پھر دوبارہ اسلام کی طرف بلانا مستحب ہے اور یہ واجب نہیں ہے پس اگر وہ انکار کریں تو مسلمان اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگ کے لڑائی شروع کر دیں اور ان پر جنگی ہتھیار لگا دیں اور انہیں آگ میں جلا دیں (یعنی ان کے گھر اور اسباب وغیرہ کو) اور ان پر پانی چھوڑ دیں یعنی (انہیں غرق کر دیں) اور ان کے درختوں کو کاٹ ڈالیں (اگر چہ پھلدار ہوں) اور کھیتیاں اجاڑ دیں اور ان پر تیر برسانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ ان کے ہاں کوئی مسلمان قید میں ہو یا تجارت کرنے گیا ہو۔

جہاد کے متفرق مسائل ٭ اور اگر وہ مسلمانوں کے بچوں کو یا قیدیوں کو ڈھال کی طرح اپنے آگے کر لیں تب بھی ان کے تیر مارنے سے نہ رکیں اور تیر کافروں ہی کا قصد کر کے مارے مسلمانوں کو نہ ماریں۔

جب لشکر کی جمعیت زیادہ قابل اطمینان ہو تو مسلمانوں کو اپنے ساتھ عورتوں اور قرآن شریف کو جہاد میں لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تھوڑا لشکر ہے قابل اطمینان نہیں ہے تو ان کو ان کا لے جانا مکروہ ہے اور عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے اور غلام بغیر اپنے آقا کی اجازت کے جہاد نہ کرے ہاں اگر غنیم یکا یک چڑھ آئے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ دغا نہ کریں نہ خیانت کریں نہ مثلہ کریں اور نہ عورت کو قتل کریں نہ بچے کو نہ بوڑھے کو نہ اندھے کو نہ اپاہج کو' ہاں اگر ان میں سے کوئی ایسا ہو کہ جنگی معاملات میں رائے دیتا ہو یا عورت ملکہ ہو (تو ان کو بھی قتل کر دیں) اور دیوانے کو قتل نہ کریں اور اگر حاکم (لشکر) اہل حرب سے یا ان میں کے کسی فریق سے صلح کرنے میں کوئی مصلحت سمجھے اور اس میں عام مسلمانوں کی بہتری ہو تو ایسے وقت صلح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے پس اگر ایک معین مدت تک کے لیے صلح کر لی تھی پھر یہ خیال ہوا کہ صلح توڑ دینے میں زیادہ فائدہ ہے تو پہلے انہیں اطلاع کر دیں کہ اب ہمیں صلح رکھنی منظور نہیں ہے اور بعد اس کے ان سے جہاد کریں اور اگر پہلے انہوں ہی نے کچھ خیانت کر دی تو اگر یہ خیانت ان سب کے اتفاق سے ہے تو اب بلا اطلاع ہی ان سے جنگ شروع کر دیں۔

جب ان کے غلام بھاگ کر مسلمانوں کے لشکر میں آ جائیں تو وہ آزاد ہو جائیں گے اور لشکر (اسلام) کو دار الحرب میں اپنی سواریوں کو وہاں کا چارہ وغیرہ کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہاں جو کھانا ملے کھالیں اور ایندھن جلائیں اور تیل کو کام میں لائیں اور جو ہتھیار د مال ہاتھ لگیں ان سے جہاد کریں ان چیزوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان میں سے کسی چیز کو بیچنا اور نہ اپنے لیے ذخیرہ کر لینا جائز ہے اور اگر ان (کفار) میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اس کے اسلام کی وجہ سے اس کی جان اور اس کی چھوٹی اولاد اور اس کا مال یا جو کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت ہو وہ سب محفوظ ہو جائے گا (یعنی یہ غنیمت میں شمار نہ ہوگا) پھر اگر مسلمان اس کے سارے گھر ہی پر غالب آ جائیں گے تو اس نو مسلم کی زمین اس کا اسباب اور اس شخص کی بیوی اور اس کی بڑی اولاد سب مالِ غنیمت میں شمار ہوں گے اور کفار کے ہاتھ ہتھیار بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ان کے ہاں تاجر اسباب لے جائیں (یعنی ہتھیار وغیرہ کہ جس سے ان کو جنگ کرنے کی قوت ہو) اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کے قیدیوں کو اپنے قیدیوں کے عوض میں رہا کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے عوض میں رہا کر دینا جائز ہے اور ان پر احسان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی ان پر یہ احسان کرنا کہ بلا غلام بنائے یا قتل کیے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہ

جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد ابوالعاص یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر کو یونہی چھوڑ دیا تھا جیسا کہ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد ہے: **اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم** یہ آیت سورۂ براءت کی ہے اور یہ سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس میں قتل کرنا عام طور پر واجب کیا گیا ہے یہ آیت پہلے احکام اور واقعات کے لیے ناسخ ہے۔ کذافی النہایہ.

ترجمہ: مسلمان بادشاہ جنگ کر کے کسی شہر کو فتح کر لے تو اب اسے اختیار ہے کہ چاہے اس کو مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے وہاں اس کے باشندوں ہی کو دے دے اور ان پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دے اور وہاں کے قیدیوں میں بھی اسے اختیار ہے چاہے انہیں قتل کر دے چاہے غلام بنالے اور چاہے ذمی بنا کر آزاد ہی چھوڑ دے اور انہیں دارالحرب کی طرف جانے دینا جائز نہیں ہے اور جب بادشاہ دارالاسلام کو آنا چاہے اور اس کے ساتھ (کافروں کے) مویشی ہوں اور ان کو دارالاسلام میں لانا مشکل ہو تو انہیں وہیں ذبح کر کے جلا دے (یعنی تلف کر دے) اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ کے نہ چھوڑے۔

مالِ غنیمت کے احکام ✻ اور غنیمت کو دارالحرب میں تقسیم نہ کرے بلکہ اسے دارالسلام میں لے آئے اور وہاں لا کے تقسیم کرے اور لشکر میں لڑنے والے اور ان کی خدمت کرنے والے (غنیمت کے مستحق ہونے میں) برابر ہیں اور جب غنیمت کے مال کو دارالاسلام میں لانے سے پہلے دارالحرب میں کمک پہنچ جائے تو یہ کمک والے بھی غنیمت کے مال میں برابر شریک ہوں گے اور غنیمت میں لشکر کے بازار والوں کا کچھ حق نہیں ہے ہاں اگر وہ بھی لڑائی میں شریک ہوئے ہوں اور جب کوئی آزاد مرد یا آزاد عورت ایک کافر کو یا چند آدمیوں کو یا اہل قلعہ کو یا اہل شہر کو پناہ دے دے تو ان کو پناہ دینا درست ہو جائے گا پھر ان کو قتل کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے ہاں اگر اس میں کوئی خرابی ہو تو بادشاہ ان کے پناہ دینے کو توڑ دے اور ذمی اور قیدی کا پناہ دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ایسے تاجر کو جو ان کفار کے ہاں جاتا ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجور علیہ غلام کا پناہ دینا بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر اس کے آقا نے اسے

جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی ہو اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کا پناہ دینا بھی درست ہے (خواہ اس کے آقا نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو)

اور (مثلاً) جب ترکی (کفار) روم (کے کفار) پر غالب آ جائیں اور ان کو قید کر لیں اور ان کا مال لے لیں تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے اور اگر (پھر) ہم ترکیوں پر غالب آ جائیں تو جو کچھ ہمیں اس میں سے ملے وہ ہمارے لیے حلال ہے (یعنی پھر روم کے کافروں کا اس سے کچھ تعلق نہ رہے گا بلکہ اس کے مالک مسلمان ہو جائیں گے) اور اگر کفار ہم پر غالب آ جائیں اور ہمارا مال وغیرہ لوٹ کے اپنے دارالحرب میں لے جائیں تو اس کے وہ مالک ہو جائیں گے (یعنی وہ مسلمانوں کی ملک سے نکل جائے گا) اور اگر اس کے بعد پھر مسلمان ان پر غالب آ گئے اور ان کا مال تقسیم ہونے سے پہلے انہیں مل گیا تو وہ مال بغیر کسی عوض کے ان ہی کا ہے (یعنی جس جس کا جو مال ہو وہ بغیر کسی عوض کے اپنے مسلمانوں سے لے لے گا) اور اگر انہیں وہ مال تقسیم ہونے کے بعد ملا ہے تو اب اگر اسے لینا چاہیں تو غازیوں کو اس کی قیمت دے کر لیں اور اگر کوئی سوداگر دارالحرب میں گیا اور اس نے وہ مال خرید لیا (جو اصل میں مسلمانوں کا تھا اور کفار اس پر غالب آ گئے تھے) پھر وہ سوداگر اسے دارالاسلام میں لے آیا تو اس کے پہلے مالک کو (یعنی اس مسلمان کو جو پہلے مالک تھا) اختیار ہے کہ چاہے اس کی قیمت دے کر لے لے کہ جس قیمت سے اس سوداگر نے خریدا ہے اور چاہے نہ لے اور کفار ہم پر غالب آ کر ہمارے مدبروں اور مکاتبوں اور ام ولدوں اور آزادوں کے مالک نہیں ہوتے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ ہونے سے ملکیت اس وقت ثابت ہوتی ہے۔ کہ جب کسی مباح مال پر غلبہ ہو اور آزاد آدمی مباح مال نہیں ہوتا بلکہ وہ آزاد آدمی ہونے کی وجہ سے معصوم ہوتا ہے اس لیے وہ غلام نہیں ہو سکتا اور اسی طرح مکاتب اور ام ولد وغیرہ میں بھی ایک قسم کی آزادی ہوتی ہے جو ان کے غلام نہ ہونے کا باعث ہے۔ مجمع الانہر۔

ترجمہ: اور ہم ان کی ان سب چیزوں کے مالک ہو جائیں گے۔

فائدہ: کیونکہ ان کے مکاتب وغیرہ ہمارے لیے مباح ہیں تو اس صورت میں مباح مال پر غلبہ ہوتا ہے جو ملکیت کا سبب ہے پس اگر کافر بادشاہ نے اپنے آزاد آدمیوں میں سے ایک

آدمی تحفتاً کسی مسلمان کو دے دیا تو یہ مسلمان اس کا مالک ہو جائے گا اگر چہ وہ اس کا کچھ قرابت دار ہو۔ کذافی رمز الحقائق۔

ترجمہ: اگر کسی مسلمان کا غلام بھاگ کر دارالحرب میں چلا گیا اور اسے وہاں کے کافروں نے پکڑ لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کے مالک نہیں ہوں گے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ وہ مالک ہو جائیں گے اگر (مسلمانوں کا) کوئی اونٹ بھاگ کے کافروں کے ہاں چلا گیا اور اسے انہوں نے پکڑ لیا تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔

اور جب دارالحرب سے غنائم ہاتھ آئیں اور (امام کے پاس) کوئی ایسی سواری نہ ہو کہ جس پر (ان) غنائم کو لاد کے (دارالاسلام) میں لائے تو انہیں امانت کے طور پر غازیوں میں تقسیم کر دے (یعنی تقسیم کر کے اماناً دے دے) تاکہ وہ انہیں دارالاسلام میں لے آئیں پھر ان سے لے کر انہیں تقسیم کر دے اور غنائم کو تقسیم ہونے سے پہلے دارالحرب میں بیچ دینا جائز نہیں ہے اگر غازیوں میں سے کوئی دارالحرب میں مر گیا تو غنیمت میں اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور اگر غنائم کو دارالاسلام میں لے آنے کے بعد کوئی غازی مر گیا ہے تو اس کا حصہ ہوگا اور وہ اس کے وارثوں کو ملے گا۔ اگر جنگ کے وقت امام کسی کو کچھ انعام دے دے یا انعام کا وعدہ کر کے غازیوں کا دل کچھ بڑھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً یہ کہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا تو اس مقتول کا اسباب اسی کو دے دیا جائے گا یا چھوٹے لشکر سے یہ کہے کہ خمس نکالنے کے بعد غنیمت کی ایک چوتھائی میں نے تمہارے لیے کر دی ہے اور غنیمت کو جمع کرنے کے بعد انعام کے طور پر نہ دے اور اگر دے تو خمس میں سے دے اور اگر امام نے مقتول کا اسباب قاتل کو دینے کا وعدہ نہیں کیا تو وہ اسباب بھی غنیمت میں شامل کیا جائے اس میں قاتل اور غیر قاتل سب برابر ہیں اور مقتول کے اسباب سے مراد اس کی سواری اور اس کے بدن کے کپڑے اور ہتھیار ہیں اور جب مسلمان دارالحرب سے چلے آئیں تو اب انہیں غنیمت میں سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے نہ تو اس میں سے اپنے جانوروں کو کھلائیں نہ خود کھائیں اگر کسی کے پاس کچھ چارہ یا کھانا بچ جائے تو اسے غنیمت میں شامل کر دیں اور پھر غنیمت کو امام اس طرح تقسیم کرے کہ پہلے خمس نکال لے اور باقی چار خمس کو غازیوں میں تقسیم کر دے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سوار کے دو حصے ہیں اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین کے نزدیک سوار کے تین حصے ہیں اور حصہ فقط ایک ہی گھوڑے کا ہوتا ہے (یعنی اگر کسی کے پاس دو یا تین گھوڑے ہوں تو ان کے الگ الگ حصے نہیں ہوں گے) اور (حصوں کے ملنے میں) دیسی اور عربی گھوڑے برابر ہیں اور بارکش اور خچروں کا حصہ نہیں لگایا جائے گا (کیونکہ نہ ان پر سوار ہو کے جنگ ہوتی ہے نہ یہ بھاگ دوڑ کے کام میں آتے ہیں) اور اگر کوئی دارالحرب میں گھوڑا لے کر گیا تھا پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو وہ سوار کے حصہ کا مستحق ہو گا (یعنی اسے دو حصے ملیں گے) اور اگر کوئی پیدل گیا۔ پھر وہاں اس نے گھوڑا خرید لیا تو وہ پیدل کے حصہ کا مستحق ہو گا۔ غلام' عورت' ذمی اور لڑکے کا حصہ نہ لگایا جائے ہاں امام کچھ مناسب سمجھ کر انہیں دے دے۔

مالِ خمس کے احکام ✵ اور رہا خمس (جو پہلے نکال لیا گیا تھا) سو اس کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ یتیموں کا۔ ایک حصہ مسکینوں کا۔ ایک مسافروں کا اور ذوی القربیٰ اگر تنگ دست ہوں تو وہ بھی انھیں میں داخل ہوں گے اور ان سے مقدم سمجھے جائیں گے۔

فائدہ: ذوی القربیٰ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں ان کے مقدم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ پاک نے آیت میں ان کو مقدم رکھا ہے چنانچہ فرمایا:

﴿ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَ الْمَسَاکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ﴾ کذا فی الجوہرة النیرة

ترجمہ: اور ذوی القربیٰ کے مالدار آدمیوں کو خمس میں سے نہ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جو خمس میں اپنا حصہ ہونا ذکر کیا ہے تو وہ شروع کلام میں اللہ کے نام سے محض تبرک حاصل کرنے کے لیے مذکور ہے (اس سے واقعی حصہ ہونا مراد نہیں ہے) اور نبی علیہ السلام کا حصہ آپ کی وفات ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے جیسا کہ صفی اور ذوی القربیٰ کا حصہ ساقط ہو گیا ہے۔

فائدہ: خمس کے اللہ نے پانچ حصے کیے ہیں چنانچہ فرمایا:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ﴾

اور اب خمس کے چونکہ تین حقدار ہیں اس لیے مصنف نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ اور صفی اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ اپنے لیے پسند کر لیتے تھے خواہ زرہ ہو یا تلوار ہو یا لونڈی ہو۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ذوی القربیٰ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نصرت کی وجہ سے مستحق ہوتے تھے اور آپ کے بعد فقر (اور تنگدستی) کی وجہ سے مستحق ہوتے ہیں اور جب ایک یا دو آدمی امام کی اجازت بغیر لوٹ مال کرنے دارالحرب گئے اور وہاں سے کچھ لے آئے تو اس میں سے خمس نہ لیا جائے اور اگر چند آدمی قوت اور شوکت والے جائیں اور کچھ لے آئیں تو اس میں سے خمس لیا جائے۔ اگر چہ امام نے انہیں اجازت نہ دی ہو۔

فائدہ: یعنی اگر چہ امام اور اپنے افسر کی اجازت سے نہ گئے ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لائے ہیں یہ غلبہ اور قہر کے طور پر یعنی زبردستی لائے ہیں چوری سے یا چھین جھپٹ کر نہیں لائے اس لیے یہ غنیمت ہے اور غنیمت میں خمس ہوتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: جب کوئی مسلمان تجارت کرنے دارالحرب میں گیا تو اسے وہاں کے کفار کا کچھ مال لینا یا خون کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور اگر اس نے ان کے ساتھ بے وفائی کر کے ان کی کوئی چیز لے لی تو یہ ممنوع طریقہ پر اس کا مالک ہو جائے گا اور اسے حکم دیا جائے کہ یہ اسے صدقہ کر دے (اپنے کام میں نہ لائے) اور جب کوئی حربی (یعنی دارالحرب کا کافر) امن لے کر دارالاسلام میں آئے تو اسے دارالاسلام میں ایک سال نہ ٹھہرنے دیں اس سے امام کہہ دے کہ اگر تو سال بھر یہاں رہے گا تو تجھ پر میں جزیہ مقرر کر دوں گا پس اگر وہ سال بھر تک رہے تو اس سے جزیہ لیا جائے اور وہ ذمی ہو جائے گا پھر اسے دارالحرب نہ جانے دیں اور اگر وہ دارالحرب چلا جائے اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ امانت چھوڑ جائے یا ان کے ذمہ (اس کا) کچھ قرض ہو تو اب اس کے واپس چلے جانے کی وجہ سے اس کو قتل کرنا مباح ہو جائے گا اور جو کچھ اس کا مال دارالاسلام میں ہوگا وہ (محل) خطر میں ہوگا پس اگر (اس کے دارالحرب چلے جانے کے بعد) یہ قید ہو گیا یا اس دارالحرب کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور یہ قتل کر دیا گیا تو اس کا قرض جاتا رہے گا اور وہ امانت (جو اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس رکھی تھی) فے ہو جائے

گی۔(یعنی غازیوں کے لیے غنیمت شمار کی جائے گی)

اگر مسلمانوں نے اہل حرب پر حملہ کیا اور بلا جنگ کیے ان سے مال چھین لیا تو وہ مسلمانوں کی بہتری میں خرچ کیا جائے جیسا کہ خراج خرچ کیا جاتا ہے۔

کتابُ العُشر والخراج

عرب کی کل زمین عشری ہے اور اس کی حد عذیب سے لے کر (جو کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے) انتہائے حجر یمن تک ہے اور مہرہ سے لے کر مشارق شام کی حد تک اور سواد (عراق) کی کل زمین خراجی ہے اور وہ عذیب سے لے کر عقبہ حلوان تک ہے اور علث سے لے کر عبادان تک اور سواد (عراق) کی زمین وہاں کے باشندوں کی ملک ہے انہیں اس کا بیع کرنا اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے۔

جس زمین کے باشندے مسلمان ہو جائیں یا جنگ کر کے فتح کر لی جائے اور غازیوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ زمین عشری ہے اور اگر کوئی زمین جنگ کے ذریعہ سے فتح کر لی جائے پھر وہاں اس کے باشندوں ہی کو بدستور آباد رکھا جائے تو وہ زمین خراجی ہے۔

خراجی ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ابتدا میں کافر پر کچھ ٹیکس مقرر کر دینا ضروری ہے اور خراج اس کے زیادہ مناسب ہے اور یہ حکم نہری زمینوں کا ہے باقی جو زمینیں نہری نہ ہوں بلکہ چاہی ہوں تو وہ سب عشری ہوتی ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "**ماسقته السماء ففيه العشر**" یعنی بارانی زمین عشری ہے اور چاہی زمین بھی بارانی کے حکم میں ہے یہ بیان جوہرۂ نیرہ میں ہے اور واضح رہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے خراجی زمین ہونا مطلقاً کہہ دیا ہے اور بعض علماء نے اس سے مکہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کیونکہ مکہ جنگ ہی کے ذریعہ فتح ہوا تھا اور وہاں اس کے باشندوں ہی کو آباد رکھا گیا لیکن آنحضرت ﷺ نے وہاں کی زمینوں پر خراج مقرر نہیں کیا لہٰذا یہ آنحضرت ﷺ کے خود ایسا کرنے کی وجہ سے مخصوص ہو کر وہاں کی زمین عشری ہی رہی۔ کذا فی مجمع الانہر وغیرہ۔

اگر کسی نے بنجر زمین چالتی کر لی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس (کے لگان

وغیرہ) کا اعتبار اس کے برابر کی زمین سے کیا جائے گا اگر اس کے برابر کی زمین خراجی ہے تو یہ بھی خراجی ہوگی اور اگر وہ عشری ہے تو یہ بھی عشری ہوگی اور بصرہ ہمارے نزدیک باجماع تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے عشری ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر وہاں کی زمین میں کوئی کنواں کھود کر یا چشمہ نکال کر ان کے پانی سے چلتی کی ہے یا دجلہ یا فرات یا ایسی بڑی نہروں سے چلتی کی ہے کہ جو کسی کی ملک نہیں ہیں تو وہ زمین عشری ہے اور اگر ایسی نہروں کے پانی سے چلتی کی ہے کہ جس کو عجمیوں نے کھودا ہے مثلاً نہر ملک اور نہر یزدجرد تو یہ زمین خراجی ہوگی اور خراج وہی (معتبر) ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عراق پر) مقرر کیا تھا یعنی ایک بیگہ پر کہ جسے پانی پہنچتا ہو اور زراعت کے قابل ہو ایک قفیز ہاشمی ہے اور وہ ایک صاع اور ایک درہم (شرعی) ہوتا ہے۔ اور ترکاریوں میں ایک بیگہ پر پانچ درہم ہیں اور جہاں انگور اور خرمے کے درخت گھنے ہوں وہاں ایک بیگہ پر دس درہم ہیں اور ان کے سوا جو اور قسم کی زمینیں ہوں ان پر ان کے مناسب مقرر کر دیا جائے اور جو کچھ ان پر مقرر کیا گیا ہو وہ ان کے مناسب نہ ہو (یعنی اس کی پیداوار میں اس قدر گنجائش نہ ہو) تو امام اسے کم کر دے اور اگر خراجی زمین پر پانی چڑھ آئے (یعنی پانی چڑھ آنے کی وجہ سے بالکل پیداوار ہی نہ ہو) یا بالکل ہی خشک سالی ہو جائے یا کوئی آفت کھیتی کا بالکل بیج مار دے تو ان کاشت کاروں پر خراج نہ ہوگا۔

اگر کوئی کاشت کار زمین کو بیکار ڈالے رکھے تو اس پر خراج واجب ہے اگر کوئی خراج ادا کرنے والوں میں سے مسلمان ہو جائے تو اس سے اسی طرح خراج لیا جائے (یعنی جیسا کہ اس سے کفر کی حالت میں لیا جاتا تھا) اور ذمی سے خراجی زمین مسلمانوں کو خریدنی جائز ہے اور اس سے خراج ہی لیا جائے اور خراجی زمین کی پیداوار میں عشر نہیں ہے۔

كتابُ الجزية

جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو (اہل اسلام اور کفار کی) باہمی رضامندی اور صلح سے مقرر کیا جائے یعنی جس مقدار پر جانبین کا اتفاق ہو جائے وہی مقرر کر دیا جائے' دوسری قسم وہ ہے کہ جب امام (یعنی مسلمان بادشاہ) کفار پر غالب آئے اور (ان کے ملک کو فتح کر کے)

ان کی ملکیتوں کو ان ہی کے قبضہ میں دے کر خود ہی ان پر جزیہ مقرر کر دے تو ہر ایک مالدار پر ہر سال کے اڑتالیس درہم مقرر کر دے۔ اس سے ہر مہینے چار درہم وصول کئے جائیں اور اوسط درجہ کے لوگوں پر چوبیس درہم (سال) ان سے ہر مہینے (فی کس) دو درہم لئے جائیں اور جو تنگ دست مزدوری کرتے ہوں ان پر بارہ درہم سال ان سے ہر مہینے فی کس ایک درہم وصول کیا جائے اور جزیہ اہل کتاب اور آتش پرست اور عجم کے بت پرستوں پر مقرر کیا جائے اور عرب کے بت پرستوں پر مقرر نہ کیا جائے اور نہ مرتدوں پر (کیوں کہ ان کو مار ڈالنے کا حکم ہے) ان سے کسی حال میں صلح نہیں ہو سکتی اور نہ جزیہ عورت پر ہے نہ لڑکے پر نہ اپاہج پر نہ بیکار تنگدست پر نہ ان راہبوں پر جو لوگوں سے نہ رلتے ملتے ہوں، اگر کسی کے ذمہ جزیہ تھا اور وہ مسلمان ہو گیا تو وہ جزیہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: کیونکہ جزیہ بطور عقوبت کے واجب ہوتا ہے اور اسلام کی وجہ سے وہ عقوبت جاتی رہتی ہے، اس لئے جزیہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی پر دو سال کا جزیہ جمع ہو جائے تو ان میں تداخل ہو جائے گا۔

فائدہ: مداخل کے یہ معنی ہیں کہ ایک جزیہ دوسرے میں داخل ہو جائے گا اور ایک ہی پر اقتصار کر لیا جائے گا اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے سال میں اس پر ایک جزیہ واجب ہو گیا اور اس سے نہ لیا گیا یہاں تک کہ دوسرا سال ہو کر دوسرا جزیہ بھی واجب ہو گیا تو اس پر ایک قسم کی دو عقوبتیں واجب ہو گئیں اور جہاں ایک قسم کی دو عقوبتیں بھی واجب ہوتی ہیں وہاں ایک پر اقتصار کرنا واجب ہے جیسے حدود میں۔ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ تداخل نہیں ہوگا اور دونوں جزیے لئے جائیں گے کیونکہ یہ مالی حق ہے۔ جیسے قرض اور خراج اور کسی کی مزدوری ہوتی ہے اور اگر پورا سال ہونے کے بعد یا کچھ دن گزرنے کے بعد وہ مر جائے تو تینوں اماموں کے نزدیک جزیہ وصول کیا جائے گا۔ **كذا في الجوهرة النيرة**.

ترجمہ: اور دارالاسلام میں یہود و نصاریٰ کو اپنا جدید عبادت خانہ بنانا جائز نہیں اگر پرانا ٹوٹ جائے تو اس کو دوبارہ بنا سکتے ہیں اور جو ذمی دارالاسلام میں رہتے ہوں ان سے یہ عہد لے لیا جائے کہ ان میں اور مسلمانوں میں تمیز ہونے کے لیے وہ اپنے لباس میں اور سواریوں

میں اور زینوں میں اور ٹوپیوں میں کوئی نشان رکھیں (کہ جس سے یہ ذمی معلوم ہو جایا کریں) اگر کسی نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا یا کسی مسلمان کو قتل کر دیا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کچھ گستاخی کر دی یا کسی مسلمان عورت سے زنا کر لیا تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا (یعنی وہ ذمی ہونے کے حکم سے نہیں نکلے گا)

عہد بغیر اس کے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی دار الحرب میں چلا جائے یا چند آدمی (باغی ہو کر) کسی موضع پر غلبہ کر کے ہم سے لڑنے کو تیار ہو جائیں اور جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے یعنی مرتد ہو جائے تو اسے اسلام کی ہدایت کی جائے اور اگر کسی قسم کا شبہ ہو تو اسے (شافی جواب دے کر) رفع کر دیا جائے (اور اگر پھر بھی مسلمان نہ ہو تو) اسے تین دن قید میں رکھا جائے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے پس اگر (دوبارہ) اسلام کی ہدایت کرنے سے پہلے ہی کسی نے اسے قتل کر دیا تو اس نے برا کیا اور اُس قاتل کے ذمہ کچھ نہیں ہے (یعنی نہ اس کے ذمہ قصاص ہے نہ اور دیت ہے) لیکن کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ وہ قید کر دی جائے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے (یا قید خانہ ہی میں پڑھ کر مر جائے) اور مسلمان کے مرتد ہونے سے اس کی ملک زائل ہو جاتی ہے (وہ اپنے مال کا مالک نہیں رہتا) اور یہ زوال موقوف رہتا ہے پھر اگر وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی ملک پھر ویسے ہی ہو جاتی ہے اور اگر مر گیا یا ارتداد ہی کی حالت میں قتل کر دیا گیا تو جو مال اس نے اسلام کی حالت میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا (یعنی وہ اس کے مالک ہو جائیں گے) اور جو اس کی ارتداد کی حالت کی کمائی ہو گی وہ فے ہو جائے گی اور اگر کوئی مرتد ہو کے دار الحرب میں چلا گیا اور اس کے دار الحرب میں چلے جانے پر حاکم نے حکم کر دیا۔ تو اس کے مدبر غلام اور ام ولد لونڈیاں سب آزاد ہو جائیں گے اور جن لوگوں پر اس کا قرض ہو گا وہ ان کے لیے حلال ہو جائے گا اور اس کی اسلام کی حالت میں کمائی اس کے مسلمان وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گی اور جو اس کے ذمہ اسلام کی حالت میں قرض ہوا ہو گا وہ اسلام ہی کی حالت کی کمائی سے ادا کر دیا جائے گا اور جو قرض اس کے ذمہ ارتداد کی حالت میں ہوا ہو گا وہ ارتداد ہی کی حالت کی کمائی سے ادا کر دیا جائے گا۔

فائدہ : یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مطلق قرض مطلق مال سے ادا کر دیا جائے گا اور یہ تخصیص نہ ہوگی کہ اسلام کی حالت کا قرض اسی حالت کی کمائی سے ادا کیا جائے اور ارتداد کی حالت کا قرض اسی حالت کی کمائی سے ادا کیا جائے اور جو کچھ بچے وہ وارثوں کو مل جائے گا۔

ترجمہ: اگر کسی نے مرتد ہونے کی حالت میں کوئی چیز فروخت کی یا خریدی یا اپنے مال میں اور کوئی تصرف کیا (یعنی کسی کو کچھ ہبہ وغیرہ کر دیا) تو اس کا یہ ہر ایک تصرف موقوف رہے گا اگر وہ پھر مسلمان ہو گیا تو یہ سب تصرفات درست ہو جائیں گے اور اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا یا دارالحرب میں چلا گیا تو یہ سب باطل (اور ناجائز) ہو جائیں گے۔ اگر کسی مرتد کے دارالحرب میں چلے جانے پر حاکم نے حکم لگا دیا تھا اور وہ پھر مسلمان ہو کے دارالاسلام میں چلا آیا تو یہ اپنا جو مال بعینہٖ اپنے وارثوں کے پاس دیکھے ان سے لے لے۔

مرتد عورت اپنے ارتداد کی حالت میں جو تصرف اپنے مال میں کرے گی اس کا تصرف جائز ہوگا (کیونکہ وہ اس کی ملک ہے اور اس کے مرتد ہونے سے اس کی ملک زائل نہیں ہوتی) اور خاندان بنی تغلب کے نصاریٰ کے مال کی زکوٰۃ مسلمانوں کی زکوٰۃ سے دو چند لی جائے اور ان کی عورتوں سے بھی لی جائے اور ان کے بچوں سے نہ لی جائے اور جو مال امام نے خراج اور جزیہ اور بنی تغلب سے لے کر جمع کیا ہو یا جو اہل عرب نے امام کے پاس تحفۃً بھیجا ہو یہ سب مسلمانوں کی بہتری میں صرف کیا جائے یعنی اس سے مسلمانوں اور کفار کے درمیان میں کفار کے بند ہونے کی حدیں بنائی جائیں اور دریاؤں کے پل تیار کرائے جائیں اور مسلمانوں کے قاضیوں اور عالموں اور علماء کو اس قدر دیا جائے جو ان کی ضروریات کو کافی ہو اور غازیوں اور ان کی اولاد کو بھی روزینہ اسی میں سے دیا جائے۔

باب بغاوت کے بیان میں

اور جب مسلمانوں کی کوئی قوم (امام کے حکم کے خلاف) کسی شہر پر چڑھائی کرے اور امام کی اطاعت سے نکل جائے تو اس کو امام مسلمانوں کی جماعت میں لوٹ آنے کی ہدایت کرے اور ان کے شبہ کو (شافی جواب دے کر) رفع کرے اور ان سے جنگ کرنے میں خود امام ابتدا نہ کرے یہاں تک کہ وہی ابتدا کریں پھر اگر وہ ابتداء کر لیں

3

تو امام ان سے جنگ کرے یہاں تک کہ ان کا جتھا ٹوٹ جائے اور اگر ان کی دوسری اور بھی جماعت ہے (یعنی ان کی دو جماعتیں ہیں ایک لڑتی ہے اور دوسری تیار کھڑی ہے) تو ان کے زخمیوں کو گرفتار کرنے اور جو بھاگیں ان کا تعاقب کرے اور اگر دوسری جماعت نہیں ہے تو نہ ان کے زخمیوں کو گرفتار کرے اور نہ بھاگے ہوؤں کا تعاقب کرے اور نہ ان کی اولاد کو قید کرے اور نہ ان کا مال تقسیم کیا جائے اور ان کے ہتھیاروں سے جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس وقت کہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو (کہ اور ہتھیار ان کے پاس نہ ہوں) اور ان کے مال کی حفاظت امام کرے اور ان کو نہ دے اور نہ اسے تقسیم کرے ہاں جب وہ (اس بغاوت سے) توبہ کرلیں تو ان کا مال انہی کو دے دیا جائے۔

جو خراج اور عشر ان باغیوں نے ان شہروں سے وصول کرلیا ہو کہ جن پر انہوں نے چڑھائی کی تھی تو امام ان سے دوبارہ نہ لے پس اگر انہوں نے اس موقع پر صرف کر دیا ہے تو جس سے وہ مال لیا گیا تھا وہ بری الذمہ ہے اور اگر انہوں نے موقع پر خرچ نہیں کیا تو دیانۃً ان پر واجب ہے کہ دوبارہ دیں۔

فائدہ: دیانت کے یہ معنی ہیں کہ حاکم ان سے مطالبہ نہ کرے بلکہ وہ خود ہی اس وجہ سے دوبارہ دے دیں کہ وہ مال مستحق کو نہیں پہنچا۔

کتاب الحظر والاباحۃ

ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان

ترجمہ: مردوں کو ریشمی کپڑا پہننا جائز نہیں ہے اور عورتوں کو جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا تکیہ لگانا جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تکیہ لگانا بھی مکروہ ہے اور ان کے نزدیک لڑائی کے وقت ریشم اور دیبا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (لڑائی کے وقت بھی پہننا) مکروہ ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑائی میں ریشم اور دیبا کا پہننا اس وقت مکروہ ہے کہ خالص ریشم ہی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو خالص ریشم کے پہننے سے

آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اور آپ نے کچھ تفصیل نہیں کی دوسرے یہ کہ لڑائی میں بھی اور کپڑا کام دے سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی ضرورت نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی لڑائی میں خاص ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ اس میں تلوار کاٹ نہیں کرتی دوسرے دشمن کو بھی اس سے ہیبت ہوتی ہے۔

امام صاحب اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ضرورت تو مخلوط کپڑے سے بھی رفع ہو سکتی ہے یعنی جس کا بانا ریشم کا ہو اور تانا سوت کا۔ ایسے کپڑے کا پہننا بالاجماع مکروہ نہیں ہے۔

ذکره الخجندی.

ترجمہ: ملحم کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس کا بانا ریشم کا ہو اور تانا سوت وغیرہ کا۔ اور مردوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر انگوٹھی اور پیٹی اور تلوار کا زیور چاندی کا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور عورتوں کو چاندی سونا پہننا جائز ہے اور لڑکے کو سونا اور ریشم پہننا مکروہ ہے۔ اور چاندی سونے کے برتن میں مردوں اور عورتوں سب کو کھانا پینا۔ تیل اور خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ اور شیشہ، رانگ، بلور، عقیق کے برتن کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ان برتنوں کا استعمال کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ تفاخر میں یہ بھی چاندی سونے کے حکم میں ہیں اور ہمارا قول یہ ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ چاندی سونے کے برتنوں کے سوا اور برتنوں میں اہل عرب کی عادت تفاخر کی نہ تھی ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: جن برتنوں پر چاندی کا ملمع ہو ان میں پینا اور جن زینوں پر چاندی کا ملمع ہو ان پر سوار ہونا اور جس تخت پر چاندی ملمع ہو اس پر بیٹھنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور قرآن شریف میں دس آیتوں کے بعد نشان لگانا اور نقطے لگانا مکروہ ہے (مگر اس زمانے میں نقطے لگانا جائز ہے) اور قرآن شریف کو سونے چاندی سے آراستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قرآن شریف کی تعظیم اور بزرگی مقصود ہوتی ہے البتہ بطور

ریااور زینتِ دنیا کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔(حاشیہ)

ترجمہ: سونے کے پانی سے مسجد میں نقش ونگار کرنا جائز ہے۔

فائدہ: مگر نہ کرنا بہتر ہے۔ خجندی نے لکھا ہے کہ اگر یہ خرچ مسجد کی آمدنی میں سے نہیں ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اس مسجد کا متولی اس کا ضامن ہوگا۔(حاشیہ)

ترجمہ: خصی سے خدمت لینی مکروہ ہے اور چوپاؤں کو خصی کرنے اور گدھے کو گھوڑی پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہدیہ اور اذن میں غلام اور لڑکے کے قول کا اعتبار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے کہ جب غالب ظن ہو کہ یہ سچ ہی کہتے ہیں اور اگر غالب ظن یہ نہ ہو تو جائز نہیں۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔

ترجمہ: اور معاملات میں فاسق کے قول کا اعتبار کر لیا جائے۔

فائدہ: معاملات سے مراد یہ ہے مثلاً وکالت' مضاربت' تجارت کی اجازت اور یہ بھی اسی وقت ہے کہ جب غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچا ہے اور اگر غالب گمان اس کے جھوٹے ہونے پر ہو تو اس کے کہنے پر عمل نہ کیا جائے۔(حاشیہ)

ترجمہ: اور دیانات میں عادل کے سوا اور کسی کا قول معتبر نہ ہوگا۔

فائدہ: برابر ہے کہ وہ عادل آزاد ہو یا غلام ہو یا لونڈی ہو اور دیانات سے مراد یہ ہے مثلاً پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینا۔(حاشیہ)

ترجمہ: مرد کو اجنبی عورت کا بدن دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے پس اگر کوئی شہوت ہو جانے سے بے بس ہو تو وہ غیر عورت کا چہرہ بھی نہ دیکھے ہاں کسی ضرورت کی وجہ سے (دیکھ لینا جائز ہے) اور جب قاضی کسی عورت پر حکم لگانا چاہے یا گواہ کسی عورت پر گواہی دینی چاہے تو انہیں اس عورت کا چہرہ دیکھ لینا جائز ہے اگرچہ شہوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

طبیب کو عورت کے مرض کی جگہ کو دیکھنا جائز ہے اور مرد مرد کے سارے جسم کو دیکھ سکتا ہے (یعنی سارا جسم دیکھنا جائز ہے سوائے ستر عورت کے یعنی) سوائے ناف سے لے کر

گھٹنے تک کے درمیانی جسم کے اور جس قدر مرد کو عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے اسی قدر عورت کو مرد کا جسم دیکھنا جائز ہے۔ اور عورت کو عورت کا اس قدر جسم دیکھنا جائز ہے جس قدر مرد کو مرد کا جسم دیکھنا جائز ہے (یعنی عورت کو بھی دوسری عورت کی ستر عورت دیکھنا جائز نہیں ہے) اور مرد کو اپنی بیوی اور اپنی اس لونڈی کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے جو اس کے لیے حلال ہو۔ اور مرد کو اپنی محرم عورتوں کے منہ اور سر' سینہ' دونوں پنڈلیوں' دونوں بازوؤں کو دیکھنا جائز ہے اور ان کی پشت اور پیٹ اور رانوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: محارم وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا ہمیشہ حرام ہے برابر ہے کہ نسب کی وجہ سے ہو یا کسی سبب یعنی رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے ہو۔ کذا فی الہدایہ۔

ترجمہ: اور عورت کا جس قدر جسم مرد کو دیکھنا جائز ہے اس کو مس کرنا بھی جائز ہے اور مرد کو جس قدر اپنی محرم عورتوں کا جسم دیکھنا جائز ہے اسی قدر غیر کی لونڈی کا جسم بھی دیکھنا جائز ہے اور جب اسے خریدنا چاہے تو اس کے مس کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ شہوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

خصی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا مثل مرد کے دیکھنے کے ہے اور غلام کو اپنی مالکہ کے جسم کو دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اس قدر جسم کے کہ جتنا غیر مرد کو اس عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے۔ اور اپنی لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا (یعنی نطفہ کو باہر گرانا) جائز ہے اور اپنی بیوی سے اس کی اجازت بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے اور غلہ اور چوپایوں کے چارہ کو گراں ہونے کے قصد سے روک لینا ایسے شہر میں مکروہ ہے کہ جہاں اس سے اس شہر کے باشندوں کو تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی اپنی زمین کے غلہ کو روک لے یا اس غلہ کو جو کسی اور شہر سے کوئی اور لایا ہو تو یہ روک لینے میں داخل نہیں ہے اور بادشاہ کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے سے لوگوں پر کوئی نرخ مقرر کر دے اور فتنہ و فساد کے دنوں میں ہتھیار کا فروخت کرنا مکروہ ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ انگور کا شیرہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کی بابت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اس سے شراب بنائے گا۔

کتاب الوصایا

وصیتوں کا بیان

ترجمہ: وصیت کرنی واجب (یعنی ضروری) نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

فائدہ: یعنی کسی اجنبی کے لیے اگر موصی چاہے تو وصیت کر دینی مستحب ہے نہ کہ وارث کے لیے۔ اور دین وصیت اور میراث پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ دین کو ادا کرنا واجب ہے اور وصیت مستحب ہے اور واجب مستحب سے مقدم ہوتا ہے پھر یہ دونوں میراث سے مقدم ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے میراث کو ان دونوں کے بعد ثابت کیا ہے چنانچہ فرمایا: ''**مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا اَوْدَيْنٍ**''. **کذافی الجوهرة النیرة.**

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ٭ ترجمہ: اور وارث کے واسطے وصیت کرنی جائز نہیں ہاں (اگر مورث کے مرنے کے بعد) سارے وارث اس کو جائز رکھیں۔

فائدہ: وصیت کے جائز نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**اِنَّ اللّٰـــه اعطیٰ کل ذی حق حقه الا لاوصیة لوارث**'' یعنی اللہ پاک نے ہر حق دار کو حق دے دیا (یعنی مقرر کر دیا ہے) لہٰذا وارث کے واسطے وصیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے چونکہ ممانعت وارثوں ہی کے حق کی وجہ سے ہے اس لیے اگر وہ خود ہی جائز رکھیں تو جائز ہو جائے گی۔ **کذا فی المعتبرات.**

ترجمہ: اور تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنی جائز نہیں ہے اور نہ قاتل کے واسطے کرنی جائز ہے اور مسلمان کو کافر کے واسطے اور کافر کو مسلمان کے واسطے کرنی جائز ہے۔

وصیت کا اجراء کب ہوگا ٭ اور وصیت (موصی کے) مرنے کے بعد قبول کی جائے پس اگر موصی لہٗ نے اس کی زندگی میں قبول کر لی یا رد کر دی تو یہ باطل ہے۔

ترجمہ: یعنی اس وقت نہ اس کے قبول کرنے کا اعتبار ہے اور نہ رد کرنے کا۔ کیوں کہ اس کے ثبوت کا وقت موصی کے مرنے کے بعد ہے اور واضح رہے کہ وصیت میں تین شخص ہوتے

ہیں ایک موصٰی یعنی وصیت کرنے والا دوسرا موصٰی لہٗ یعنی جس کے واسطے وصیت کی جائے تیسرا وصی یعنی جو وصیت کی تعمیل کرے۔ آئندہ مسائل کے لیے ان الفاظ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ وصیت تہائی سے کم کی کرے۔

وصیت کے متفرق مسائل ٭ اور جب کسی نے کسی شخص کو وصیت کی اور موصٰی لہٗ کے سامنے اس وصی نے اس وصیت کو قبول کرلیا اور اس کے پس پشت اس کا انکار کر دیا تو یہ انکار معتبر نہ ہوگا اور اگر اس کے سامنے ہی انکار کر دیا ہے تو اس کا انکار معتبر ہو جائے گا اور موصٰی بہ (یعنی جس چیز کی وصیت کی گئی ہو وہ) قبول کرنے سے (موصٰی لہٗ کی) ملک میں آتی ہے مگر ایک مسئلہ میں (بغیر قبول کیے بھی ملک میں آ جاتی ہے) اور وہ یہ ہے کہ موصٰی (وصیت کر کے مر گیا پھر موصٰی لہٗ بھی (موصٰی بہ کے) قبول کرنے سے پہلے مر گیا تو اس صورت میں موصٰی بہ اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہو جائے گی۔

فائدہ: یہ صورت خلاف قیاس یعنی استحسان ہے ورنہ قیاس یہی چاہتا تھا کہ یہ وصیت باطل ہو جاتی کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ملک قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے پس یہ ایسی صورت ہوگئی کہ جیسے مشتری عقد بیع کرنے کے بعد مبیع کو قبول کرنے سے پہلے مر جائے اور اس استحسان کی وجہ یہ ہے کہ موصٰی کی طرف سے اس کے مر جانے کے باعث یہ وصیت پوری ہو چکی ہے کہ اب اس کی طرف سے یہ کسی طرح فسخ نہیں ہوسکتی اور اس میں توقف فقط موصٰی لہٗ کی حق کی وجہ سے تھا جب وہ مر گیا تو اب یہ اس کی ملک میں آ گئی جیسا کہ اس بیع میں ہوتا ہے کہ جس میں مشتری کو خیار شرط ہو اور وہ اس بیع کو جائز رکھنے سے پہلے مر جائے۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی نے کسی غلام یا کافر یا فاسق کو وصیت کر دی (یعنی اپنا وصی مقرر کرلیا) تو قاضی کو چاہیے کہ ان کو وصیت سے خارج کرا کے اور آدمیوں کو ان کے قائم مقام کر دے اگر کسی نے اپنے غلام کو کوئی وصیت کر دی اور (اس کے) وارثوں میں عاقل بالغ (وصی بننے کے قابل) تھے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی۔ اگر کسی نے ایسے شخص کو وصیت کی کہ جو اس وصیت کو انجام نہیں دے سکتا تو قاضی کو چاہیے کہ (اس کام کے لائق) کسی اور کو اس کی امداد کے لیے مقرر کرے۔

اگر کسی نے دو آدمیوں کو وصیت کی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ان

میں سے ایک کو بلا موجودگی دوسرے کی (اس وصیت میں) تصرف کرنا جائز نہیں ہے سوائے میت کا کفن خریدنے اور اس کی تجہیز (وتکفین) کرنے اس کی چھوٹی اولاد (یعنی نابالغ) کو کھانے کپڑے کا خرچ دینے اور معین امانت کو واپس دے دینے اور کسی خاص وصیت کو پورا کر دینے اور اس کے کسی معین غلام کو آزاد کر دینے اور قرض ادا کرنے اور اس میت کے حقوق میں نالش وغیرہ کرنے کے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کاموں میں دونوں کا اکٹھا ہونا ذرا مشکل ہے کیونکہ یہ کام ان دونوں سے ایک حالت میں پورے نہیں ہو سکتے اس لیے کہ جب یہ دونوں اکٹھے گفتگو کریں گے تو یہ بھی سمجھ میں نہ آئے گا کہ دونوں کیا کیا کہہ رہے ہیں ہاں جب ان کاموں کا اختتام ہو کر کسی چیز پر قبضہ ہونے کی نوبت آئے تو ان میں سے ایک کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ دوسرے کی اجازت کے بغیر قبضہ کرے بلکہ دونوں کی رائے ہونی ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر کام میں ہر ایک کا فعل مثل دونوں کے ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی نے دو آدمیوں کے لیے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی اور وارثوں نے اس (دو تہائی مال کی وصیت) کو منظور نہ کیا تو فقط ایک تہائی مال ان دونوں میں نصف نصف کر دیا جائے گا اور اگر ایک کے لیے ایک تہائی حصہ کی وصیت کی تھی اور دوسرے کے لیے چھٹے حصے کی تو ایک تہائی میں سے دو حصے ایک کو دے دیئے جائیں اور ایک حصہ ایک کو (یعنی ایک تہائی اس کی وصیت کے مطابق تقسیم کر دی جائے اور اگر کسی نے ایک آدمی کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کی اور دوسرے کے لیے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسے منظور نہ کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک تہائی کے چار حصے کر کے ان دونوں کو دے دیئے جائیں (یعنی تین حصے اس کو جس کے لیے سارے مال کی وصیت کی تھی اور ایک حصہ اس کو جس کے لیے ایک تہائی کی، کی تھی) اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ایک تہائی دونوں میں نصفا نصف کر دی جائے اور امام صاحب کے نزدیک موصیٰ لہٗ کو تہائی سے زیادہ نہیں دیا جاتا۔ سوائے ان تین صورتوں، محابات، سعایت دراہم مرسلہ کے۔

فائدہ: محابات اصل میں بیع میں مساہلت کرنے کو کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص

کے دو غلام تھے ایک غلام کی قیمت بارہ سو تھی اور دوسرے کی چھ سو۔ ان غلاموں کے مالک نے یہ وصیت کی کہ میرا ایک غلام تو سو روپیہ میں مثلاً زید کو دیا جائے اور دوسرا سو ہی میں عمرو کو تو اس صورت میں ایک کے لیے ایک ہزار کی محابات ہے دوسرے کے لیے پانچ سو کی اور یہ سب وصیت ہے کیونکہ بیماری کی حالت میں ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی مال سے نکل سکے یعنی اس کے سوا دو حصے مال اور ہو تو یہ وصیت جائز ہو جائے گی اور اگر یہ تہائی مال سے نہیں نکل سکتا یعنی اس طرح پر کہ ان دونوں کے سوا اور مال اس کے پاس نہیں ہے اور وارثوں نے اس کو منظور نہیں کیا تو ان کی محابات تہائی مال میں جائز ہو جائے گی اور وہ تہائی ان دونوں میں وصیت کے موافق تقسیم کر دیا جائے گا یعنی اس بیع میں چار سو ایک کو اور دو سو دوسرے کو چھوڑ دیں گے اور باقی قیمت ان سے وصول کر لیں گے اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کے آزاد کرنے کی وصیت کی تھی جن میں ایک کی قیمت ایک ہزار تھی اور دوسرے کی دو ہزار اور موصٰی کے پاس بجز ان دو غلاموں کے اور مال نہیں ہے اگر اس وصیت کو وارثوں نے منظور کر لیا تو یہ دونوں غلام بالکل آزاد ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے منظور نہیں کیا تو یہ دونوں ایک تہائی سے آزاد ہو جائیں گے اور اس کا ایک تہائی مال ایک ہزار ہے پس یہ ایک ہی ہزار وصیت کے موافق ان دونوں میں ہو گا یعنی ایک ہزار کے دو حصے اس کے ہیں جس کی قیمت دو ہزار تھی اور باقی قیمت یہ دونوں محنت مزدوری کر کے وارثوں کو ادا کریں گے۔

اور دراہم مرسلہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو دو ہزار اور دوسرے کو ایک ہزار درہم دینے کی وصیت کی اور اس کا تہائی مال ایک ہی ہزار درہم ہیں اور وارثوں نے یہ وصیت منظور نہیں کی تو اس صورت میں وہ ایک تہائی درہم ان دونوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے کیونکہ ماتن کا مطلب یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے لیے وصیت کم و بیش ہو اور تہائی مال سے ہر وصیت کم ہو یا برابر ہو تو اس تہائی میں سے دونوں کو وصیت کے موافق کم و بیش ملے گا۔

اور اگر وصیت تہائی سے زیادہ ہے تو اب ایک تہائی میں سے دونوں کو برابر حصہ ملے گا مثلاً ایک کو ایک تہائی کی وصیت کی تھی اور دوسرے کو دو تہائی کی یا کل کی تو اس صورت میں دونوں کو ایک تہائی میں نصفا نصف ملے گا کسی کو زیادہ نہ ملے گا ہاں ان تین صورتوں میں زیادہ

والے کو زیادہ ملے گا اور کم والے کو کم۔ نہ یہ کہ تہائی سے زیادہ ملے گا بلکہ اس کے مقابل یعنی دوسرے موصٰی لہٗ سے زیادہ ملے گا۔ (حاشیہ وغیرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے وصیت کی اور جس قدر اس کے پاس مال ہے اتنا ہی اس کے ذمہ قرض بھی ہے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی ہاں اگر قرض خواہ قرض معاف کر دیں (یا قرض ادا ہو کر کچھ مال بچ جائے) اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کے حصہ کی (کسی کے لیے) وصیت کر دی تو یہ وصیت باطل ہے (کیونکہ یہ وصیت دوسرے کے مال میں ہے) اور اگر کسی نے اپنے بیٹے کے حصے کے برابر وصیت کی تو یہ جائز ہو جائے گی۔ پس اگر اس کے دو بیٹے ہیں تو اس موصٰی لہٗ کو ایک تہائی مال ملے گا اگر کسی نے اپنی بیماری میں اپنا غلام آزاد کر دیا یا فروخت کر دیا اور محابات کی (یعنی کم قیمت پر فروخت کیا) یا (کسی کو) ہبہ کر دیا تو (اس کے) یہ سب تصرفات درست ہوں گے اور تہائی مال میں معتبر سمجھے جائیں گے اور سب موصٰی لہٗ اس تہائی مال میں شریک ہوں گے (یعنی اس کے سوا اور مال کے مستحق نہ ہوں گے) اگر کسی نے پہلے محابات کی اور پھر آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک محابات اولیٰ ہے اور اگر پہلے آزاد کر دیا تھا اور اس کے بعد محابات کی تو یہ دونوں برابر ہیں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں آزادی اولیٰ ہے۔

اگر کسی نے اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیت کی تو اس کو اس کے برابر دیا جائے گا۔ کہ وارثوں میں جس کا حصہ سب سے کم ہوگا ہاں اگر (اس کے برابر دینے میں) چھٹے حصے سے کم آتا ہو تو چھٹا حصہ پورا کر دیا جائے گا (اور اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا) اگر کسی نے (کسی کے واسطے) اپنے مال کے ایک جزء کی وصیت کی تھی تو وارثوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم جتنا چاہو اسے دلا دو (کیونکہ جزء مجہول ہے تھوڑے بہت سب کو شامل ہے) اگر کسی نے حقوق خداوندی کی چند وصیتیں کیں تو ان میں سے فرائض کو اور وصیتوں سے مقدم رکھا جائے گا برابر ہے کہ موصٰی نے (بیان کرنے میں) ان کو پہلے بیان کیا ہو یا پیچھے بیان کیا ہو مثلاً حج، زکوٰۃ کفارات (مقدم ہوں گے) اور جو چیزیں واجب نہیں ہیں ان میں سے جس کو موصٰی نے پہلے بیان کیا ہوگا اسی کو پہلے پورا کیا جائے گا۔

اگر کسی نے (اپنی طرف سے) حج کرنے کی وصیت کی تھی تو اسی شہر (کے یعنی اس کی سکونت کی جگہ) سے حج بدل کرنے والے کو روانہ کریں اور وہ سواری پر جائے پس اگر وصیت کا مال اتنا نہیں ہے جو خرچ کو کافی ہو تو جہاں سے حج ہو سکے وہیں سے کرا دیا جائے (اس وقت اس کے شہر سے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے) اگر کوئی شخص حج کو روانہ ہوا تھا اور وہ راستہ میں مر گیا مگر اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کر گیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی طرف سے حج اس کی سکونت کی جگہ سے کیا جائے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جہاں وہ مرا ہے وہیں سے کیا جائے لڑکے اور مکاتب کی وصیت درست نہیں ہے اگر چہ وہ اس قدر مال کو چھوڑ کر مرے کہ جو وصیت کو کافی ہو اور موصٰی کو (اپنی) وصیت سے پھر جانا جائز ہے اور جب کوئی صریح الفاظ کے ساتھ پھر گیا (یعنی صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ میں اپنی وصیت کو واپس لیتا ہوں) تو یہ پھر جانا محقق ہو جائے گا اور اگر وصیت (کر کے اس) کا انکار کرتا ہے تو یہ (امام محمدؒ کے نزدیک) پھرنا نہیں ہوگا۔

فائدہ: اس کی یہ وجہ ہے کہ ایک چیز سے پھر جانا تو پہلے اس چیز کے ہونے کو مقتضی ہے اور ایک چیز کا انکار کرنا اس کے پہلے ہی سے نہ ہونے کو مقتضی ہے پس اگر انکار کو پھر جانا قرار دیا جائے تو پہلے وصیت کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کو مقتضی ہوگا اور یہ محال ہے کہ ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ بھی پھر جانا ہے اس کو مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ اور عون کی روایت کے مطابق یہی ائمہ ثلثہ کا قول ہے لیکن متون سب کے سب امام محمدؒ کے قول پر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ **کما فی المجمع**.

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے پڑوسیوں کے واسطے وصیت کی تھی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ پڑوسی مراد ہوں گے جو (اس موصٰی کے مکان سے) ملے ہوئے ہوں (اور صاحبینؒ کے نزدیک کل اہل محلّہ مراد ہوں گے) اگر کسی نے اپنے سسرال والوں کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کے واسطے ہوگی اگر کسی نے اپنے دامادوں کے واسطے وصیت کی تھی تو جو عورتیں اس موصٰی کے ذی رحم محرم ہیں یہ وصیت ان سب کے شوہروں کے واسطے ہوگی۔ اور اگر کسی نے اپنے قرابت داروں کے واسطے وصیت کی (یعنی یہ کہہ دیا کہ میرا

تہائی مال میرے قرابت داروں کو دیا جائے) تو یہ وصیت ان قرابت داروں کے لیے ہوگی جو اس کے ذی رحم محرم میں سب سے زیادہ قریب ہیں اور ماں باپ اور اس کے بچے اس میں شمار نہ ہوں گے یہ وصیت دو اور دو سے زیادہ کے لیے ہوگی۔

فائدہ: ان کا شمار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قرابت داری کا لفظ اس آدمی پر بولا جاتا ہے جو کسی اور کے ذریعہ سے قریب ہوا ہو اور ماں باپ اصل قرابت ہیں اسی طرح اولاد بھی خود ہی قریب ہوتی ہے ان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اس لیے قرابت داری کا لفظ ان کو شامل نہیں ہے اور دوسری دلیل ان کے اس میں شمار نہ ہونے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقربین کا والدین پر عطف کیا ہے اور معطوف معطوف علیہ سے مغایر ہوتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جب کسی نے یہی (یعنی اپنے قرابتداروں ہی کے واسطے) وصیت کی۔ اور اس کے دو چچا اور دو ماموں ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ وصیت دونوں چچاؤں کے لیے ہوگی اور اگر ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف مال (وصیت کا) ایک چچا کا ہوگا اور نصف دونوں ماموؤں کا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ وصیت ان سب کے واسطے ہوگی کہ جو اسلام میں اس کے جد امجد کی طرف منسوب ہیں (یعنی اس کے جد امجد کی اولاد کہلاتے ہیں) اور اگر کسی نے کسی کے واسطے اپنے تہائی روپیہ یا اپنی تہائی بکریوں کے دینے کی وصیت کی تھی اور ان بکریوں یا روپوں سے دو تہائی بھر تلف ہو گئے اور ایک ہی تہائی رہ گئے اور سوائے ان روپوں یا بکریوں کے (اور) جو مال اس کا باقی رہ گیا ہے اس سب کو ملا کر یہ اس کے تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ بقیہ سب روپے اور بکریاں اس موصیٰ لہٗ کی ہوں گی اگر کسی نے اپنے ایک تہائی کپڑوں کی وصیت کی تھی پھر ان میں سے دو تہائی تلف ہو گئے اور ایک تہائی رہ گئے اور یہ اس کے کل باقی ماندہ مال کی تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ موصیٰ لہٗ انہیں کپڑوں کا مستحق ہوگا کہ جو تہائی رہ گئے ہیں۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کپڑے مختلف قسم کے ہوں اور اگر سارے ایک ہی قسم کے ہیں تو وہ روپوں کے حکم میں ہیں۔ حاشیہ۔

: اگر کسی نے کسی کے لیے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی تھی اور اس کا مال (دو قسم کا

ہے) نقد بھی ہے اور لوگوں پر قرض بھی ہے تو اگر نقد روپیہ اتنا ہے کہ اس کی تہائی میں سے ایک ہزار روپیہ نکل سکتے ہیں تو موصٰی لہٗ کو اس نقد ہی سے دے دیئے جائیں گے اور اگر اس کی تہائی میں سے نہیں نکل سکتے تو نقدی کی تہائی اسے دے دی جائے گی اور جب کبھی قرض وصول ہوا کرے وہ اس میں سے تہائی لے لیا کرے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ (اپنے) ایک ہزار (روپے) پورے کرلے۔

حمل اور حمل کے واسطے وصیت کرنی جائز ہے لیکن اس وقت کہ جب وہ حمل وصیت کے دن سے لے کر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو جائے (اور اگر زیادہ میں ہو تو ناجائز ہے) اور اگر کسی نے کسی کے لیے ایک لونڈی کی وصیت کی اور حمل کو مستثنیٰ کرلیا تو یہ وصیت اور استثناء دونوں درست ہوں گے (لونڈی موصٰی لہٗ کی ہوگی اور حمل موصٰی کے وارثوں کا) اگر کسی نے لونڈی کی وصیت کی تھی اور موصٰی لہٗ نے ابھی اس کو قبول نہیں کیا تھا کہ موصٰی کے مرنے کے بعد اس لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا پھر موصٰی لہٗ نے اس کو قبول کرلیا اور یہ دونوں (یعنی لونڈی اور اس کا بچہ) اس موصی کے تہائی (مال) سے نکل سکتے ہیں تو یہ دونوں موصٰی لہٗ کے ہوں گے اور اگر تہائی سے نہیں نکل سکتے تو صاحبینؒ کے نزدیک کل مال کا تہائی اس بچہ اور لونڈی میں نصفا نصف دیا جائے۔

فائدہ: یعنی اس بچہ اور لونڈی کی قیمت کر کے باقی مال میں شامل کردیں اور پھر ان دونوں کی قیمت کے برابر لے کر موصٰی لہٗ کو دے دیں۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اوّل تہائی مال لونڈی سے پورا کریں اگر کچھ بچ رہے (یعنی لونڈی سے پورا نہ ہو سکے) تو وہ بچہ سے وصول کریں اپنے غلام کی خدمت اور اپنے مکان کی سکونت کی وصیت کرنی جائز ہے۔ جب کہ اس خدمت اور سکونت کی مدت معین ہو۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی یہ وصیت کر جائے کہ فلاں شخص میرے مکان میں برس یا دو برس رہے یا میرا غلام برس یا دو برس اس کی خدمت کرے تو اس مدت معین کے سوا یہ وصیت درست ہے۔

ترجمہ: اور یہ ہمیشہ کو جائز ہے (یعنی اگر کوئی اپنے غلام کی ساری عمر کی خدمت کی وصیت کر دے تو یہ بھی درست ہے) پس اگر (اس موصی کے) تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو اس کو خدمت کے لیے موصٰی لہٗ کے حوالے کر دیا جائے اور اگر سوائے اس غلام کے اور مال اس کے لیے نہیں ہے تو یہ غلام دو روز (اس موصی کے) وارثوں کی خدمت کرے اور ایک روز اس موصٰی لہٗ کی اور جب یہ موصٰی لہٗ مر جائے گا تو یہ غلام وارثوں ہی کا ہو جائے گا (یعنی موصٰی لہٗ کے وارثوں کا نہ ہو گا) اور اگر موصٰی لہٗ موصی (کے سامنے ہی یعنی اس) کی زندگی ہی میں مر گیا تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وصیت کا پورا ہو جانا موصی کے مرنے پر معلق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وصیت کو قبول کر لینا وصیت کے درست ہونے کی شرط ہے اور قبول کی شرط یہ ہے کہ موصی کے مرنے کے بعد ہو اور جب موصی اس سے پہلے ہی مر گیا تو یہ شرط معدوم ہو گئی لہٰذا اب مشروط کا وجود نہ ہو گا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی نے فلاں کی اولاد کے واسطے وصیت کی (یعنی یہ کہہ دیا کہ فلاں کی اولاد کو اتنا دینا) تو اس وصیت میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں برابر ہوں گے (کیونکہ اولاد کا لفظ دونوں کو شامل ہے) اگر کسی نے فلاں کے وارثوں کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت ان میں آیۃ ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے مطابق ہو گی (یعنی عورت سے مرد کا حصہ دو چند ہو گا) اگر کسی نے (مثلاً) زید اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی (یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ ان دونوں کو میرے مال میں سے تہائی دے دینا) اور عمرو اس وقت مر چکا تھا تو یہ تہائی مال سارا زید کا ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مر چکا ہے وہ موصٰی لہٗ نہیں ہو سکتا اس لیے وہ اس زندہ کا مزاحم نہ ہو گا کہ جو موصٰی لہٗ ہو سکتا ہے جیسا کہ جب کوئی ایک آدمی اور ایک دیوار وغیرہ کے واسطے وصیت کر دے تو یہ وصیت بھی ساری اس آدمی ہی کے لیے ہوتی ہے اس وجہ سے کہ دیوار وغیرہ میں سے اس کی قابلیت نہیں ہے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب موصی کو عمرو کا مرنا معلوم نہ ہو گا تو زید کو اس تہائی مال کا نصف ملے گا کیونکہ موصی کے

نزدیک عمرو کے لیے یہ وصیت درست تھی اس لیے کہ اسے اس کا مرنا معلوم نہ تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس زندہ یعنی زید کو تہائی کا نصف ہی دینے پر راضی ہوا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اسے عمرو کا مرنا معلوم ہو جائے اور پھر وہ اس طرح وصیت کرے کیونکہ مردہ کے لیے وصیت کرنا لغو ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ اس زندہ ہی کو تہائی مال دینے پر راضی ہے۔ کذافی الهدایۃ

ترجمہ: اگر کسی نے یہ کہا کہ (یعنی اس طرح وصیت کی) میرا تہائی مال زید اور عمرو میں تقسیم کر دینا اور زید مر چکا تھا تو عمرو کو تہائی کا نصف ملے گا (کیونکہ تقسیم کا لفظ اشتراک کے لیے ہے اس لیے گویا اس نے یہ وصیت کی ہے کہ ان دونوں کو تہائی کا نصف نصف دینا) اگر کسی نے (کسی کے واسطے) اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور اس وقت اس کے پاس کچھ مال نہیں تھا پھر (وہ تندرست ہو گیا اور) اس نے کچھ مال کمایا تو اس کے مرنے کے وقت جو چیز اس کی ملکیت ہو گی اس کی ایک تہائی کا یہ موصٰی لہٗ مستحق ہو گا۔

فائدہ: اس کے مستحق ہونے کا یہ سبب ہے کہ وصیت ایسا عقد ہے جو موت کے بعد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا حکم بھی موت کے بعد ہی ہوتا ہے اس لیے مال کا ہونا موت کے وقت شرط ہے نہ کہ موت سے پہلے۔ (حاشیہ)

کتاب الفرائض

میراث وغیرہ کی تقسیم کا بیان

ترجمہ: مردوں میں سے جن کے وارث ہونے پر اجماع ہے وہ دس ہیں: بیٹا، پوتا اگرچہ نیچے کا ہو (یعنی پڑپوتا وغیرہ) باپ، دادا، اگرچہ بہت اوپر کا ہو (یعنی پردادا وغیرہ ہو) بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا، شوہر، آزاد کرنے والا، اور عورتوں میں سے (جن کے وارث ہونے پر اجماع ہے) سات ہیں: بیٹی، پوتی، ماں، سگی دادی یا نانی، بہن، بیوی، آزاد کرنے والی۔

فائدہ: دادی یا نانی اور آزاد کرنے والی کی میراث کا قرآن شریف میں ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی میراث ہونی حدیث سے ثابت ہوئی ہے کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات

کے بعد ایک صحابی کی دادی یا نانی اپنی میراث لینے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی تھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ میں تیری میراث کا ذکر کہیں نہیں ہے لہٰذا میں نہیں دلواسکتا۔ اسی وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی کھڑے ہوئے اور یہ بیان کیا کہ میرے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک شخص کی دادی یا نانی آئی تھی تو اس نے اپنی میراث کی درخواست کی تھی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھٹا حصہ دلایا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی اسے چھٹا حصہ دلا دیا اور آزاد کرنے والی کی میراث کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے آزاد کردہ اور اپنے اس بچہ کی وارث ہوسکتی ہے کہ جو زنا سے ہو۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: چار آدمی وارث نہیں ہوتے (یعنی انہیں ورثہ نہیں پہنچتا) ایک غلام دوسرے قاتل اس کا ورثہ نہیں لے سکتا کہ جس کو اس نے قتل کر دیا ہو تیسرے مرتد (یعنی جو اسلام سے پھر گیا ہو) چوتھے غیر دین والا (یعنی کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا) اور وارثوں کے وہ حصے جو قرآن شریف میں مقرر کیے گئے ہیں چھ ہیں۔ آدھا' چوتھائی' آٹھواں' تہائی' دو تہائی' چھٹا اور آدھا پانچ وارثوں کو ملتا ہے بیٹی کو اور پوتی کو لیکن پوتی کو اس وقت کہ جب صلبی بیٹی نہ ہو اور حقیقی بہن کو اور حقیقی بہن نہ ہو تو علاتی بہن کو (علاتی بہن وہ ہے جو باپ میں شریک ہو) اور شوہر کو اس وقت کہ جب میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ یا پڑپوتا وغیرہ نہ ہو اور چوتھائی حصہ شوہر کے لیے اس وقت ہے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ ہو اور بیوی کے لیے اس وقت ہے کہ میت کے اولاد نہ ہو نہ بیٹا ہو اور نہ پوتا وغیرہ۔

اور آٹھواں حصہ بیویوں کے لیے ہے جس وقت کہ میت کے (یعنی ان کے شوہر کے) اولاد یا پوتا پوتی ہو اور جن وارثوں کا اکیلے ہونے کی صورت میں آدھا حصہ مقرر ہے جس وقت وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں گے تو ان کا حصہ دو تہائی ہوگا سوائے شوہر کے اور تہائی حصہ ماں کے لیے ہے اس صورت میں کہ میت کے نہ بیٹا ہو نہ پوتا وغیرہ ہو اور نہ اس کے دو بھائی یا نہ دو بہنیں یا نہ ان سے زیادہ ہوں۔ اور ماں کے واسطے دو مسئلوں میں باقی کی تہائی مقرر ہے ایک مسئلہ تو یہ کہ شوہر اور ماں باپ وارث ہوں (یعنی ان کے سوا اور کوئی بیٹا وغیرہ میت کے نہ

ہوں) دوسرا یہ کہ بیوی اور ماں باپ وارث ہوں ان دونوں صورتوں میں شوہر یا بیوی کو حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچے گا اس کی تہائی ماں کو ملے گی اور یہی تہائی حصہ اخیافی بھائی اور بہنوں کا ہوتا ہے خواہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اس میں مرد اور عورتیں (یعنی بھائی اور بہنیں) برابر ہیں اور چھٹا حصہ سات آدمیوں کے لیے ہے (یعنی) ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ ہو اور جب میت کے بھائی، بہن، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو بھی چھٹا حصہ ماں کے لیے ہے اور دادی اور نانی اور دادا کے لیے بھی چھٹا حصہ ہے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا ہو اور جب میت کے ایک بیٹی ہو (اور پوتیاں ہوں) تو بھی چھٹا حصہ پوتیوں کو ملتا ہے اور اگر میت کے ایک حقیقی بہن ہو (اور چند علاتی بہنیں ہوں) تو علاتی بہنوں کا بھی چھٹا حصہ ہے اور اگر (فقط) ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو اس کا بھی چھٹا حصہ ہے اور ماں کے ہوتے دادیاں اور نانیاں ساقط ہو جاتی ہیں (یعنی میت کی ماں کے ہوتے ان کو ورثہ نہیں پہنچتا) اور (جب میت کے باپ ہو تو) باپ کے ہوتے دادا اور بھائی اور بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں اور اخیافی بہن بھائی چار (وارثوں) کے ہوتے ساقط ہو جاتے ہیں وہ چار یہ ہیں کہ میت کے بیٹا ہو یا پوتا ہو یا باپ ہو یا دادا ہو۔

جب بیٹیوں کو پورا دو تہائی مل جائے تو (یعنی وہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں کیونکہ اس صورت میں ان کا حصہ دو تہائی ہوتا ہے تو) پھر پوتیاں ساقط ہو جائیں گی (ان کو حصہ نہ ملے گا) ہاں اگر ان کے ساتھ یا ان سے نیچے کوئی لڑکا ہو (یعنی ان کا بھائی بھتیجا ہو) تو وہ ان کو اپنے ساتھ عصبہ کر لے گا اور جب حقیقی بہنیں (اپنا) دو تہائی حصہ لے لیں تو پھر علاتی بہنیں ساقط ہو جائیں گی (ان کا حصہ ورثہ میں نہ ہو گا) ہاں اگر ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ کر لے گا۔

باب العصبات

عصبی رشتہ داروں کا بیان

ترجمہ: عصبوں میں سب سے زیادہ قریب بیٹے ہوتے ہیں پھر ان کے بیٹے (یعنی اگر میت کے بیٹے نہ ہوں اور پوتے ہوں تو وہ عصبہ ہیں اگرچہ بہت دور کے ہوں (یعنی پڑپوتے وغیرہ دور کے ہوں) پھر باپ دادا پھر باپ کے بیٹے یعنی میت کے بھائی (اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر دادا کے بیٹے یعنی میت کے چچے (تائے اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر باپ کے دادا کے بیٹے (یعنی میت کے باپ کے چچے تائے) اور جب باپ کے بیٹے درجہ میں برابر ہوں تو ان میں سے زیادہ مستحق وہ ہوگا کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے (میت کا بھائی) ہو (مقصود یہ ہے کہ حقیقی بھائی علاتی بھائی پر مقدم ہوگا)

اور جب (میت کا) بیٹا اور پوتا اور بھائی اپنی اپنی بہنوں کے ساتھ ہوں تو ان میں مال کی تقسیم آیۃ ''للذکر مثل حظ الانثیین '' کے مطابق ہوگی (یعنی مرد کو عورت سے دو نا حصہ ملے گا) اور ان تینوں کے سوا جو اور قسم کے عصبہ ہوں ان میں میراث مردوں ہی کو ملتی ہے۔ عورتوں کو (یعنی ان کی بہنوں کو) میراث نہیں ملتی اور جب کسی کے نسبی عصبہ نہ ہو تو اس کا آزاد کرنے والا مولیٰ عصبہ ہے پھر مولیٰ کے عصبہ میں جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

باب الحجب

مقررہ حصہ سے کسی وجہ سے محروم ہونا

فائدہ: لغت میں حجب کے معنی منع کے ہیں اور علماء فرائض کی اصطلاح میں حجب اسے کہتے ہیں کہ ایک خاص شخص دوسرے کے ہونے کی وجہ سے میراث سے محروم ہو جائے اگر کل میراث سے محروم ہو تو اس کا نام حجب الحرمان ہے اور اگر میراث کے کسی حصہ سے محروم ہو مثلاً

تہائی کے ملنے کی جگہ چھٹا حصہ ملنے لگے تو اس کو حجب النقصان کہتے ہیں۔ (حاشیہ)

25

ترجمہ: میت کے بیٹا یا پوتا یا دو بھائی ہونے کے سبب سے میت کی ماں تہائی حصے سے چھٹے حصے کی طرف مجوب ہو جاتی ہے (یعنی ان کے ہوتے ماں کو تہائی کی جگہ چھٹا حصہ ملتا ہے) اور بیٹوں کو حصہ دینے کے بعد جو ترکہ باقی رہے وہ پوتوں اور پوتیوں کو اس طرح ملتا ہے کہ ہر مرد کا عورت سے دونا حصہ ہے اور جو حقیقی بہنوں کو حصہ دینے کے بعد باقی رہے وہ علاتی بھائیوں اور بہنوں میں اسی طرح تقسیم ہوتا ہے اور جب کسی نے ایک بیٹی اور چند پوتے پوتیاں چھوڑیں تو بیٹی کا نصف ہے اور باقی پوتے پوتیوں کا ہے اس طرح کہ مرد کو عورت سے دونا حصہ ملے۔ علیٰ ہذا القیاس (میت کی) حقیقی بہن کو حصہ دینے کے بعد جو باقی رہے وہ (اس کے علاتی بھائیوں اور بہنوں میں) اسی طرح تقسیم ہوگا اور اگر کسی نے اپنے چچا زاد دو بھائی (عصبہ) چھوڑے جن میں ایک اس کا اخیافی بھائی بھی ہے تو پہلے اس اخیافی بھائی کو وہ چھٹا حصہ ملے گا جو اس کے لیے مقرر ہے پھر باقی مال ان دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو جائے گا۔

اگر کسی عورت نے ایک شوہر ایک ماں یا ایک نانی اور چند بھائی اخیافی اور حقیقی چھوڑے تو شوہر کو نصف اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائیوں کو تہائی مال ملے گا اور حقیقی بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اخیافی اور حقیقی بھائی برابر ہیں لہٰذا ان کو نصفا نصف ملنا چاہیے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے شوہر کا نصف، ماں کا چھٹا اور اخیافی بھائیوں کا تہائی حصہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے مقرر کر دیا ہے اور کل مال انہی حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے باقی کچھ نہیں رہتا جو عصبات تک پہنچے۔ (حاشیہ)

باب الرد

تقسیم کے بعد بچے ہوئے مال کو پھیرنے کا بیان

فائدہ: مصنف نے ذوی الفروض، عصبات اور حجب کو بیان کر کے رد کا بیان شروع کیا ہے اور (فرائض میں) رد عول کی ضد ہے کیونکہ عول سے ذوی الفروض کے حصے کم کیے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھایا جاتا ہے اور رد سے حصے زیادہ کیے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹایا جاتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ بھی انہی حصہ والوں کو ان کے حصوں کے موافق دے دیا جائے گا سوائے میاں بیوی کے (کہ ان کو ان کے مقررہ حصہ سے زیادہ نہیں دیا جاتا) اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا (مثلاً اگر بیٹے نے باپ کو قتل کر ڈالا تو اس قتل کے سبب سے یہ باپ کی میراث سے محروم ہو جائے گا) اور کفر (سب قسم کا) ایک ہی مذہب ہے اس کے سبب سے کافر (آپس میں) ایک دوسرے کے وارث ہوں گے (اگرچہ مختلف مذاہب کے ہوں) اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا۔ اور مرتد کا مال اس کے مسلمان وارثوں کا ہے (یعنی اسلام سے پھرنے والا جو مال چھوڑ کر مر جائے وہ اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا) اور جو اس نے مرتد ہونے کی حالت میں کمایا ہے وہ فے کے حکم میں ہے (فے کے احکام کتاب السیر میں مذکور ہو چکے ہیں) اگر بہت سے آدمی ڈوب کر یا دیوار (وغیرہ) سے دب کر مر جائیں اور یہ نہ معلوم ہو کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے تو ہر شخص کا مال اس کے زندہ وارثوں کو ملے گا (یعنی مرنے والوں میں سے کسی کو کسی کا وارث نہ بنایا جائے گا) اور جب ایک مجوسی کی ایسی دو قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ دونوں دو شخص ہوتے تو ایک دوسرے کا وارث ہو جاتا تو ان دونوں کے ذریعہ سے یہ مجوسی بھی وارث ہو جائے گا اور مجوسیوں کو ان فاسد نکاحوں کے سبب سے میراث نہ ملے گی کہ جن کو وہ اپنے دین میں حلال سمجھتے ہیں۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ فاسد نکاح مسلمانوں میں توراث کو ثابت نہیں کرتا لہٰذا وہ مجوس میں بھی اس کو ثابت نہ کرے گا بخلاف انساب کے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ولدالزنا کا عصبہ اور لعان والی عورت کا عصبہ ان دونوں کی ماں کا مولیٰ ہے اگر کسی میت کی عورت حاملہ ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مال اس وقت تک تقسیم نہ ہوگا کہ اس کی عورت کو وضع حمل ہو جائے' اور میراث میں امام موصوف کے نزدیک دادا بھائی پر مقدم ہے اور صاحبین کے نزدیک دادا کو بھائیوں کے برابر حصہ ملے گا ہاں اگر برابر تقسیم کرنے میں دادا کو تہائی سے کم پہنچے تو وہ بھائیوں کا شریک نہ ہوگا اور جب کسی میت کی کئی نانیاں یا دادیاں ہوں تو ان میں سے چھٹا حصہ اس کو ملے گا جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

اور دادا اپنی ماں کو محجوب کر دیتا ہے اور نانا کی ماں وارث نہیں ہوتی (کیوں کہ یہ جدۂ فاسدہ ہے اور جدۂ فاسدہ کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے) اور ہر جدہ اپنی ماں کو محجوب کر دیتی ہے۔

باب ذوی الارحام

ذوی الارحام کا بیان

لغت میں ذی رحم کے معنی مطلقاً رشتہ دار کے ہیں اور شریعت میں اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ قرآن میں یا حدیث میں یا اجماع امت میں مقرر نہ ہوا ہو اور نہ وہ عصبہ ہو شریفیہ میں اسی طرح ہے۔

جب میت کے کوئی عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہو تو اس کے ذوی الارحام وارث ہوں گے اور وہ دس قسم کے ہیں۔ بیٹی کی اولاد' بہن کی اولاد' بھتیجا' چچا کی بیٹی' ماموں کی بیٹی' خالہ کی بیٹی' نانا' ماں کا چچا' پھوپھی' اخیافی بھائی کی اولاد' اور جو ان کے ذریعہ سے میت کے رشتہ دار ہوں اور ان سب میں مقدم وہ ہے جو میت کی اولاد ہو (جیسے نواسے) پھر وہ جو میت کے ماں باپ

کی۔ یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہو اور وہ بھتیجیاں اور بہنوں کی اولاد ہے۔ پھر میت کے والدین کے والدین کی اولاد یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہے اور وہ ماموں اور خالائیں اور پھوپھیاں ہیں اور جب باپ کی اولاد درجہ میں برابر ہو تو ان میں مقدم وہ ہے جو کسی وارث کے ذریعہ سے میت کا زیادہ قریب ہو۔

جو زیادہ قریب کا رشتہ دار ہو وہ دور کے رشتہ دار پر مقدم ہے اور نانا بھائی بہن کی اولاد پر مقدم ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو باقی بچے اور کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کا سب سے زیادہ حق دار آزاد کرنے والا ہے (اس صورت میں ذوی الارحام کو نہ ملے گا) اور مولی الموالات وارث ہوتا ہے (مولی الموالات کا بیان باب ولا میں ہو چکا ہے) اگر کسی آزاد شدہ نے اپنے آزاد کرنے والے کا باپ اور بیٹا چھوڑا (یعنی آزاد کرنے والا پہلے ہی مر چکا ہے اور اب اس کا باپ اور بیٹا موجود ہے) تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا مال بیٹے کا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھٹا حصہ باپ کا ہے اور باقی بیٹے کا اور اگر اس نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور ایک بھائی چھوڑا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مال دادا کا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مال دونوں کا ہے اور ولا کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

باب حساب الفرائض

حصص نکالنے کا بیان

ترجمہ: جب مسئلہ میں دو نصف ہوں (مثلاً میت نے ایک شوہر اور ایک حقیقی یا علاتی بہن چھوڑی ہو) یا ایک نصف اور باقی ہو (مثلاً ایک شوہر اور چچا چھوڑے ہوں) تو اس کا اصل مسئلہ دو سے ہوگا۔ اور اگر اس میں ایک تہائی اور باقی ہو (مثلاً ماں اور چچا وارث ہوں) یا دو تہائی اور باقی ہو (مثلاً دو بیٹیاں اور چچا وارث ہوں) تو اصل مسئلہ تین سے ہوگا اور اگر اس میں ایک چوتھائی اور باقی ہو (مثلاً ایک بیوی اور عصبہ ہو) یا ایک چوتھائی اور نصف ہو (مثلاً شوہر اور

ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ چار سے ہوگا اور اگر اس میں ایک آٹھواں اور باقی ہو (مثلاً بیوی اور ایک بیٹا وارث ہو) یا آٹھواں اور نصف ہو (مثلاً بیوی اور ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر اس میں نصف اور تہائی ہے (مثلاً ماں اور ایک حقیقی بھائی وارث ہے) یا نصف اور چھٹا حصہ ہے (مثلاً ماں اور ایک بیٹی وارث ہیں) تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ (ضرورت کے وقت) سات' آٹھ' نو' دس تک عول ہوسکتا ہے۔

فائدہ: عول سے مقصود یہ ہے کہ جب اصل مسئلہ سے سب وارثوں کو پورا پورا حصہ نہ پہنچ سکے تو بقدر ضرورت اصل مسئلہ کو بڑھا لیا جائے مثلاً اگر شوہر اور دو بہنیں وارث ہیں تو شوہر کو نصف اور بہنوں کو دو تہائی دینا چاہیے اور چھ کا نصف تین اور اس کے دو تہائی چار ہوتے ہیں پس یہ مسئلہ تو چھ سے ہے اور ضرورت کے سبب سے اس کا سات کی طرف عول ہو جائے گا علیٰ ہذا القیاس چھ کا دس تک عول ہوسکتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر چوتھائی کے ساتھ ایک تہائی یا چھٹا حصہ ہے تو اس کا اصل مسئلہ بارہ سے ہے اور یہ تیرہ پندرہ سترہ کی طرف عول ہوسکتا ہے اور جب آٹھویں کے ساتھ دو حصے یا دو تہائی ہوں تو اس کا اصل مسئلہ چوبیس سے ہے اور یہ (ضرورت کے وقت) ستائیس کی طرف عول ہو جاتا ہے اور جب (اصل) مسئلہ وارثوں پر پورا تقسیم ہو جائے تو وہ صحیح مسئلہ ہے (اس میں عول وغیرہ کسی کی حاجت نہیں ہے) اور اگر ان میں سے کسی فریق کے حصے ان پر پورے پورے تقسیم نہ ہوں تو اس فریق کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے اور اگر اس مسئلہ میں عول ہوا ہے تو جس عدد میں عول ہوا ہے اس میں ضرب دیا جائے پھر جو حاصل ضرب ہو اس سے صحیح مسئلہ ہوگا مثلاً کسی نے ایک زوجہ اور دو بھائی وارث چھوڑے ہیں تو چوتھائی مال زوجہ کا ہے اور باقی دو بھائیوں کا۔ مگر وہ باقی تین حصے ہیں اور وہ ان دونوں پر منقسم نہیں ہوتے۔ لہٰذا دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائیں گے اور اس سے مسئلہ صحیح ہوگا۔ (کہ زوجہ کو دو سہام اور ہر بھائی کو تین سہام)

پس اگر وارثوں کے سہام اور ان کے اعداد میں توافق ہے تو ان کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ مثلاً ایک زوجہ اور چھ بہنیں (وارث) ہیں تو چوتھائی زوجہ کا ہے اور (باقی کے)

تین سہام بہنوں کے ہیں جو ان پر (برابر) تقسیم نہیں ہوتے اور تین اور چھ میں توافق ہے تو چھ کے وفق یعنی دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے صحیح مسئلہ ہوگا پس اگر دو فریق کے یا زیادہ سہام ان پر (پورے) منقسم نہ ہوں تو ایک فریق (کے عدد) کو دوسرے (فریق کے عدد) میں ضرب دو پھر حاصل ضرب تیسرے فریق (کے عدد) میں پھر اس آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔

فائدہ : اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو زوجہ، پانچ دادیاں تین اخیافی بہنیں ایک چچا وارث ہیں اور اصل مسئلہ بارہ سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنی تین سہام دونوں عورتوں کے اور چھٹا حصہ یعنی دو سہام دادیوں کے اور ایک تہائی یعنی چار سہام تین بہنوں کے اور باقی یعنی تین سہام چچا کے اس صورت میں دونوں عورتوں اور دادیوں اور بہنوں کے پورے حصے نہیں بیٹھتے پس ایک فریق یعنی عورتوں کے عدد دو کو دوسرے فریق یعنی دادیوں کے عدد پانچ میں ضرب دیں گے جس سے حاصل ضرب دس ہوں گے پھر اس حاصل ضرب دس کو تیسرے فریق یعنی بہنوں کے عدد تین میں ضرب دیں گے اس سے حاصل ضرب تیس ہوں گے پھر تیس کو اصل مسئلہ یعنی بارہ میں ضرب دیں گے اب سہام تین سو ساٹھ ہو جائیں گے اور اس سے یہ مسئلہ صحیح ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر (دونوں) فریق کے اعداد مساوی ہیں تو ان میں سے ایک کو دوسرے میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں ہے مثلاً دو زوجہ اور دو بھائی (وارث) ہیں تو دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں۔

فائدہ : اس صورت میں اصل مسئلہ چار سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنی ایک سہام دونوں زوجہ کا ہے جو ان پر پورا نہیں بیٹھتا اور باقی تین سہام دونوں بھائیوں کے اور یہ بھی ان پر پورے تقسیم نہیں ہوتے پس دو کو اصل مسئلہ یعنی چار میں ضرب دو آٹھ ہو جائیں گے جن میں سے دو سہام دونوں عورتوں کے اور چھ سہام دونوں بھائیوں کے ہوں گے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر ایک فریق کا عدد دوسرے فریق کے عدد کا جز ہو تو بڑے عدد کو ضرب دینا کافی ہے مثلاً چار عورتیں اور دو بھائی وارث ہیں تو جب تم نے چار کو ضرب دیا پھر دو کو ضرب دینے کی

ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر دونوں فریق کے عددوں میں توافق ہو تو ایک وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں مثلاً چار زوجہ ایک بہن اور چھ چچا (وارث ہیں) اور چھ اور چار میں توافق بالنصف ہے۔

فائدہ: دو عددوں میں توافق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان میں کا چھوٹا عدد بڑے کو پورا تقسیم نہ کرے ہاں کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو پورا تقسیم کر دے مثلاً چار اور چھ میں دو کا عدد ایسا ہے کہ ان دونوں کو نصفا نصف تقسیم کر دیتا ہے۔ پس اسی کا نام توافق بالنصف ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: تو ان دونوں (یعنی چھ اور چار) میں سے ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب دو پھر (حاصل ضرب کو) اس مسئلہ میں ضرب دو یہ اڑتالیس ہو جائیں گے اور یہ مسئلہ صحیح ہو گا پس جب مسئلہ صحیح ہو جائے تو پھر ہر وارث کے سہام کو ترکہ میں ضرب دو اور جو حاصل ضرب ہو اس کو اس عدد پر تقسیم کرو جس سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اس طرح کرنے سے ہر وارث کا حق نکل آئے گا اور اگر (ایسی صورت ہے کہ) ابھی ترکہ تقسیم نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ ایک وارث مر گیا اب اگر اس کا وہ حصہ جو پہلی میت سے اس کو پہنچتا تھا اس کے وارثوں کے عدد پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے تو یہ دونوں مسئلے اسی عدد سے صحیح ہوں گے جس سے پہلا مسئلہ صحیح ہوا ہے اور اگر وہ پورا منقسم نہیں ہوتا اور اس دوسرے میت کا فریضہ (یعنی فرائض کا مسئلہ) اس طریقہ سے صحیح ہو گا جو ہم نے اب ذکر کیا ہے اور اگر دوسری میت کے سہام اور جس سے فریضہ صحیح ہوا ہے ان دونوں میں توافق نہیں ہے تو ایک مسئلہ کو دوسرے میں ضرب دو اور اگر ان کے سہام میں توافق ہے تو دوسرے مسئلہ کے وفق کو پہلے مسئلہ میں ضرب دو (پھر اس سے) جو حاصل ضرب ہو اسی سے یہ دونوں مسئلے صحیح ہوں گے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کے دو بھائی اور ایک شوہر وارث تھے مسئلہ چار سے صحیح ہوتا تھا پھر شوہر مر گیا اور اس نے چار بیٹے چھوڑے یہ اصل مسئلہ بھی چار سے ہوتا ہے اور ان دونوں میں توافق بالنصف ہے تو اب ان کے نصف عدد کو یعنی دو کو دوسرے کے کل میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائیں گے دونوں مسئلے اسی سے صحیح ہوں گے چار سہام دونوں بھائیوں

کے اور چار سہام شوہر کے بیٹوں کے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جس وارث کو پہلے مسئلہ سے کچھ ملا ہو وہ اس میں ضرب دیا جائے جس سے دوسرا مسئلہ صحیح ہوا ہے اور جس کو دوسرے مسئلے سے کچھ ملا ہو وہ دوسری میت کے ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے اور جب مناسخہ کا مسئلہ صحیح ہو جائے اور تم وہ معلوم کرنا چاہو جو درہموں (وغیرہ) کے حساب سے ہر (حصہ دار) وارث کو پہنچتا ہے تو جس عدد سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اسے اڑتالیس پر تقسیم کر دو پھر جو خارج قسمت ہو ہر وارث کے سہام سے اس کا حصہ لیا جائے۔ **واللہ اعلم بالصواب.** فقط

تمّت بالخیر